سعادت الکونین

في

فضائل الحسنین رضی اللہ عنہم

فضائل ومناقب اور واقعہ کربلا پر افراط وتفریط سے مبرا کتاب



مصنف
علامہ مفتی محمد اکرام الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
نبیرہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

قادری رضوی کتب خانہ

فضائل ومناقب اور واقعہ کربلا پر افراط وتفریط سے مبرا کتاب

سعادت الکونین

فی

فضائل الحسنین رضی اللہ عنہم

مصنف علامہ مفتی محمد اکرام الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

نبیرہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب نو و اضافہ حافظ محمد عبدالاحد قادری

قادری رضوی کتب خانہ

گنج بخش روڈ، لاہور 042-37213575

نام کتاب	سعادت الکونین فی فضائل الحسنین رضی اللہ عنہما
مصنف	علامہ مفتی محمد اکرام الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
ترتیب نو و اضافہ	علامہ مولانا حافظ محمد عبد الاحد قادری
بار اوّل	ماہ شعبان ۱۴۳۱ھ بمطابق 2010
صفحات	400
کمپوزنگ	الہجویری کمپیوٹر دار الکتابت 0323-8460386
ڈیزائن ٹائیٹل	فیضی گرافکس دربار مارکیٹ لاہور
زیر نگرانی	چوہدری محمد خلیل قادری
تحریک	چوہدری محمد ممتاز قادری
ناشر	چوہدری عبد المجید قادری
تعداد	گیارہ سو
قیمت	300 روپے

مکتبہ حنفیہ گنج بخش روڈ لاہور

قادری رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور

Hello: 042-7213575, 0333-4383766

انتساب

حجۃ الکاملین، دلیل العارفین، جامع شریعت وطریقت امام الواصلین

حضرت سیدنا ابو محمد امام شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

جن کے فیضان نے مجھ کم ترین کو پہچان عطا کی۔

سگِ کوچہ مہر آباد شریف

حافظ محمد عبد الاحد قادری چشتی

(گوگڑاں) تحصیل وضلع لودھراں

☆=☆=☆

تقریظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شاہ ہست حسین بادشاہ ہست حسین دین ہست حسین دین پناہ ہست حسین

سرداد نداد در دستِ یزید حقا کہ بنائے لاالہ الا ہست حسین

سانحہ کربلا، حق و باطل کا وہ عظیم معرکہ ہے جو قیامت تک دنیا کو درس دیتا رہے گا کہ اہل حق کبھی بھی طاقتور ظالم و فاسق حکمرانوں کے آگے نہیں جھکتے بلکہ وہ حق کی سربلندی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کی رضا و خوشنودی کے حصول کے لئے اپنا اور اپنے کنبہ کو قربان کر کے ہمیشہ کے لئے جھنڈا لہرایا جا سکتا ہے۔

آج کے اس پرفتن دور میں جہاں باطل کے ایجنٹ حقائق کو جھٹلانے کی ناپاک جسارت کرتے رہے اور کر رہے ہیں۔ ضرورت ہے کہ اہل حق لوگوں تک حق پہنچانے کا اہتمام کریں۔ چنانچہ یہی کوشش ہمارے محب محترم جناب حافظ عبدالاحد صاحب کر رہے ہیں جن کا روحانی تعلق ہمارے آباؤ اجداد سے بہت قدیمی ہے، نے کی کہ فقیر کی لائبریری سے نادر و نایاب اور قدیم محفوظ کتاب **"سعادت الکونین فی فضائل الحسنین"** کی از سر نو ترتیب و اضافہ کر کے لوگوں تک اشاعت کا اہتمام کیا۔

زیر نظر کتاب کی علمی حیثیت کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ مصنف کتاب حضرت مفتی محمد اکرام الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد پاک سے ہیں اور یہ خاندان برصغیر میں علمی حوالہ سے اپنی پہچان آپ ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل بیت کے صدقہ پاک سے ہماری دنیا و آخرت کو بہتر فرمائے۔

سیّد ظفر علی شاہ مہروی

مہتمم جامعہ غوثیہ مہریہ (لودھراں)

6 شوال 1431 ہجری بمطابق 16 ستمبر 2010ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حسنِ ترتیب

☆☆☆

☆==☆==☆

از قلم
صلاح الدین سعیدی

تعارف مصنف

مفتی اکرام الدین دھلوی رحمۃ اللہ علیہ مؤلف کتاب ھذا، پیدائش ۱۱۹۱ ہجری، وفات ۲۵ محرم ۱۲۶۵۔ ابن نظام الدین متوفی ۱۲۳۲ھ بن حضرت مفتی محب الحق دھلوی بن مفتی نورالحق دھلوی بن مولانا نوراللہ دھلوی بن نورالحق محدث دھلوی بن حضرت شیخ عبدالحق محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۳ ویں صدی ہجری عظیم عالم اور اردو عربی فارسی کے قادرالکلام شاعر تھے۔ حیران تخلص کرتے تھے۔ تذکرۃ الشعراء میں آغا حسین قلی خان نے آپ کا ذکر کیا ہے اور نمونہ کلام بھی دیا ہے۔ آپ نے سو کے قریب تصانیف یادگار چھوڑی۔ آپ کو قرآن وحدیث اور تاریخ پر مکمل عبور حاصل تھا۔ آپ صرف ۱۹ سال کی عمر میں (۱۲۱۰ھ) میں مغل حکمران کی طرف سے اپنے داداجان مرحوم حضرت مفتی محب الحق دھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ مفتی دھلی مقرر ہوئے۔ اور پچیس سال اس منصب پر فائز رہے۔ ۱۲۶۵ھ میں وصال فرمایا اور اپنے جدامجد حضرت عبدالحق محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے احاطہ میں حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف کے پاس دفن ہوئے۔ آپ کے بڑے فرزند مولوی عبدالحق دھلوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی زندگی میں ہی ۱۲۵۵ھ میں انتقال کر گئے اور چھوٹے مولوی احسان الحق دھلوی اس کتاب کا پہلا ایڈیشن چھپنے کے وقت ۸۰ سال کی عمر میں زندہ سلامت تھے۔ شیخ مؤلف کتاب ھذا کے زمانے میں حضرت مولانا عبدالحق کے دولت کدے پر حضرت شیخ عبدالحق محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا عرس اور محفل میلاد شریف بڑے اہتمام کے ساتھ ہوتا تھا۔

زیر نظر کتاب (سعادت الکونین) حضرات حسنین کریمین کے مراتب عالیہ اور درجات رفیعہ کے بیان سے معمور ہے۔ حضرت مصنف کا انداز بیان مدلل ذخیرہ الفاظ فراواں، استنباط خوبصورت، زور قلم والہانہ، طرز نگارش سلیس اور مضمون

پرتاثیر ہے۔آپ کا خانوادہ برصغیر کا عظیم علمی خانوادہ ہے اور خاص طور پر علم حدیث میں تو پورا ہندوستان آپ کے جد محترم حضرت شیخ عبدالحق محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا شاگرد ہے۔

آپ کی علمی شخصیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کے حلقہ درس میں دہلی کے علاوہ پنجاب بنگال، سمرقند، بخارا تک سے طالب علم شریک ہوا کرتے تھے۔اللہ کرے یہ کتاب مسلمانوں میں حضرات حسنین کریمین کے صحیح مقام مرتبہ کو اجاگر کرے اور افراط وتفریط سے بچائے۔

قارئین یہ نادر اور نایاب کتاب امام الواصلین حضرت پیر سید امام شاہ مہرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی لائبریری میں سے ان کے پوتے حضرت پیر سید ظفر علی شاہ شیخ الحدیث نے مہیا کی ہے اور حضرت مولانا محمد عبدالاحد قادری (گوگڑاں) حال مقیم خطیب جامع مسجد میاں محمد دین باغبانپورہ لاہور نے اس پر کام کیا۔ ہمارے مولانا عبدالاحد قادری کے نام سے اہل علم بخوبی واقف ہیں۔آپ نے کئی قدیم اور تاریخی کتب کو قادری رضوی کتب خانہ کے تعاون سے زندہ کیا ہے۔

قادری رضوی کتب خانہ نے ماشاء اللہ ۵ سال کے مختصر عرصہ میں سستی اور معیاری کتابیں قوم کی خدمت میں پیش کی۔اس انتھک محنت اور لگن سے کئی پرانے اشاعتی اداروں کو پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ یہ سب قادری رضوی کتب خانہ کے مالک چوہدری محمد خلیل قادری کے حسن انتظام اور ان کے فرماں بردار فرزندوں کے اتحاد و اتفاق کی برکت ہے۔اللہ نظر بد سے بچائے اور ان سے دین کی خدمت لیتا رہے۔

آمین ثم آمین

صلاح الدین سعیدی

ڈائریکٹر تاریخ اسلام فاؤنڈیشن لاہور

۱۲ رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ بمطابق ۲۰۱۰ء

☆=☆=☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ الذی شرف الحسن والحسین علی سائر الخلائق بمزید الخلق والنسب والجود والاحسان و اعلیٰ درجاتھا علی الاولین والآخرین باعطاء مدارج الشھادۃ بالسرّ والاعلان وافترض علینا حبھما وحب من یحبھما بالاحادیث والقراٰن ووعد لمحبھما بدخول الجنۃ والغفران واوعد لمخالفھما بالدرک الاسفل من النیران والصلوٰۃ والسلام علی من ارسلہ الی الخلائق بالحجۃ والبرھان وامرنا باتباعہ وامتثال احکامہ بالجوارح والجنان وعلی اٰلہ واصحابہ کانوا افضل الناس وابشروا من الرحمن بالرضوان وسبقوا عن الکل حتی فاقوا الکل بالصدق والایقان۔

حمد وصلوۃ کے بعد کمترین اضعف المسلمین ''محمد اکرام الدین بن محمد نظام الدین بن محب الحق'' نبیرۂ قدوۃ العارفین زبدۃ السالکین سند المحدثین حضرت شیخ عبد الحق ابن سیف الدین دہلوی البخاری القادری الشاذلی الحنفی قدس اللہ سرہما العزیز'' عرض کرتا ہے کہ یہ کتاب جس کا نام

''سعادت الکونین فی بیان فضائل الحسنین''

ہے اور جو سیدنا امام حسن وسیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما سبطین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل شریفہ اور مناقب منیفہ کو شامل ہے۔'' کتاب ''صواعق محرقہ'' اور اس کے ترجمہ ''تہذیب التہذیب''، ''تاریخ الخلفاء مصنف شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ''، ''تاریخ ابی حاتم محمد بن حبان المکی رحمۃ اللہ علیہ''، ''رسالہ ماثبت

بالسنه فی ایام السنه"، "رسالہ احوال ائمہ اثنا عشر" ہر دو مؤلفہ علامہ فہامہ ابوالمجد شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ"، "رسالہ" مناقب السادات" تالیف قاضی شہاب الدین دولت آبادی" "ترجمہ متعارف طبری"، "فصول المهمه فی مناقب الائمه"، "مفتاح النجا فی مناقب آل عبا" تالیف مرزا محمد معتمد خاں مورخ"، "رسالہ عنبری، تذکرۃ قرطبی"، "رسالہ نور العینین فی اسرار شہادت الحسنین" تالیف علامہ فہامہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب سلمہ اللہ وغیرہا کتب معتبر و معتمد علیہا سے انتخاب کیا۔ چونکہ "رسالہ" مفتاح النجا" حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے اکثر احوال شریف کو جامع اور حاوی تھا۔ لہٰذا کمترین نے اس کا ترجمہ کیا۔ البتہ ان مذکورہ کتب و رسائل میں سے جو بیان اس کے مناسب جانا گیا تو مقام کی مناسبت اور مقاصد کی اقتضا کی وجہ سے ان میں سے بھی کچھ اخذ کر کے اس میں اضافہ کیا گیا۔ چنانچہ اس کتاب کا انداز بیان اور تحریر کا عنوان اس قاعدے پر مبنی ہے کہ جہاں کہیں کوئی روایت کتب مذکورہ سے لی گئی ہے اس کا نام وہیں لکھ دیا ہے اور جو مقام اسم کتاب سے مقید نہیں ہے وہ بعینہ "مفتاح النجا" کا ترجمہ ہے اور بعض جگہ تقاضائے محل کی حیثیت سے کتب مسطورہ کے علاوہ اور کتب سے بھی لیا گیا ہے۔ اس کتاب کی ترتیب ایک مقدمہ چار باب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔

ترتیب ابواب

مقدمہ :۔ اہل بیت کے معنی کی تحقیق اور سرّ شہادت کا ذکر اور ان حدیثوں کا بیان جو خاندانِ نبوت کی وجوب محبت پر دلالت کرتی ہیں بیان کیا گیا ہے۔

پہلا باب :۔ وہ حدیثیں بیان کی گئی ہیں جو حضرت سیدنا امام حسن اور

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما دونوں کے مناقب پر مشتمل ہیں۔

دوسرا باب :۔ سبطِ اوّل یعنی حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے اور یہ باب چند فصلوں پر مشتمل ہے۔

پہلی فصل :۔ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی پیدائش اور نام اور عقیقہ کا بیان ہے۔

دوسری فصل :۔ آپ کی کنیت اور لقب صورت اور حلیہ وغیرہ کا بیان ہے۔

تیسری فصل :۔ وہ حدیثیں مذکور ہوئی ہیں جو آپ ہی کے ساتھ مخصوص ہیں۔

چوتھی فصل :۔ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی ذہنی صلاحیت، جودت و ذکا۔ حاضر جوابی۔ عبادت جود سخا۔ خلق و حلم اور چند کرامتوں کا ذکر ہے۔

پانچویں فصل :۔ آپ کے ہدایت افزا مضامین اور نصیحت آمیز کلمات اور آپ کی بعض منکوحات اور مطلقات کا تفصیلی بیان ہے۔

چھٹی فصل :۔ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ خلیفہ چہارم کے انتقال کے بعد آپ کا خلیفہ مقرر ہو کر حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے مقابلہ کے لیے باہر آنے پھر باہم صلح کر کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت سپرد کرنا اور اس پر آپ کا ایک خطبہ دینا اور جن باتوں پر صلح موقوف تھی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا انہیں وفا کرنے اور پھر آپ کے مدینہ منورہ میں رجوع کرنے کا مختصر سا بیان ہے۔

ساتویں فصل :۔ آپ کی شہادت کا مفصل بیان اور تکفین و تدفین اور نماز جنازہ کا مکمل بیان ہے۔

آٹھویں فصل :۔ آپ کے بزرگ صاحبزادوں اور صاحبزادیوں کا

ذکر اور ان کی تعداد میں روایات کا اختلاف اور کچھ حضرت غوث الثقلین سیدنا حضرت عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ہے۔

تیسرا باب :۔ سبط ثانی یعنی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا احوال کے بیان میں ہے اور یہ بھی چند فصلوں پر مشتمل ہے۔

پہلی فصل :۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی پیدائش اور نام رکھنے اور عقیقہ کرنے کا ذکر۔

دوسری فصل :۔ آپ کے فضائل ومناقب یعنی علم، تقویٰ، زہد، جود وسخاوت شجاعت، فصاحت اور بلاغت وغیرہ کا ذکر ہے مع بعض دوسرے صفات وکمالات کا بیان۔

تیسری فصل :۔صرف ان صحیح حدیثوں کا بیان ہے جن میں آپ کے فضائل وخصائل مذکور ہوئے ہیں۔

چوتھی فصل :۔ان حدیثوں کو بیان کیا گیا ہے جن میں آپ کی شہادت کی خبر ہے۔

پانچویں فصل :۔ آپ سے یزید عنید کی عداوت کا باعث اور حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کا تمام مخلوق سے عموماً حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن زبیر اور عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہم سے خصوصاً یزید کی بیعت کی درخواست کرنے اور ان حضرات کا اس بیعت سے انکار کرنے کا صحیح صحیح ذکر اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اسی بیعت کے ارادہ سے حج کے لیے آنا۔

چھٹی فصل :۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کا ذکر اور یزید کا اہل مدینہ سے عموماً اور حضرات مذکورین سے خصوصاً اپنی بیعت کی استدعا

کرنے کا بیان اور حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کی طرف چلا آنا اور رؤسائے عراق کا آپ کی طلبی میں خطوط بھیجنا اور آپ کا عراق میں جانے کے لئے اسباب سفر مہیا کرنا اور حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو کوفہ اور بعض اپنے غلاموں کا بے رحم کوفیوں کی سازش سے شہید ہونا اور عبید اللہ بن زیاد کا بصرے سے کوفہ میں حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے قتال و جدال کرنے کے لیے آنا اور حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی بیعت سے بے وفا کوفیوں کا پھر جانا اور نقض بیعت کرنا۔

ساتویں فصل :۔حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا عراق کی جانب سفر کرنا اور راستہ میں فرزوق شاعر کا آپ سے ملاقات کرنا اور یزید ریاحی کا ہزار مسلح سوار کے ساتھ پہنچ کر حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو کربلا میں پہنچانا اور ابن زیاد کا خط بایں مضمون آنا کہ آپ یزید کی بیعت کیجئے اور عمر بن سعد کو لکھ بھیجنا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے خیمے میں پانی کی بوند تک نہ جانے پائے اور اخا ہمدانی کا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے پانی کی طلب کے لیے عمرو بن سعد کے پاس جا کر بے نیل مرام واپس آنا۔ پھر حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا دشمنوں کو اپنے قتل سے خوف خدا دلانا اور انہیں طرح طرح سے سمجھانا بعدۂ آپ کا عمرو بن سعد کو بایں مضمون خط لکھنا کہ تین باتوں میں سے ایک بات کو پسند کر مگر ابن سعد اور ابن زیاد بے رحم کا ان سوالوں کو قبول نہ کرنا اور شمر کا عمرو بن سعد پر صرف اس وجہ سے کہ وہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں تاخیر کرتا تھا نفاق یزید کی تہمت لگانا اور ابن زیاد ملعون کا عمرو بن سعد کو لڑائی میں سستی کرنے کے سبب سے عتاب کرنا اور شمر کا لڑائی کی تاکید کے لیے کربلا آنا وغیرہ وغیرہ مذکور ہے۔

آٹھویں فصل :۔ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے جان نثار دوستوں اور جانباز یاروں کی شہادت کا تفصیلی ذکر اس فصل میں احوال شہادت کے استناب کے لیے ہر کتاب سے مختلف روایتیں بیان کی گئی ہیں اور جو حضرات کربلا میں شہید ہوئے ہیں ان کے اسماء گرامی بھی اسی فصل میں نہایت بسط کے ساتھ مذکور ہیں۔

نویں فصل :۔ شہداء کی لاشوں کا یوں پڑے رہنے اور پھر دفن کرنے اور عمرو بن سعد ملعون کا سر مبارک اور اہل بیت کو بے ادبانہ اور کافروں کے قیدیوں کی طرح معہ حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کے ابن زیاد بے رحم کے پاس کوفہ میں لے جانے اور اس ملعون کا سر مبارک آگے رکھ کر نازک لبوں پر چھڑی مارنے اور وہاں کے دیگر احوال کا بیان اور یزید کا سر مبارک کو مع اہلبیت کے مدینہ منورہ میں بھیجنے اور سر کے دفن کرنے میں شیعہ اور سنی علماء کی مختلف روایتوں کا بیان اور اسی فصل میں عجیب وغریب قصے اور عمدہ کرامات اور اُس زمانہ کے لوگوں کے اقوال بکثرت مندرج ہیں۔

دسویں فصل :۔ ان عجیب وغریب اور ہولناک واقعات کا ذکر ہے جو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد واقع ہوئے۔

گیارھویں فصل :۔ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی ماتم داری میں مرثیے اور جن وانس کے نوحوں کا اور اُن امور کے منع کرنے میں جن کے مرتکب اس زمانہ کے نادان لوگ ہوتے ہیں۔

بارھویں فصل :۔ آپ کی اُس بزرگ اور معزز اولاد پاک کا ذکر ہے۔ جو سید الساجدین حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے لے کر امام مہدی تک ہوئے ہیں اور اسی فصل میں بعض حضرات کی تاریخ ولادت و

وفات اور سبب وفات اور ان کی اولاد کا ذکر بیٹے اور بیٹیوں کی تعداد کا تفصیلی بیان ہے اور ائمہ معصومین میں سے ہر ایک کے اولاد کی تعداد میں سنی اور شیعہ مورخوں کی مختلف روایتیں مذکور و مسطور ہیں اور بعض اماموں کا بھی ذکر ہوا ہے جنہوں نے امامت کی طلب میں خروج کیا اور دشمنوں کے بے رحم ہاتھوں سے شہید ہوئے اور امام مہدی اور شخص مہدی کے وجود میں اختلاف امت کا ذکر اور ہر ایک کے اعتقاد کا بیان۔

چوتھا باب :۔ ان ملعونوں کے مارے جانے کا ذکر ہے جو امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک تھے اور اہل مدینہ اور مکہ کا یزید پلید سے خلع بیعت کرنا اس پر یزید کا ساکنین حرمین طیبین سے لڑنے کے لئے جرار لشکر بھیجنا اور لشکر شقاوت اثر کا مدینہ منورہ میں پہنچ کر مہاجرین اور انصار سے مقابلہ کرنا اور بقضاء کردگار مہاجرین و انصار کا شکست کھانا پھر یزید عنید کے لشکر کا اُس مبارک بستی مدینہ منورہ پر غالب ہو کر بلدہ ناحق شہید کر ڈالنا اور اُس بزرگی کے گھر میں زنا اور اغلم واقع ہونا بعدہٗ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کی طرف لشکر کا کوچ کرنا اور رئیس لشکر مسلم نامی کا راہ میں مرجانا اور حصین بن نمیر کا اس کے قائم مقام ہونا اور مکہ میں پہنچ کر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مقابلہ کر کے بیت اللہ کا محاصرہ کرنا اور لشکریوں کا بیت اللہ سے بے ادبی کرنا پھر غضب الٰہی کی آگ کا اُن لوگوں پر پڑنا جو بے ادبی کے ساتھ پیش آئے تھے اور ان کو جلا کر خاک سیاہ کر دینا اسی اثناء میں یزید کا جانہار اور جواں مرگ مرجانا اور اس کے مرنے کی خبر لشکر میں منتشر ہونا اور حصین بن نمیر سردار لشکر یزید کا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو خروج اور اپنی اطاعت کی خواستگاری کا پیغام بھیجنا مگر حضرت عبداللہ بن زبیر

رضی اللہ عنہما کا مکہ سے باہر آنے میں انکار کرنا اس کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا اہل حجاز کے لوگوں سے بیعت لینے میں ہاتھ دراز کرنا اور معاویہ، یزید کے بیٹے کی خلافت اور اس کے قصداً ترک کرنے کا اور اہل عراق کے اختلاف کے بعد مروان کا تخت خلافت پر بیٹھنا اور مختار بن عبیدہ ثقفی کا بایں دعویٰ کہ میں حضرت محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ، شاہ مرداں شیر یزداں حضرت سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کی طرف سے نائب ہو کر آیا ہوں۔ کوفیوں کو ساتھ لے کر خروج کرنا اور ابن زیاد، شمر، عمرو بن سعد وغیرہ قاتلین محترمین کو چن چن کر قتل کرنا اور محترمین کے جملہ اعداء سے عام انتقام لینا اور حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا کوفیوں پر تسلط اور غلبہ کر کے مختار کو قتل کر ڈالنا اسی اثناء میں مروان کا مر جانا اور اس کے بعد اس کے بیٹے عبدالملک کا خلیفہ ہو کر حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کر ڈالنا اور ملک خلافت بلا شرکت غیرے مروانیوں کے دست تصرف میں رہنا۔

خاتمہ :۔ میں یزید پر لعنت کرنے کی وجوہات قائم کی گئی ہیں۔

☆=☆=☆

سبب تالیف

اس کتاب کی تالیف کی وجہ یہ ہے کہ ایک دراز عرصہ سے اِس مسکین کے ذہن میں اِس بات کا خیال تھا کہ کوئی ایسی متبرک اور معتبر کتاب جو ابنائے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مکمل اور صحیح صحیح شہادت کے احوال اور تفصیلی آثار کو حاوی ہو نظر سے گزرے مگر متقدمین اور متاخرین کی تمام تصنیفات میں سے میری منشاء کے موافق کوئی کتاب بھی ایسی دستیاب نہ ہوئی۔ لہٰذا بعض احبائے مؤدت صفا نے عاجز کو اِس امر پر مجبور کر دیا کہ اِس امر میں بیحد کوشش کر کے کوئی ایسی مختصر سی کتاب جو احوال مذکورہ کو شامل ہو ضرور تالیف کریں ۔ اس کے علاوہ میرا قدیمی اشتیاق اِس قسم کی تصنیف پر اور بھی جدوکد کا موجب ہوا چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے تھوڑے ہی عرصہ میں ایک مختصر کتاب جو ابنائے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل ومناقب سیر وشہادت اور اُن کی اولاد کے مجمل سے ذکر کو شامل اور مطلوب کے موافق تھی مرتب ہوگئی گو میری یہ کتاب تحریر عبارت اور الفاظ کی حیثیت سے اس درجہ کی نہیں ہے کہ علماء اور دانشمندوں کے نزدیک اپنی کوئی وقعت اور قدر پیدا کرے مگر اہل بیت کرام کے فضائل ومناقب کے شامل ہونے کی وجہ سے اس کا وہ مرتبہ ہے کہ اگر ''اولی الابصار'' کی آنکھوں پر جگہ پائے اور ذوی الالباب کے دل میں گھر کرے تو لائق وسزاوار ہے۔ دانشمندان بلاغت شعار اور فاضلانِ فصاحت آثار سے کامل امید ہے کہ اگر ترجمہ میں کہیں سہو وخطا واقع ہوئی ہو تو قلم عفو سے اس کی اصلاح فرما کر چشم پوشی کریں۔ اور اِس سگ آستانہ اہل بیت کو دعائے خیر سے یاد فرمائیں مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل

سے پوری امید ہے کہ بزرگان دین کی نظر کیمیا اثر میں یہ کتاب ضرور مقبول ہوگی ''انہ قریب مجیب'' جب یہ کتاب تمام ہوچکی تو افلاطون دوراں، جالینوس زمان، عالم باعمل، حکیم بے بدل الفارغ ماسوائے اللہ، حافظ کلام اللہ، سخن سنج دانش پناہ معانی رس دقائق آگاہ، کاشف اسرارِ سخن، واقفِ رموز ہر فن، یگانہ روزگار، فرخندہ اطوار خجستہ آثار مؤید بتائید ملک المنان، حکیم ثناء اللہ خان، رئیس العشاق المتخلص بہ فراق سلمہ ربہ کے مطالعہ میں بھیجی آپ نے پسند فرما کر دو قطعہ تاریخ مفصلہ ذیل لکھ کر ممنون فرمایا۔

قطعہ اوّل

مفتی پاک و دین و پاک نہاد وارث علم ہادی کونین
سال تاریخ جستش کہ بود بندہ راہم و سیلہ دارین
چوں رسالہ رقم نمود بشوق در بیان حقیقت حسنین!
سر سہوش بریدہ ہاتف گفت فی بیان فضائل الحسنین

۱۲۲۴ء

قطعہ دوم

وارث علم نبی مفتی اہل تحقیق از محبان جگر بند رسول الثقلین
کرد تالیف کتابے ز گلستان بہتر در بیان گل اوصاف امام دارین
سال تاریخ چو از غیب بجستم فی الفور از سر درد خرد گفت ریاض الحسنین

۱۲۲۴ء

☆=☆=☆

مقدمہ

اہل بیت کے معنی

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مشکوۃ میں افادہ فرمایا ہے کہ لفظ ''اہل بیت'' کی طرف بچند معنی مضاف ہوا کرتا ہے کبھی تو صرف اہل قرابت کو اہل بیت کہا کرتے ہیں۔ پس اس وقت اہل بیت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے وہ قرابت دار لوگ مراد ہونگے جن کو زکوۃ لینی حرام ہے یعنی بنی ہاشم۔

اور کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل وعیال کے معنی میں مستعمل ہوا کرتا ہے اور اس وقت اہل بیت آپ کی ازواج مطہرات کو شامل ہوگا۔ کبھی معنی میں اولاد کے آیا کرتا ہے۔ اس وقت حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما بھی اس کے ساتھ مخصوص ہونگے اور کثرت کمالات کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اہل بیت میں داخل ہوں گے۔

شیخ عالم مجدالدین فیروزآبادی رحمۃ اللہ علیہ ''مصنف قاموس'' اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ اہل چند الفاظ کی طرف مضاف ہوتا ہے۔ کبھی بولا کرتے ہیں اہل الرجل یعنی اس کے اقرباء۔ کبھی کہتے ہیں اہل الامر یعنی والی امر اور اہل بیت یعنی گھر کے رہنے والے۔ کبھی اہل بیت کا اطلاق اہل مذہب پر بھی ہوتا ہے اور کبھی بولا کرتے ہیں اہل الرجل یعنی اس کی زوجہ اور اہل النبی۔ پیغمبر کی بیبیاں اور صاحبزادیاں۔ گو اہل بیت کا اطلاق مختلف معانی پر آتا ہے جیسا بیان

مذکور سے واضح ہو رہے۔

مگر اِس کتاب میں اہل بیت سے میری مراد صرف حضرت سیدنا امام حسن وسیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما ہی ہیں۔

شہادت حسنین رضی اللہ عنہما کا مخفی بھید

حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی شہادت میں صرف یہ بھید ہے کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ عزوجل نے جو کمالات اور مدارج علیحدہ علیحدہ تمام انبیاء علیہم السلام کو عنایت فرمائے تھے۔ اُن سب کا خلاصہ۔ نیز نبوت و رسالت کے کل مراتب کا نتیجہ جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیات کی ذات معدن صفات میں تفویض فرمایا حتی کہ کوئی مرتبہ اور کمال آپ کی ذات والا صفات سے باقی نہ رہا ۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلافت کا تاج عطا فرمایا۔ جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کو عنایت ہوا تھا۔ اور جس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کو سلطنت مرحمت ہوئی تھی ۔ اسی طرح آپ کو بھی ملک داری عنایت ہوئی۔ حُسن میں وہ ملاحت و خوبی تھی جو حضرت یوسف علیہ السلام کو عطا کی گئی تھی بلکہ اُس سے کسی قدر زائد۔ دوستی اور خلت۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسی مرحمت ہوئی تھی اور آپ کو اپنے کلام سے بھی مشرف فرمایا۔ جیسا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اُس کے ساتھ مخصوص فرمایا تھا۔ آپ کو اُس عبادت کے ساتھ بھی ممتاز فرمایا۔ جس سے حضرت یونس علیہ السلام کو مفخر و معظم کیا تھا۔ شکر کے ساتھ بھی رطب اللسان فرمایا جیسے حضرت نوح علیہ السلام کو اُس کی توفیق عنایت ہوئی تھی اس کے علاوہ اُس حقیقی باغبان نے آپ کی ذات معدن صفات کو رنگ برنگ کے معجزوں اور قسم قسم کے کمالات کا ایک حیرت انگیز گلدستہ بنا کر گلشن جہان کو معطر فرمایا۔

یعنی ولایت محبوبیت، اصطفا، تفکر، قرب کامل، شفاعت عظیم، کا فردن

سے جہاد، علم عرفان قضاء اجتہاد وفتویٰ دینا احتساب قرأت وغیرہا کمالات عنایت فرمائے مگر مکمل شہادت آپ کی ذات تقدس آیات میں نہ آیا تھا اور چونکہ منافی شان نبوت تھا اس لیے آپ میں نہ سمایا تھا اس میں مخفی بھید یہ تھا کہ اگر آپ لڑائی میں کفار کے ہاتھ سے علی الاعلان شہید ہوتے تو شوکت اسلام کی شکست کا موجب اور دین متین کے امور میں خلل واقع ہوتا اور اگر مخفی طور پر شہادت کا درجہ پاتے جیسے آپ کے بعض خلفائے راشدین کو ہوئی تھی تو بحسب العرف اس قسم کی شہادت کا اطلاق نہ ہوتا کیونکہ عرف میں شہادت اس کا نام ہے کہ آدمی غربت کی سخت گھاٹیوں اور سفر کے دشوار گزار راہوں میں مارا جائے اور اپنے اکثر اقرباء اعزاء کو اپنے سامنے شہید ہوتا دیکھے اور بعض کو اپنی مصیبت پر رلانے کے لئے اپنے سامنے زندہ چھوڑ جائے اس کی لاش چٹیل میدان اور دھوپ میں بغیر دفن پڑی رہے اس کی بیوی بچے بے رحم دشمنوں کے ہاتھ میں اسیر اور قیدی ہوں اُس کا مال لوٹا جائے اور یہ سب باتیں خاص اللہ عزوجل ہی کے لیے ہوں کسی دنیوی غرض کا شائبہ بھی مقصود نہ ہو۔

پس حکمت ازلی اور مشیت لم یزلی نے چاہا کہ یہ کمال بھی آپ کی ذات پاک میں آپ کی وفات اور خلافت کے زمانہ کے گزرنے کے بعد آئے آپ کی حیاتِ مبارکہ اور خلفاء کے زمانہ میں اس امر کا وقوع توہین اسلام کی وجہ سے نہ ہوا تاکہ اِس معزز اور مکرم ومحترم خاندان سے کوئی مرتبہ باقی رہ جائے۔ پس تقدیر خداوندی نے چاہا کہ اس مرتبہ سے حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کو جو آپ سے نہایت ہی قربت رکھتے تھے اور جو صورت وسیرت میں وحدت کا حکم رکھتے تھے مشرف فرمایا کہ ان دونوں شہزادوں کی وجہ سے سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مرتبہ ومقام حاصل ہو کیونکہ اولاد کی کسی قسم کی ایذاء وتکلیف درحقیقت ماں باپ

کی ایذا اور اُن کی خوشی ماں باپ کی خوشی کا باعث ہوا کرتی ہے۔

شہادت جلی اور شہادت خفی

شہادت کی دو قسمیں ہیں ایک شہادت جلی اور دوسری شہادت خفی۔ خفی شہادت سے تو حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ مشرف ہوئے۔ اور جلی شہادت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو مقسوم اور نصیب ہوئی اس لیے حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر نہ تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ آپ کے علاوہ اور کسی کو اطلاع دی اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر نے ایسی شہرت پائی کہ سب سے پہلے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اِس سے آگاہی بخشی اور ان سے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا۔

پس آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور چند لوگوں کو اِس واقعہ جان کاہ سے اطلاع دی۔ اور اُن سے اور لوگوں کو خبر ہوئی حتیٰ کہ رفتہ رفتہ صفحہ عالم پر اُس کا جھنڈا گڑ گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اِس خبر کے ساتھ ہی آپ کے قتل کی جگہ اور وقت اور قاتل کا نام ونشان بھی بتلا دیا تا کہ آپ کا غم اور تعزیت تا قیامت تک جاری رہے چنانچہ جو حدیثیں امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے باب میں مذکور ومرقوم ہیں ان سے یہ بیان صاف صاف ظاہر ہوگا۔

حب اہل بیت پر نصوص

قاضی شہاب الدین دولت آبادی رحمۃ اللہ علیہ رسالہ "مناقب السادات" میں اہل بیت کی محبت ومودت کے باب میں تحریر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کی بے حد محبت اور اُن کی اعلیٰ درجہ کی تعظیم وتکریم قرآن مجید اور احادیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى۔ (سورۃ شوریٰ)

ترجمہ: ''تم فرماؤ! اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت''۔ (کنزالایمان)

اِس آیت کی تفسیر میں صاحب کشاف فرماتے ہیں کہ اِس آیت کے نزول کے بعد صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! آپ کے قرابتی کون ہیں جن کی محبت و چاہت اور تعظیم و تکریم ہم پر واجب کی گئی ہے۔ فرمایا علی، فاطمہ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہما۔

فرمان رسول ﷺ

تفسیر کشاف کی ایک اور روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے پیارے خدا سے محبت کرو تا کہ ہر صبح کو اللہ کی نعمت کا شکر ادا ہو اور مجھ سے محبت کرو کیونکہ میں اللہ کا محبوب ہوں اور میری اولاد کو میری محبت کی وجہ سے پیار کرو۔

ترمذی میں اس حدیث کے یہ الفاظ ہیں:

قال رسول اللہ احبو اللہ لما یغذو کم من نعمتہٖ واحبونی یحب اللہ واحبوا اھل بیتی الحبی۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو رسول اللہ ﷺ کی محبت کا دعویٰ کرے اُسے آپ کی خوشنودی کے لیے ضروری ہوگا کہ آپ کے فرزندوں کو دل و جان سے دوست رکھے (یعنی محبت کرے)۔

صاحب کشاف، زاہد یہ سے نقل کرتے ہیں کہ جو شخص اہل بیت کو پیار کی آنکھوں سے دیکھتا ہے اور اُن کے ساتھ نیک سلوک کرتا ہے تو اللہ اُسے رحمت کی نگاہوں سے دیکھتا ہے اور اُس کے حق میں بکثرت نیکیاں لکھتا ہے۔

ایمان پر خاتمہ

کشاف میں ایک روایت یوں منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے لوگو ہوشیار ہو محمد ﷺ کی اولاد کی محبت پر جو کوئی مرے گا اس کا خاتمہ کامل ایمان پر ہوگا۔ جو شخص اولاد محمد ﷺ کی محبت میں جان دے گا وہ ثابت قدمی کے ساتھ (جہنم سے) گزر جائے گا۔ محمد ﷺ کی اولاد کی محبت میں مرنا شہادت کا ذریعہ ہے جو اولاد محمد ﷺ کی محبت میں جان و مال قربان کرے گا۔ اُسے جنت میں ایسے بناؤ سنگھار کے ساتھ بھیجا جائے گا جیسے دُلہن کو آراستہ کر کے شوہر کے گھر بھیجتے ہیں تم میں سے جو کوئی محمد ﷺ کے نواسوں کی محبت میں مرے گا اہل سنت و جماعت کے طریقہ پر مرے گا۔

روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص ہم کو یعنی ہمیں اور ہمارے اہل بیت کو دوست رکھے اور ہماری اور ان کی تعظیم و تکریم کرنے والے کو محبوب جانے اللہ تعالیٰ اُسے ہمارا ہمنشین بنائے گا۔

اِس روایت میں عام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبت کی طرف اشارہ ہوا ہے علاوہ اس کے اور بہت سی بے شمار ایسی حدیثیں ہیں جن سے آپ کی اولاد کی محبت کے وجوب کی دلیل نکلتی ہے ہم ان کا ایراد اِس مختصر میں مناسب مقام نہیں دیکھتے۔

فائدہ از مترجم

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا: اے لوگو! میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جن کی اطاعت فرض اور محبت واجب ہے۔ ایک کتاب اللہ اس میں نور اور ہدایت ہے اور دوسری میری اہل بیت ان کی محبت بھی تم پر فرض ہے۔ اہل بیت کے بارے

میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ انہیں ایذاء نہ دینا۔ (مسلم)

حسنین رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت

☆...... کتاب ''شرف النبوۃ'' اور ''در ر'' میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ:

''جس نے مجھے اور اِن دونوں بچوں کو اوران کے ماں باپ کو دوست رکھا وہ قیامت کے دن میرے ساتھ بہشت میں داخل ہوگا''۔

☆...... اور یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے ہمارے اہل بیت کی محبت کا تعویذ جان کر بازو پر باندھا اور اہل بیت کی محبت میں مرا یا میری محبت میں مارا گیا اُسے خوشی اور مبارک ہو اور ایسے شخص کے لیے جنت ہے''۔

شفاعت نصیب ہوگی

☆..... ''شرف النبوۃ'' میں یہ بھی مرقوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت کے دن چار قسم کے لوگوں کا میں ضرور شفیع ہوں گا۔ اگرچہ تمام اہل زمین کے گناہ اپنے ہمراہ لے کر آئیں:

(۱) وہ گروہ جو میری اولاد کی محبت اور تعظیم کرے۔

(۲) وہ جو اُن کی حاجت پوری اور مقصود پورا کرنے میں مصروف ہو۔

(۳) جو اُن کی پردہ پوشی کرنے والا ہو۔

(۴) وہ جو اُن کو دل وجان سے زیادہ محبت رکھے۔

گمراہی سے محفوظ

''مصابیح'' وغیرہ میں بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں: (۱) خدا کی کتاب اور (۲) اپنی عترت۔ جب تک تم ان دونوں کو مضبوط پکڑے رہو گے میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے''۔

☆...... ''تفسیر کشاف'' سے نقل کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میری اولاد میرے جگر کے ٹکڑے ہیں''۔

دوسری روایت میں کچھ الفاظ زائد ہیں کہ:

''جو شخص ہمارے بچوں کو شفقت کی نگاہ سے نہ دیکھے اور ہمارے بڑے فرزندوں کی دل سے تعظیم نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے''۔

اہل بیت پر ستم جنت حرام

''تفسیر کشاف'' اور ''اشرف النبوۃ'' میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میرے اہل بیت پر ستم کیا اور میری اولاد کی ایذا کے درپے ہوا اس پر یقیناً جنت حرام ہے۔ مصابیح کے یہ لفظ ہیں کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جگر کا ٹکڑا ہے اس کو ایذا دینا مجھ کو ایذا دینا ہے اور اسے غصہ میں لانا مجھے غصے میں لانا ہے۔

☆=☆=☆

باب اوّل

شانِ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما میں احادیث

خطبہ چھوڑ دیا

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ فرما رہے تھے کہ حضرت سیدنا امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما سرخ لباس پہنے ہوئے آئے۔ مسجد کے صحن تک آتے آتے۔ بچپن یا ضعف کی وجہ سے دونوں بچوں کے پاؤں لغزش کرنے لگے۔ چلنے میں گر پڑتے تھے یہ دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے اور دونوں صاحبزادوں کو گود میں لے کر منبر پر اپنے پہلو میں بٹھا کر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ تمہاری اولاد تمہارے مال تمہارے لیے آزمائش ہیں۔ میں نے ان دونوں بچوں کو دیکھا کہ چلنے میں گر پڑتے ہیں۔ تو مجھ سے یہ دیکھ کر صبر نہ ہوسکا۔ حتیٰ کہ خطبہ چھوڑ کر انہیں اٹھالیا۔

(ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم)

بوسہ دینا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اہل بیت میں آپ کو سب سے زیادہ کون پیارا ہے فرمایا: ''حسن و حسین رضی اللہ عنہما''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے فرمایا کرتے تھے کہ حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو بلاؤ۔ جب دونوں صاحبزادے گھر میں تشریف لایا کرتے آپ ان کے منہ کو بوسہ دیتے اور سونگھتے (کیونکہ وہ آپ کے دو پھول تھے) اور گلے سے لگاتے۔

پھولِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مَیں خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں گیا اور حسنین رضی اللہ عنہما حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کو بہت ہی پیار کرتے ہیں۔ فرمایا کیوں نہیں وہ میرے جسم کے باغ کے پھول ہیں (واضح ہو کہ ریحان بمعنی خوشبو اور فرزند کے آیا کرتا ہے)۔ (طبرانی)

عسکری امثال میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اولاد ماں باپ کے لیے ریحان ہوتے ہیں اور میرے ریحان حسن و حسین رضی اللہ عنہما ہیں۔

یہ حدیث بخاری میں عبدالرحمٰن ابن ابی نعیم سے یوں منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''حسن و حسین (رضی اللہ عنہما) دنیا میں میرے دو پھول ہیں''۔

شہزادوں سے محبت

محی السنہ امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو یعلی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما ایک دن دوڑتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ نے ایک کو اپنی گود مبارک میں لے لیا۔ پھر دوسرے کو بغل میں لے کر فرمایا یہ دونوں میرے بچے ہیں جو ان سے محبت رکھتا ہے وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک رات کسی کام کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا دیکھتا کیا ہوں کہ آپ

کپڑے میں کوئی چیز لپیٹے ہوئے باہر تشریف لائے مجھے ابھی معلوم نہ تھا کہ وہ کیا چیز ہے مگر جب میں اپنا مطلب عرض کر چکا اور ضروری کام سے فارغ ہو گیا تو عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ نے چادر سے کیا چیز لپیٹ رکھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے کپڑا اٹھا کر دکھلایا تو آپ کے دونوں کولھوں پر دونوں صاحبزادے تشریف رکھتے تھے، (یعنی دونوں صاحبزادوں کو آپ نے دونوں طرف گود میں لے کر چادر سے لپیٹ لیا جیسے کوئی نفیس اور محبوب چیز کو لپیٹ کر چلتا ہے) پھر آپ نے فرمایا کہ یہ دونوں میرے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ میں ان سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت رکھ اور ان سے محبت کرنے والوں سے محبت کر۔ (ترمذی، طبرانی)

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سیدنا امام حسن و حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما کو دیکھ کر دعا کی۔ الٰہی میں انہیں محبوب رکھتا ہوں تو بھی ان کو محبوب رکھ۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی دوستی کو سب کی دوستی پر ترجیح دے اور ان دشمنوں کو اپنا دشمن سمجھ کر دشمنی کر۔ (ابن ابی شیبہ، طبرانی کبیر)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص میری محبت کا دعویٰ کرے وہ پہلے حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو محبوب رکھے اور جس نے ان سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی۔ (طبرانی)

جنت میں داخل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے دوستوں کو میں دوست رکھتا ہوں اور جسے میں دوست رکھو اللہ تعالیٰ اس کو دوست رکھتا ہے۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ نے دوست رکھا وہ بہشت

میں ضرور داخل ہوگا۔اسی طرح جو حسنین سے دشمنی یا ان سے کسی قسم کی بغاوت کرے میں اس کا دشمن ہوں اور جس کا میں دشمن ہو جاؤں اللہ تعالیٰ اس کا دشمن ہے اور اللہ تعالیٰ کا دشمن ہونا دوزخ میں جانے کا باعث اور ابدی ہتک کا موجب ہے۔ (طبرانی)

فائدہ:

مخفی نہ رہے کہ ان حدیثوں میں اس بات کی صراحت ہے کہ یزید پلید اور اس کے اعوان و انصار جنہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہما کو شہید کیا ان کی جگہ دوزخ ہے۔

اہل جنت کے سردار

حاکم ابوسعید سے اور طبرانی حضرت عمر حضرت جابر، حضرت علی، حضرت ابوہریرہ حضرت اسامہ بن زید سے اور حضرت براء بن عدی، حضرت ابن مسعود سے اور ابن عساکر حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس سے اور ابن الاخضر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت سیدنا امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما بہشت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ (مسند احمد، ترمذی)

طبرانی نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اسی طرح نقل کی ہے لیکن اُس میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ مولیٰ کریم میں ان کو دوست رکھتا ہوں اور ان سے دشمنی کرنی درحقیقت مجھ سے دشمنی کرنی ہے۔

امام ابونعیم نے ''فضائل صحابہ'' میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدۃ النساء حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ میرے سوا جس قدر دنیا میں نبی ہوئے ہیں ان کی اولاد میں سے کوئی نہ کوئی نبی

ضرور ہوا ہے لیکن میری اولاد میں کوئی نبی نہ ہوگا ہاں میرے یہ دونوں نواسے حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ جو دونوں خالہ زاد بھائی ہیں جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ (طبرانی کبیر)

مطلب یہ ہے کہ سلسلہ نبوت انبیاء علیہم السلام کی اولاد سے قائم رہا ہے مگر میری اولاد میں نبوت نہ ہوگی کیونکہ رسالت کا خاتمہ اور نبوت کا سلسلہ مجھ پر ختم ہے اگر میری اولاد میں سے کوئی نبی ہوتا تو میں خاتم الانبیاء نہ رہتا ہر چند کہ میرے فرزند نبی نہیں ہیں تو بھی جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔

احترام میں کھڑا ہونا

ابن عساکر' ابن نجار اور حضرت سیدنا امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو میرے حسن و حسین (رضی اللہ عنہما) کو برا نہ کہنا کیونکہ وہ اولین و آخرین اہل جنت کے سردار ہیں۔

ضیاء، حذیفہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھے خوشخبری اور مبارک دی ہے کہ سیدنا حضرت امام حسن و سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما عرش کے دو گوشوارے ہیں۔ (ابن عساکر)

ابان، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل مجلس میں سے کوئی کسی کے لیے کھڑا نہ ہو مگر حضرت سیدنا امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما اور ان کی اولاد کے لیے تعظیماً کھڑا ہونا جائز ہے۔

فائدہ

واضح ہو کہ قاضی شہاب الدین دولت آبادی' صاحب تفسیر ''بحر مواج'' نے رسالہ ''مناقب اہل بیت'' میں بہت سی حدیثیں نقل کی ہیں جن میں سے بعض اس مقدمہ میں بھی بیان ہو چکی ہیں قاضی شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اس رسالہ کا

پورا ایک باب خاص قیام وتعظیم اولاد رسول اللہ ﷺ میں بیان کیا ہے۔

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا تعظیماً کھڑا ہونا

حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب میں شیخ ابوسعید ماوردی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سادات کی توقیر واحترام اور علویوں کی تعظیم واکرام میں اس درجہ مبالغہ کیا کرتے تھے کہ دیکھنے والے کہتے ہیں امام صاحب ایک دن مجلس میں کئی کئی دفعہ اٹھتے اور بیٹھتے تھے لوگوں کو چونکہ اس کا کوئی ظاہری سبب معلوم نہ تھا اس وجہ سے پوچھا کہ جناب کے بار بار اٹھنے کا کیا سبب ہے فرمایا ان بچوں میں ایک علوی بچہ ہے جب میں اس کو دیکھتا ہوں تو تعظیم کے لیے اٹھ کھڑا ہوتا ہوں۔

سادات بچوں کو دیکھ کر احتراماً کھڑے رہنا

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شیخ امان پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے احوال میں تحریر فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شیخ امان قدس سرہ طالب علموں اور دین کی راہ ڈھونڈنے والوں کو بیٹھ کر سبق وارشاد فرمایا کرتے تھے۔ جب سادات کے بچے کھیلتے کھیلتے سامنے آجاتے تو اٹھ کھڑے ہوتے۔ اور جب تک وہ کھیلتے رہتے آپ کھڑے ہی رہتے لوگوں نے جب اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا امان کو کیا طاقت ہے کہ اولاد رسول اللہ ﷺ کھڑی رہے اور امان بیٹھا رہے۔ (اخبار الاخیار)

جنت کا ناز کرنا

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب جنتی جنت میں داخل ہو چکے ہوں گے تو جنت بارگاہ الٰہی میں عرض کرے گی کہ یا رب تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ میں تجھے دو ستونوں سے زینت دوں گا حق جل وعلا فرمائے

گا کیا امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما سے میں نے تجھے زینت نہیں دی۔ پس جنت دلہن جیسا ناز کرے گی۔ (طبرانی کبیر)

طبرانی کبیر میں اور ابن مندہ وغیرہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ، امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہم کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض موت میں تشریف لائیں اور عرض کی بابا جان یہ دونوں آپ کے بچے حاضر ہیں ان کو بطریق ورثہ کچھ عطا کیجئے آپ نے فرمایا حسن رضی اللہ عنہ کو میں نے اپنی ہیبت اور سیادت بخشی اور حسین رضی اللہ عنہ کی میراث میری جرأت و سخاوت ہے۔

ابن عساکر وغیرہ یوں روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اپنے صاحبزادوں کو رسول کونین نبی الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت فیض مرتبت میں لائیں اور عرض کی بابا جان انہیں کچھ عطا فرمایئے فرمایا حسن رضی اللہ عنہ کو میں نے اپنا حلم اور ہیبت دی اور حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی غیرت اور شجاعت عطا کی۔

ازالہ وہم

ان دونوں احادیث سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث صفات کمال انسانی کے علاوہ اور کوئی چیز نہ تھی چنانچہ آپ نے حضرت سیدنا امام حسن و حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما کو وہی صفات وارثا عطا فرمائے اگر دنیاوی مال و متاع کو آپ میراث قرار دیتے تو اس میں سے کچھ نہ کچھ انہیں ضرور ارزانی فرماتے۔ پس جو حدیث کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کی جماعت کے سامنے بیان کی اور انھوں نے آپ کی تصدیق بھی کی کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم گروہ انبیاء کسی کے وارث نہیں ہیں اور نہ ہمارا کوئی وارث ہوگا۔ اس لیے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح صاحب کلینی نے اپنی کتاب میں اس روایت کو ذکر کیا اور اس

میں دو لفظ اور بھی زیادہ کیے ہیں کہ ہم درہم و دینار کے مالک نہیں ہیں۔ اِس سے اعتراض مذکور اور بھی تار عنکبوت کی طرح ٹوٹ گیا۔

چنانچہ بخاری کی روایت میں یوں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

نحن معاشر الانبیاء لا نرث و لا نورث۔

دوسری روایت میں ہے:

لا نرث دینارا ولا درھما۔

یعنی ہم انبیاء کے گروہ کسی کے وارث نہیں اور نہ ہمارا کوئی وارث ہوسکتا ہے۔ مطلب یہ کہ جو غنائم و اموال حق سبحانہ وتعالیٰ نے ہم کو عطا کیے ہیں وہ ہماری ملکیت نہیں بلکہ عام مسلمانوں کا حق ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے محبوب

امام احمد، ابوداؤد، ابن عساکر حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ حسن رضی اللہ عنہ مجھے زیادہ محبوب ہے اور حسین رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو۔

حسب ونسب کے اعتبار سے سب سے اعلیٰ

ابن لاخضر، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دن ہم لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا بادیدۂ نم تشریف لائیں رسول اللہ ﷺ نے پوچھا۔ بابا کی جان! تم اس قدر کیوں مغموم ہو اور کیوں روتی ہو۔ عرض کیا بابا جان! آپ کے لاڈلے حسن و حسین رضی اللہ عنہما کہیں باہر چلے گئے۔ اور نہ معلوم کہاں گئے۔ فرمایا قربان جاؤں میری بیٹی رو مت، اللہ تعالیٰ حسنین رضی اللہ عنہما کے حال پر رحیم ہے اس کے بعد آپ نے بارگاہ الٰہی میں یہ دعا فرمائی: مولیٰ کریم! اگر حسنین رضی اللہ عنہما جنگل میں ہوں تو اپنی بے حد مہربانی

سے ان کی حفاظت کراور اگر دریا میں ہوں تو بھی سلامت رکھ‘‘۔ اتنے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ غمگین نہ ہوں حسنین رضی اللہ عنہما دین و دنیا کے تاج ہیں اور ان کے والد ماجد دین و دنیا والوں سے بہتر و افضل ہیں۔ آپ نہ گھبرائیں دونوں صاحبزادے بنی نجار کے قبرستان میں تشریف رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی ان کی حفاظت کے لیے ایک فرشتہ بھیج رکھا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوگئے اور ہم حاضرین بھی آپ کے ساتھ ساتھ بنی نجار کے قبرستان تک پہنچے دیکھتے کیا ہیں کہ دونوں معصوم یعنی حضرت سیّدنا امام حسن و حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہما کو ایک فرشتہ گلے سے لگائے ہوئے اپنے پروں کا سایہ کیے ہوئے ہیں آپ نے حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو گلے سے لگا کر گود میں لے لیا اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو فرشتے نے آغوش میں اٹھا لیا۔ سب لوگ بالمشافہ اس حال کو دیکھ رہے تھے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہما نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ تکلیف نہ کریں صاحبزادے کو ہماری گود میں دے دیں۔ فرمایا کہ تم نے ابھی نہیں سنا کہ حسنین دین و دنیا میں بزرگ اور ان کے والد اہل دین و دنیا سے بہتر ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جو بزرگی اللہ تعالیٰ نے ان کو دی ہے میں آج اس کا اظہار کرتا ہوں اور ان کو بزرگی دیتا ہوں یہ کہہ کر خطبہ پڑھا اور فرمایا:

اے لوگو! کیا میں تم کو ان شخصوں کی فضیلت سے آگاہ نہ کروں جو نانا اور نانی کے اعتبار سے تمام لوگوں سے بہتر و افضل ہیں۔ حاضرین نے عرض کی جی ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: تمام لوگوں سے بزرگ ترین حسن و حسین رضی اللہ عنہما

ہیں جن کے نانا رسول اللہ ﷺ اور نانی حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں پھر فرمایا کیا میں تم کو ایسے لوگوں کی خبر نہ دوں جو ماں باپ کے اعتبار سے سب سے برگزیدہ ہیں عرض کی کیوں نہیں ۔ فرمایا: وہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما ہیں جن کے والد حضرت علی بن ابی طالب اور والدہ حضرت فاطمہ زہرا حضرت محمد (ﷺ) کی بیٹی ہیں پھر فرمایا کیا میں تمہیں ان شخصوں کی خبر دوں جو چچا اور پھوپھی کی حیثیت سے بہترین خلائق ہیں ۔ حاضرین نے عرض کی جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ، فرمایا وہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما ہیں جن کے چچا حضرت جعفر بن ابی طالب اور پھوپھی امہانی بنت ابی طالب ہیں پھر فرمایا کیا میں تم کو ایسے معزز حضرات کی خبر نہ دوں ۔ جو از روئے ماموں اور خالہ کے افضل ترین خلائق ہیں ۔ لوگوں نے عرض کیا ہاں فرمایئے یا رسول اللہ ﷺ، فرمایا وہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما ہیں جن کے ماموں حضرت قاسم ابن رسول اللہ ﷺ اور خالہ حضرت زینب بنت رسول خدا ہیں ہوشیار ہو جاؤ کہ ان کا باپ، ماں، نانی نانا، چچا، پھوپھی، ماموں، خالہ، وہ خود سب کے سب جنتی ہیں اور جو شخص ان سے محبت رکھے گا وہ بھی جنتی ہے اور ان کے دوستوں کو دوست رکھنے والا بھی جنتی ہے (یہ حدیث صحت کے درجہ کو پہنچ چکی ہے) اسی طرح طبرانی نے کبیر میں اور ابن عساکر نے بھی اسی قسم کی روایت نقل کی ہے مگر ہم اسے اختصاراً ترک کرنا مناسب جانتے ہیں ۔

فائدہ:

واضح ہو کہ احادیث مذکورہ کے مضامین متعلقہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما بحیثیات مذکورہ بلا شک بہترین خلائق اور افضل ترین مخلوق ہیں مگر اہل سنن کے نزدیک بالاتفاق حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بحیثیات دیگر رسول اللہ ﷺ کے بعد افضل البشر اور اکمل انس و جن ہیں ۔ اور وہ

وجوہات یہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی حیات و ممات میں ان دونوں برگزیدہ اہل اسلام اور دین برحق کے سچے حامیوں سے ایسے بے انتہا کام سرزد ہوئے ہیں کہ ویسے کسی اور سے نہیں ہوئے بے شمار اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے دلوں کو انہیں کی وجہ سے چین اور تسلی ہوئی انہیں حضرات کے وجود باجود سے لوگوں کو بکثرت منافع پہنچا۔

رسول اللہ ﷺ کی حیات و ممات میں انہیں دونوں حضرات نے ترویج اسلام فتح ممالک کفار۔ جہاد اعداء وغیرہ خدا کے پسندیدہ کاموں میں مال اور جانیں صرف کر دی علاوہ ازیں ان دونوں سچے مرشدوں اور قوم کے ریفارمروں اور دیگر صحابہ کے باب میں بہت سی اس قسم کی آیات واحادیث وارد ہوئی ہیں جن سے دل کو سرور آنکھوں کو نور حاصل ہوتا ہے۔ قطع نظر اس کے اہل سنت کا اعتقاد ہے کہ جس طرح اہل بیت کی محبت مسلمان کا فرض منصبی ہے اسی طرح تمام اصحاب رسول خدا کی محبت کا غاشیہ جان کے کاندھوں پر ڈالنا فرض ہے۔

چنانچہ بخاری اور مسلم کی روایت ہے کہ حضرت عمر بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے ''ذات السلاسل'' کے لشکر کا امیر بنا کر بھیجا میں آپ کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ترین کون ہے؟ فرمایا عائشہ (رضی اللہ عنہا) میں نے عرض کی مردوں میں سے آپ کے نزدیک محبوب کون؟ فرمایا! ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں نے عرض کی پھر کون؟ فرمایا! عمر (رضی اللہ عنہ) اس کے بعد اور کئی لوگوں کا نام آپ نے ذکر کیا یہاں تک کہ میں خاموش ہو گیا اس خوف سے کہ مبادا مجھے سب سے پیچھے ذکر کریں۔

صحابہ کی محبت ذریعہ نجات

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے بعد میرے اصحاب سے دشمنی نہ کرنا۔ جس نے انہیں دوست رکھا اس کے دل میں میری محبت کا کافی اثر ہے اور اسی میری محبت کی وجہ سے وہ ان سے محبت رکھتا ہے اور جو ان سے دشمنی رکھتا ہے درحقیقت اس کے دل کی زمین میں میری عداوت اور کینہ کا بیج پڑا ہوا ہے۔ جس نے انہیں ایذا دی درحقیقت اس نے مجھے ایذا دی اور مجھے ایذا دینا اللہ تعالیٰ کو ایذا دینا ہے اور جو خدا کی ایذا کا خواہاں ہوا عنقریب اللہ تعالیٰ اس سے مواخذہ کرے گا ماسوا اس کے اور بہت سی احادیث رسول اللہ ﷺ اور آیات کلام اللہ، صحابہ کے حق میں ایسی صراحت کے ساتھ وارد ہوئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کی عداوت دخول جہنم کا باعث ہے۔

ترمذی شریف کی حدیث ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے یعنی جب میرے صحابہ کو سب وشتم کرتے دیکھو تو کہا کرو اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو تم پر۔

اس حدیث مبارک سے صراحتًا معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کے دشمن ملعون ہیں اور اللہ تعالیٰ کی لعنت جہنم کا باعث ہے۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اہل بیت کی محبت بغیر صحابہ کرام کی محبت کے کسی کام نہیں آ سکتی ۔ دیکھئے اہل بیت کی بابت حضرت رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی طرح ہے جو شخص اس میں بیٹھ گیا ساحل نجات پر پہنچا اور جس نے اس پر بیٹھنا اچھا نہ سمجھا وہ بلا کے بھنور میں ڈوب گیا اور صحابہ کی شان میں فرماتے ہیں کہ میرے یار چمکتے ہوئے تاروں کی مانند ہیں۔ ان کی اقتداء ہدایت کا باعث ہے۔

پس غور کیجئے اندھیری رات میں کشتی کا بغیر تاروں کے چلنا ممکن نہیں

اسی طرح محبت اہل بیت کی کشتی بے رہنمائی ستارۂ محبت صحابہ کرام ایمان کے دریا میں چل نہیں سکتی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی درجہ بدرجہ فضیلت

"لطائف" میں امام فخر رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر کا خلاصہ بھی اسی کے قریب قریب ہے پس تمام صحابہ کرام میں باہم تفاضل مجملاً یوں سمجھنا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل بشر چاروں خلیفہ ہیں اور ان کے بعد عشرہ مبشرہ جن میں یہ چاروں خلیفہ بھی داخل ہیں پھر ان کے بعد اہل بدر کو تمام صحابہ پر بزرگی اور فضیلت ہے جن کی تعداد تین سو تیرہ ہے اور ان میں چاروں خلیفہ اور عشرہ مبشرہ بھی داخل ہیں اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کے اگلے پچھلے گناہ سب معاف کر کے برأت لکھ دی پھر ان کے بعد اہل اُحد کو بزرگی ہے اُحد ایک پہاڑ کا نام ہے جہاں ہجرت کے چار سال بعد مشرکین مکہ سے مسلمانوں کا مقابلہ ہوا اس لڑائی میں مسلمانوں کو سخت تکلیف پہنچی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دانت مبارک اسی لڑائی میں شہید ہوا جناب سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور ستر جلیل القدر صحابہ اسی معرکہ میں شہید ہوئے اب اس کے بعد ان حضرات کو بزرگی اور فضیلت ہے جنھوں نے ببول کے درخت کے نیچے اپنی بیش قیمت اور پیاری جانیں اور عزیز مال خدا اور اس کے برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں قربان کرنے پر خوشی خوشی بیعت کی جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ اپنی رضامندی اور خوشنودی کی خبر اس طرح فرماتا ہے:

اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ ؕ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ۔ (سورہ فتح)

ترجمہ: "وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔" (کنز الایمان)

اسی سورۃ کے دوسرے موقع میں ارشاد ہوتا ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا○ (سورۃ فتح)

ترجمہ: ''بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے تو ان پر اطمینان اتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا''۔ (کنز الایمان)

ان لوگوں کی تعداد تیرہ سو (۱۳۰۰) تھی جن میں خلفائے اربعہ اور عشرہ مبشرہ اور بدری اور اُحدی بھی داخل ہیں ان کے بعد پھر باقی اصحاب تمام امت سے افضل ہیں ہمارے علمائے سلف اور مشائخ خلف کا یہی اعتقاد ہے کتب مطولات اس سے مالا مال ہیں اور چونکہ یہ مقام اس قسم کی بحث اور مقاصد کا مقتضی اور مناسب بھی نہیں ہے لہٰذا اس کو یہیں ختم کر کے اصلی مقصد اور مطلب ذاتی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظر میں مقام حسنین رضی اللہ عنہم

ابوسعد السلمان، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اولیائے اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کو فتوحات نصیب ہوئیں اور اموال غنائم کثرت سے حاصل ہوئے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی شریف میں چمڑے کا ایک بڑا دستر خوان بچھا کر اس میں فتوحات کو رکھا اتنے میں حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا اے مسلمانوں کے خلیفہ اے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب۔ مسلمانوں کو جو مال اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمایا ہے اس میں سے ہمارا

حق ہمیں عطا کیجئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے برکت و کرامت فرما کر نہایت دلجوئی اور تشفی سے ایک ہزار درہم خدمت میں پیش کئے۔ تھوڑی سی دیر میں چھوٹے صاحبزادے یعنی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بھی تشریف لائے اور اپنے حق کے طالب ہوئے۔ انہیں بھی ایک ہزار درہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پیش کیے۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ آئے آپ نے انہیں پانچ سو درہم دیئے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد ماجد کی خدمت بابرکت میں عرض کی اے باباجان اے مسلمانوں کے پیشوا، آپ مجھے دیکھتے نہیں کہیں کیسا جوانمرد پرزور ہوں میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں جہادوں میں شریک رہا ہوں۔ میں اس وقت جہاد کرتا تھا جب حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی گلی کوچوں میں کھیلتے پھرتے تھے انہیں تو جناب نے ایک ہزار درہم عطا کیے اور مجھے پانچ سو دیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیحد افسوس کر کے فرمایا جان پدر! اگر تم اپنی ماں باپ نانا نانی چچا پھوپھی امام حسین رضی اللہ عنہ جیسے پیدا کر لو گے تب تم بھی ایک ہزار درہم کے مستحق بن جاؤ گے۔ ورنہ چھوٹا منہ بڑی بات۔ قانون ادب کے خلاف اور بے سود ہے۔ ان کے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ، والدہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا، نانا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم، نانی حضرت خدیجہ الکبریٰ چچا حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ، پھوپھی حضرت امہانی۔ ماموں حضرت ابراہیم و حضرت قاسم۔ خالائیں حضرت رقیہ اور حضرت کلثوم رضی اللہ عنہما جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں ہیں۔

اہل جنت کے چراغ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے کان اس بات کو یاد رکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) جنتیوں کے چراغ

ہیں۔ حضرت امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما ایک کثیر جماعت کو ہمراہ لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے در دولت پر تشریف لائے اور کنڈی کھڑکھڑائی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر آئے مصافحہ کیا مزاج پرسی کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے علی! تمہیں خدا کی قسم سچ کہو تم نے اپنے کانوں سے میرے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ لفظ سنے ہیں کہ عمر اہل جنت کا چراغ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک میں نے کانوں سے سنا اور میرا دل اسے یاد رکھتا ہے۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پس تو جناب آپ ہی اپنے مبارک ہاتھوں سے اس مبارک مضمون کو لکھ کر دیجئے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو وہ حدیث لکھ کر دی جس کا مضمون یہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو لکھ کر دی اور وہ اس بات کا ضامن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دی کہ خلیفہ ثانی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اہل جنت کے چراغ ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس نوشتہ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے لے کر اپنی اولاد کے سپرد کیا اور وصیت کی کہ جب دنیا سے گزر جاؤں تو غسل و تکفین کے بعد اس کو میرے کفن میں رکھنا تاکہ اسی نوشتہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے عالی شان دربار میں حاضر ہوں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو ان کی اولاد نے وصیت کے موافق کاغذ کفن میں رکھ دیا۔

اس بیان سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے والد ہونے سے اور دیگر کمالات کی وجہ سے ہے۔

علاوہ ازیں ان دونوں سچے دوستوں میں ایک ایسا اتحاد و اتفاق تھا کہ ہر ایک دوسرے کو اپنے سے بزرگ اور افضل جانتا تھا۔

افضل البشر بعد انبیاء

چنانچہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ عنہ "تکمیل الایمان" میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد ماجد حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کون شخص افضل البشر ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پھر ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پھر ان کے بعد کسی اور شخص کا نام لیا۔ محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی پھر اس شخص کے بعد آپ ہی کو بزرگی ہوگی۔ فرمایا مجھے کچھ فضیلت نہیں۔ میں تو اوروں جیسا ایک مسلمان ہوں۔

جنتی نام

"الصواعق المحرقہ" میں ہے کہ حضرت حسنین رضی اللہ عنہما کی فضیلت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسن و حسین رضی اللہ عنہما بہشت کے نام ہیں۔ ایام جاہلیت میں عرب نے ان دو اسموں سے کبھی کسی کو مسمّٰی نہیں بنایا یعنی یہ دونوں کسی شخص یا کسی چیز کے نام نہیں ہوئے۔

رسول اللہ کا بوسہ دینا

"تہذیب التہذیب" میں جریر بن عثمان، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف جرشی رضی اللہ عنہ سے اور وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ میری آنکھیں وہ

سماں دیکھے ہوئے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی زبان مبارک سے حسنین رضی اللہ عنہما کے ہونٹ اور چہرہ کو چومتے تھے اور جس کے ہونٹ اور چہرہ کو رسول اللہ ﷺ بوسہ دیں وہ قطعی جنتی ہے۔

☆=☆=☆=☆

باب دوم

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا ذکر

(یہ باب چھ (۶) پر مشتمل ہے)

فصل اوّل میں حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت اور دوسرے مناقبات کا ذکر ہے۔

فصل دوم میں حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی کنیت اور لقب کا تفصیلی بیان ہے۔

فصل سوم میں ان احادیث کا تذکرہ ہے جو صرف حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے مخصوص ہیں۔

فصل چہارم میں حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے مختلف احوال کا مختصر سا بیان ہے۔

فصل پنجم میں حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت اور اس کا قصداً اور ارادۃً ترک کرنا بیان ہوگا۔

فصل ششم میں آپ کی شہادت کا واقعہ اور تجہیز و تکفین کی تشریح و تفصیل بیان ہوگی۔

☆=☆=☆

فصل اوّل

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت ہجرت کے تیسرے برس ماہ رمضان المبارک کی پندرہ تاریخ کو مدینہ منورہ میں مکمن غیب سے منصۂ ظہور میں حضور نے قدم رکھا ہر چند کہ بعض مؤرخین پندرہ شعبان المعظم اور پانچ شعبان المعظم کے بھی قائل ہیں اور بعض کے نزدیک آپ کی ولادت سنہ چار یا پانچ میں واقع ہوئی ہے مگر پہلی روایت بہت صحیح ہے۔ غرض کہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ پہلے لڑکے ہیں۔ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پہلے یہی صاحبزادے پیدا ہوئے۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے تولد کا وقت قریب ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا اور حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا اور فرمایا تم جا کر فاطمہ رضی اللہ عنہا پر آیۃ الکرسی اور معوذ تین پڑھ کر دم کرنا مگر ''فصول المھمہ'' میں اس طرح منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بھیجا اور ارشاد فرمایا کہ جب بچہ پیدا ہو تو میرے آنے تک اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہہ دینا اس سے پہلے اور کوئی کام نہ کرنا جب امام حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو ان بیبیوں نے ایسا ہی کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کی آپ خوشی خوشی جلدی سے تشریف لائے اور یہ دعا پڑھی:

اللھم انی اعوذبك ولدہ من الشیطان الرجیم۔

ترجمہ: ''اے اللہ میں علی کے بیٹے اپنے لخت جگر کو شیطان مردود

سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔"

حیض ونفاس سے پاک

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے پیدا ہونے کے وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی جس طرح کہ عورتوں کو جننے کے بعد خون آیا کرتا ہے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نہ آیا میں نے یہ تعجب آمیز اور حیرت انگیز بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی آپ نے فرمایا میری بیٹی اس نجاست کی آلودگی سے پاک ہے وہ حیض ونفاس سے بالکل منزہ ہے۔

فائدہ:

چونکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حیض ونفاس سے پاک تھیں اسی وجہ سے آپ کو "زہرا" کہتے ہیں۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت عیسیٰ بن مریم اور حضرت یحییٰ بن زکریا علیہم السلام چھ مہینے میں پیدا ہوئے اسی وجہ سے اہل شریعت نے حمل کی کل مدت چھ مہینے قرار دیئے ہیں۔ (واللہ اعلم)

نام کا انتخاب

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا مبارک نام پہلے آپ نے "حرب" رکھا تھا ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا اس بچے کو مجھے دکھاؤ اے علی (رضی اللہ عنہ) تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کی اس کا نام میں نے "حرب" رکھا ہے فرمایا اس کا نام حسن رکھو اسی طرح امام حسین اور محسن کے نام میں آپ نے تبدیلی فرمائی یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان بیٹوں کا نام بھی حرب ہی رکھا تھا۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے عوض حسین اور محسن رکھا۔

اکثر محدثین فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے بچوں کا نام حضرت ہارون علیہ السلام کے بچوں کے نام پر رکھا ہے حضرت ہارون علیہ السلام کے بچوں کا نام شبر، شبیر اور مبشر تھا، شبر، تو، حسن کا نام، شبیر، حسین کا نام اور، مبشر، محسن کا نام رکھا۔

چنانچہ دار قطنی میں اس کا مفصل بیان موجود ہے۔ صاحب قاموس فرماتے ہیں شبر کبتم اور شبیر کقیر اور بمشر کمحدث حضرت ہارون علیہ السلام کے صاحبزادوں کا نام ہے اور ان ہی کے نام پر حضور ﷺ نے حسن و حسین اور محسن اپنے صاحبزادوں کے نام رکھے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حسن رضی اللہ عنہ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس لائی اسی وقت رسول اللہ ﷺ بھی تشریف لائے تو مجھے فرمایا اے اسماء، میرے بیٹے کو میرے پاس لا، میں نے حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو زرد چڑے میں لپیٹ کر آپ کو دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کپڑے کو علیحدہ کر کے مجھ سے فرمایا کہ کیا میں نے بچے کو زرد چڑے میں لپیٹنے سے منع کیا ہے میں نے اسی وقت امام حسن رضی اللہ عنہ کو سفید کپڑے میں لپیٹ کر آپ کی گود میں دے دیا آپ ﷺ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کے سیدھی کان میں اذان اور بائیں میں اقامت پڑھی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس بچے کا کیا نام رکھا ہے انھوں نے عرض کی میں اس کے نام رکھنے میں آپ ﷺ سے کس طرح سبقت کرتا مجھے ہرگز مناسب نہ تھا کہ آپ سے پہلے میں اپنی طرف سے اس کا کچھ نام رکھ دیتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں بھی اس کے نام میں اللہ تعالیٰ کے حکم پر سبقت نہیں کرتا پھر اچانک حضرت جبرئیل امین علیہ السلام آئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ، اللہ تعالیٰ سلام کے بعد فرماتا ہے کہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ہارون علیہ السلام کا مرتبہ مرحمت فرمایا ہے ان کے فرزند کا نام بھی حضرت

ہارون علیہ السلام کے فرزند جیسا رکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ہارون علیہ السلام کے فرزند کا کیا نام تھا' کہا ''شبر'' فرمایا چونکہ میری زبان عربی ہے لہٰذا عربی میں ''شبر'' کا ترجمہ کر کے بتاؤ۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی کہ عربی میں ''شبر'' کا ترجمہ ''حسن'' ہے۔ آپ اس کا ''حسن'' نام رکھئے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ''حسن'' نام رکھا اسی طرح جب ایک سال کے بعد حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو ان کا نام حسین جو ''شبیر'' کا ترجمہ ہے رکھا۔

اور ایک روایت میں آیا ہے کہ پہلے ''حسن'' کا نام لوگوں نے ''حمزہ'' رکھا تھا جب ''حسین'' پیدا ہوئے تو ان کا نام ''جعفر'' رکھا اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے وحی کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ ان دونوں بچوں کا نام بدل کر ''حسن وحسین'' رکھا جائے۔

اس بیان سے یہ بھی ثابت ہوا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے پیدا ہونے تک امام حسن رضی اللہ عنہ کا امام حمزہ رضی اللہ عنہ ہی رہا۔ ہاں امام حسین رضی اللہ عنہ کی پیدائش کے بعد آپ کا نام حسن رکھا گیا۔

''تاریخ الخلفاء'' میں ہے کہ یہ دونوں نام (حسن وحسین) اللہ تعالیٰ نے مخلوق سے مخفی رکھے تھے۔ کسی پر ان کا اظہار نہ کیا تھا۔ حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا یہ نام رکھا۔

حاکم، حضرت جابر اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حسنین کا ختنہ اور عقیقہ ولادت کے ساتویں روز ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے دو مینڈھوں کے ساتھ عقیقہ کر کے لوگوں کو خیرات کیا۔ دایہ کو بھی اس میں سے ایک ران مرحمت فرمائی۔

نسائی کی روایت میں عقیقہ کے باب میں دو ہی مینڈھے آئے ہیں۔

''فصول المهمہ'' میں ہے کہ امام حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت کو جب سات دن گزر رے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور گھر والوں سے پوچھا تم نے اس بچے کا کیا نام رکھا۔ انہوں نے عرض کی جناب اس کا نام حرب ہے فرمایا نہیں اس کا نام حسن رکھو۔ یہ کہہ کر عقیقہ کی تیاری میں مصروف ہوئے اور بنفس نفیس ایک مینڈھا عقیقہ میں قربانی کیا۔ پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ حسن کے سر کے بال اترواؤ اور اس کے بالوں کے برابر چاندی خیرات کردو۔ یہی وجہ ہے کہ امتیوں پر مولود کے سر کے بال برابر چاندی خیرات کرنا سنت ہے۔

☆=☆=☆=☆

فصل دوم

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی کنیت اور القاب

اس میں تو شاید کسی کو بھی اختلاف نہ ہوگا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے حقیقی نسب کو جو فضیلت ہے وہ کسی اور فرد کو نہیں۔ گو اضافی فضیلت میں کسی قدر اختلاف ہے۔ آپ کا نسب آفتاب کی طرح اوجِ سپہر پر تاباں اور درخشاں ہے۔ جیسا کہ کسی کہنے والے نے کہا ہے ۔

نسب کان علیه من شمس الضحیٰ نور من الفلق المصابیح عمود

چونکہ آپ کا نسب اظہر من الشمس اور امین من الامس ہے۔ حتیٰ کہ مخالف بھی اس بزرگی کا لوہا مانے ہوئے ہیں۔ لہٰذا اس کے بیان کی چنداں ضرورت نہیں رہی۔ آپ کی کنیت سو باتفاق علماء ابو محمد ہے۔ اور نقی۔ تقی۔ زکی۔ طیب۔ سبط و ولی کے ساتھ ملقب تھے۔ مگر آپ کا سب سے زیادہ معروف و مشہور لقب سید ہے۔ چنانچہ آئندہ فضائل میں اس کا کچھ بیان آئے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت

آپ کی خوبصورتی کی بابت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے بجز امام حسن رضی اللہ عنہ کے اور کسی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زائد مشابہ نہیں دیکھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حسن تو سر سے سینے تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ تھے اور حسین سینے کے نیچے سے پاؤں تک صلی اللہ علیہ وسلم تک۔

حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رسالہ حلیہ مبارک میں تحریر فرماتے ہیں کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار فائض الانوار سے آپ کی حیات شریف میں مشرف نہ ہوا ہوتا اور وفات کے بعد آپ کو خواب میں دیکھ

کر صحابہ کے سامنے بیان کرتا صحابہ اس سے حضور ﷺ کے جمال با کمال کی تشبیہ پوچھتے۔ پھر اگر وہ شخص آپ کے جمالِ عالم آراء کی تشبیہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ دیتا تو اس کے خواب کی تصدیق کرتے اور اگر امام حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں وہ تصویر نہ سماتی۔ تو اس کا خواب جھوٹا جانتے۔

بخاری شریف میں ایک روایت یوں بھی آئی ہے کہ ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایام خلافت میں نماز پڑھ کر مسجد سے نکلے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ تشریف رکھتے تھے۔ مسجد کے آگے امام حسن رضی اللہ عنہ محلّہ کے بچوں میں کھیل رہتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تاب نہ رہی فوراً ان کو اپنے کندھے پر اٹھا لیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مسکرا کر بطور خوش طبعی فرمایا علی یہ صاحبزادے بالکل رسول اللہ ﷺ سے مشابہت رکھتے ہیں۔ آپ کی مشابہت ان میں پائی نہیں جاتی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ کہہ رہے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ازراہ خوشی تبسم فرما رہے تھے۔

حلیہ مبارک

امام حسن رضی اللہ عنہ کا حلیہ مبارک صحیح روایتوں میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ آپ کا نازک جسم سفید سرخی غایت درجہ کے ملائم۔ آپ کے سینہ مبارک سے زیر ناف تک بالوں کا ایک باریک اور سیاہ خط کشیدہ تھا۔ پھیلی ہوئی داڑھی گھن دار، گھونگر والے بال جو اکثر وقت کندھوں تک رہتے آپ کی نازک اور سڈول گردن دیکھنے والوں کو خالص چاندی کی صراحی معلوم ہوتی تھی۔

تمام اعضاء بڑے بڑے مگر نازک تھے۔ سینہ بہت فراخ اور وسیع تھا۔

آپ کا مبارک قد میانہ تھا نہ تو اس قدر دراز کہ برا معلوم نہ ہو نہ غایت درجہ کوتاہ۔ آپ کے حسن میں ایک اس قسم کی ملاحت اور نمکینی تھی کہ کسی شخص کے چہرہ

میں نہ دیکھی گئی۔ آپ متناسب الاعضاء تھے اور موضوع الاجزاء تھے۔ کبھی کبھی خضاب بھی کیا کرتے تھے۔ آپ کے بال گھونگروالے ناخونے نہایت سیاہ تھے۔

فصول میں آیا ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی کا نقش "اَلْعِزَّةُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ" تھا۔

☆=☆=☆=☆

فصل سوم

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی شان میں احادیث مبارکہ

یہ میرا بیٹا سید ہے

"فصول المهمه" میں حافظ عبدالعزیز نقل کرتے ہیں کہ سفیان بن الحارث الثقفی کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے حال میں دیکھا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ آپ کے پہلو مبارک میں تشریف رکھتے تھے اور جس طرح واعظوں کی عادت ہوا کرتی ہے۔ کبھی تو حضرت شفقت اور محبت کی وجہ سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف اور کبھی وعظ و نصیحت کے لیے اور لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ اسی اثناء میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان فیض بنیان سے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ یہ میرا بچہ سید ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ اس بچے کے سبب سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح پیدا کرے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنی آنکھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ آپ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو کندھے پر بٹھائے فرما رہے تھے مولیٰ کریم! میں اس کو دوست رکھتا ہوں تو بھی دوست رکھ۔ (بخاری، مسلم، ترمذی)

سوار بھی اچھا ہے

ترمذی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو کندھے پر بٹھائے ہوئے ایک گلی میں تشریف لئے جا رہے تھے۔ کسی نے کہا اے بچے سواری کتنی اچھی ہے تو رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا سوار بھی تو اچھا ہے۔

خلاصہ حدیث کا یہ ہے کہ سواری تو اچھی ہی ہے مگر سوار بھی اچھا ہے۔

اس میں امام حسن رضی اللہ عنہ کی کمال تعریف اور بے حد خوبی بیان کی گئی ہے۔

سوار دوش رسول خدا سلام علیک
وہ حسن مجتبٰی سید الاسخیاء
راکب دوش عزت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت)

یہ میرا بیٹا سید ہے

حافظ ابو نعیم، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن ہمیں نماز پڑھا رہے تھے آپ سجدہ ہی میں تھے کہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ آئے اور آپ کی پیٹھ پر سوار ہو گئے (اور یہ واقعہ اس زمانہ کا ہے کہ امام حسن ابھی بچے تھے) کبھی کبھی گردن مبارک پر بیٹھ جاتے رسول اللہ ﷺ نے نماز ہی میں ان کو آہستگی اور سہولت کے ساتھ اتارا نماز سے فراغت کے بعد لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ، نماز میں جو افعال آپ امام حسن کے ساتھ کرتے ہیں اس طرح اور کسی کے ساتھ نہیں کرتے۔ فرمایا کہ یہ میرا بیٹا سید، ریحان اور میرا لخت جگر ہے اس کے وجود باجود کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی بڑی دو جماعتوں میں صلح پیدا کرے گا۔

محبوب حبیب کبریا

بخاری، مسلم، ابن ماجہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا میں ایک دن حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا مگر آپ خلاف عادت راستہ میں مجھ سے کوئی گفتگو نہ کی نہ میں آپ سے بول سکا یہاں تک کہ

آپ بنی قینقاع کے بازار تک پہنچے اور وہاں سے واپس ہوتے ہوئے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا بچہ کہاں ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں دروازہ پر کھڑا ہوا رہا تھا کہ آپ کو اس قدر دیر ہوئی شائد اس کی وجہ یہ ہو کہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو نہلا دھلا کر کپڑے پہنانے کی تیاری کر رہی ہوں۔ ابھی تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ باہر سے دوڑتے ہوئے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ فیض گنجینہ سے چمٹ گئے اور آپ بھی ان کے گلے لگ گئے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! میں اس بچے کو دل و جان سے محبوب رکھتا ہوں تو بھی اپنے فضل سے اس پر دوستی کا سایہ ڈال اور ہمیشہ محبت رکھ۔

دوسری روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ میں اسے اور اس سے محبت کرنے والے سے محبت رکھتا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی محبت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جس روز سے یہ کلمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اس روز سے حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے سوا مجھے اور کوئی زیادہ محبوب نہیں ہے۔

سجدہ طویل کردیا

حضرت عبداللہ بن شداد بن الہاد اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب یا عشاء کی نماز کے لیے مسجد میں تشریف لائے اور حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ہمراہ تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو علیحدہ ایک جگہ بٹھا دیا اور خود نماز میں مشغول ہوئے مگر سجدہ میں اس قدر دیر کی کہ اِس سے پہلے کبھی اتنی دیر نہ کی تھی۔

راوی حدیث کے والد کہتے ہیں مجھ سے نہ رہا گیا سر اٹھا کر کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ آپ کی پشت مبارک پر تشریف رکھتے ہیں ۔میں یہ دیکھ کر دوبارہ سجدہ میں گر پڑا جب نماز پڑھ چکے تو حاضرین نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے سجدہ کی بے اندازہ تاخیر سے ہمیں گمان ہوا کہ یا تو کوئی نیا حکم نازل ہوا ہے یا سجدہ میں وحی آئی ۔کیا بات تھی ۔ارشاد فرمایا اے میرے غمگسارو یہ دونوں باتیں نہ تھیں اصل بات یہ تھی کہ حضرت سیّدنا امام حسن (رضی اللہ عنہ) سجدہ میں میری پشت پر سوار ہو گیا تھا میں نے اضطرابی اور جلدی کے ساتھ اپنی پشت سے اُسے اتار دینا اچھا نہ جانا اور اس بات کا منتظر رہا کہ یہ خود ہی اپنی خوشی سے اتر جائے تو سجدہ سے اٹھوں۔

(امام احمد، نسائی، حاکم، بغوی، طبرانی، بیہقی)

بزرگی اور مرتبہ میں بلند تر

ابن عساکر، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے خدا کے بندوں گوش دل سے سنو! حضرت سیّدنا امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما ،کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس درجہ کمال عطا ہوا ہے کہ اس قدر بزرگی و مرتبہ کمال حضرت آدم علیہ السلام کی تمام اولاد میں سوائے حضرت یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام کے اور کسی کو نہیں ملا۔

مسلمانوں کے لیے مبارک وجود

حافظ ابوزکریا یحییٰ بن معین المری الغطفانی البغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فوائد میں اور بیہقی ''دلائل النبوۃ ''میں اور خطیب اور ابن عساکر اور ضیاء حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دو دفعہ نہیں بارہا فرمایا ہے کہ یہ میرا لخت جگر سید (سردار) ہے البتہ اللہ تعالیٰ اس فرزند و دلبند کے وجود

باوجود سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہ میں صلح کرائے گا۔

یہی روایت ''ابوداؤد'' میں اس طرح آئی ہے کہ یہ میرا فرزند جنت کے جوانوں کا سردار ہے مجھے امید ہے کہ میری امت کے دو بڑی جماعتوں میں اس کی وجہ سے صلح ہوگی۔ مگر ترمذی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس سے بھی زائد مختصر روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بچہ سردار ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے ہاتھ پر صلح موقوف رکھی ہے اور یہی روایت ''طبرانی کبیر'' میں دو طریق سے روایت کرتے ہیں جن کا مضمون بعینہ ماسبق کی حدیث کا ہے۔

جنت کے سردار

ابویعلی، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے جو شخص جنت کے سرداروں کے دیکھنے کی آرزو رکھتا ہو اُسے چاہئے کہ حسن کو دیکھے۔

ابن سعد، حضرت ابوسلمہ بنت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان کی سرخی دیکھ کر خوشی سے اس کی طرف دوڑتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان مبارک حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں بے تکلف دے دیتے علیہ السلام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت

ابن سعد، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سب سے زیادہ محبوب اور مشابہت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت سیّدنا امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ کی محبوبیت اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ امام حسن رضی اللہ عنہ بارہا سجدہ کی حالت میں آتے اور آپ کی مبارک پیٹھ پر سوار ہو جاتے تھے۔ آپ سجدہ ہی میں پڑے رہتے اور ان کی تکلیف گوارا نہ فرماتے تا وقتیکہ حضرت سیّدنا امام

حسن رضی اللہ عنہ خود نہ اترتے آپ اپنی پشت مبارک سے نہ اتارتے۔

راوی حدیث کہتے ہیں یہ تو میں نے اکثر دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کی حالت میں اپنے دونوں مبارک پاؤں کو کھول دیا کرتے تھے اور حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ آپ کے دونوں مبارک پاؤں سے نکل کر سامنے آ بیٹھتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کوئی ایسا وقت مجھ پر ہرگز نہیں گزرا کہ حضرت سیّدنا امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما میرے سامنے آئے ہوں اور میری آنکھیں اشکبار نہ ہوئی ہوں۔یعنی جب میں حضرت سیّدنا امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو دیکھتا بے اختیار رو دیتا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دولت خانہ سے باہر تشریف لائے۔ میں مسجد میں بیٹھا تھا آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور میرے سہارے سے بنی قینقاع کے بازار تک تشریف لے گئے۔ بازار سے واپسی پر مسجد میں آئے تھوڑی ہی دیر بیٹھے تھے کہ فرمایا حسن رضی اللہ عنہ کو بلاؤ۔صاحبزادہ دوڑتے ہوئے آئے اور آپ کی گود میں بیٹھ گئے آپ حسن رضی اللہ عنہ کے منہ کو کھولتے اور اپنا منہ اُن کے منہ پر ملتے اور فرماتے تھے مولیٰ کریم اے قادر ومختار میں اس سے محبت رکھتا ہوں اور اس کے محبت کرنے والوں کو بھی دل سے محبوب رکھتا ہوں۔تو بھی اس سے محبت رکھ اور یہ کلمہ تین مرتبہ مکرر فرمایا۔ (بیہقی)

حاکم۔ محمد بن الاسود بن خلف سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو پکڑتے اور ان کے پیارے پیارے چہرے کو بے حد شفقت سے چوم کر فرماتے کہ اولاد آدمی کو نامردی اور بخل کا

دھبہ لگاتی ہے۔ یعنی اُن کی محبت میں ایسا مستغرق ہو جاتا ہے کہ ان کی آسائش کے لیے مال خرچ کرنا اور جان دینے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے محبت رکھے

حاکم، حضرت زبیر بن الاعمر سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت سیّدنا امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کھڑے ہوئے خطبہ فرمارہے تھے کہ ازد اور شنو کے قبیلوں سے ایک شخص کھڑا ہوا ازد اور شنودو قبیلہ کے نام ہیں۔ ان میں سے ایک بڑا قبیلہ ہے اور ازد اس سے چھوٹا مطلب یہ ہے کہ ازد کے قبیلہ میں سے جو شنو میں سے تھا (ایک شخص اٹھا) اور پکار کر کہا اے لوگوں میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ حسن رضی اللہ عنہ کو بیٹھائے چادر کے اندر، ران پر چھپائے ہوئے بیٹھے فرمارہے تھے جس کو مجھ سے محبت ہو وہ حسن رضی اللہ عنہ سے محبت رکھے اور حاضر غائب کو اس کی اطلاع دے دے اگر مجھے حدیث کے چھپانے میں عذاب الٰہی کا خوف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی و کرامت اور آپ کی گفتار شریف کی عظمت کا خیال نہ ہوتا تو اس وقت یہ حدیث کبھی بھی بیان نہ کرتا۔

جس نے اسے ایذاء دی اس نے مجھے ایذاء دی

طبرانی کبیر میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن ہم سب صحابہ بیٹھے ہوئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواب راحت میں تھے اتنے میں حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ آئے اور آپ کے سینہ فیض گنجینہ پر بیٹھ کر پیشاب کر دیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اس ارادہ سے کہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو آپ کے سینہ مبارک سے الگ کردوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا

آپ کی آنکھ کھل گئی اور فرمایا اے انس خرابی ہو میرے فرزند، میرے دل کے ثمرہ کو مجھ سے علیحدہ نہ کر خدا کی قسم اس کی ایذا سے مجھے ایذا ہوتی ہے اور جو شخص میری تکلیف کے در پے ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو تکلیف اور مشقت کی ولدل میں مبتلا رکھے گا۔

ابوداؤد طیالسی، حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو مجھے دوست رکھنا چاہے وہ پہلے حسن (رضی اللہ عنہ) کو دوست رکھے۔

مولیٰ کریم ان سے محبت فرما

تہذیب میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مجھے اور حسن رضی اللہ عنہ کو پکڑتے اور گود میں لے کر فرماتے: مولیٰ کریم میں ان دونوں بچوں کو دوست رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت اور پیار کر۔

فائدہ:

واضح ہو کہ حضرت اسامہ، حضرت زید رضی اللہ عنہ کے فرزند اور حضرت زید، رسول اللہ ﷺ کے متبنیٰ اور آپ کے محبوبوں میں سے ہیں۔ ان کا قصہ صحیح طور پر یوں مرقوم ہیں کہ حکیم بن خزام حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے شام کے ملک میں تجارت کو گئے اور وہاں سے کئی غلام اپنے ساتھ لائے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی سفر کی مبارکباد دینے گئیں۔ حکیم نے کہا اے پھوپھی ان غلاموں میں سے جو آپ کو پسند ہو ایک غلام لے لیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ان میں سے حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کو پسند کر کے گھر میں لے آئیں اور کچھ دن اپنے پاس رکھ کر رسول اللہ ﷺ کو دے دیا آپ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو غلاموں کی طرح رکھنا پسند نہ کیا بلکہ آزادی کا تمغہ پہنا کر فرزندی میں قبول کیا اور یہ واقعہ وحی کے نزول سے پہلے واقع ہوا تھا۔ وہاں حضرت زید رضی اللہ عنہ کے باپ حارث کا فرزند کے

فراق میں بُرا حال ہوا تمام جہان میں ڈھونڈ ھتا ہوا مکہ تک پہنچا۔ اور پتہ لگا کر یہاں تک آیا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر بار بار اس کی آنکھیں اور پیشانی چومتا اور روتا تھا۔ خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس کی یہ محبت اور سوز وگداز معائنہ فرمایا تو حضرت زید رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر تیری خوشی ہو تو یہاں رہو ورنہ اپنے باپ کے ساتھ چلے جاؤ اور اپنے وصال سے اس کی آنکھیں ٹھنڈی رکھو۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے آپ کے جواب میں صرف اتنا کہا کہ مجھے آپ کی خدمت میں غلام بن کر رہنا اس سے زیادہ محبوب ہے کہ باپ کے ہمراہ سردار بن کر رہوں۔ یعنی آپ کی غلامی کو باپ کی سرداری پر محبوب رکھتا ہوں جب تک دم میں دم ہے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدموں سے دور نہ ہوں گا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے بھی آپ ایسے ہی محبت رکھتے تھے جیسے حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے محبت فرماتے۔ چنانچہ اپنی دعا اور محبت میں حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس کو بھی شریک کیا کرتے تھے۔ مگر جب آیہ کریمہ ''ادعوهم لابائهم'' نے نزول اجلال فرمایا اس وقت سے حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ مشہور ہو گئے تھے۔

ضروری وضاحت

علماء محدثین کو اس بارے میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پر کون شخص ایمان لایا۔ بعض حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کہتے ہیں۔ بعض حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے قائل ہیں۔ بعض حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف گمان کرتے ہیں۔ بعض حضرت زید رضی اللہ عنہ کے قائل ہیں۔ مگر علماء محققین ان مختلف قولوں میں یوں تطبیق دیتے ہیں کہ عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایمان لائیں اور آزاد بالغ مردوں میں اوّل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مشرف باسلام

ہوئے۔ بچوں میں سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ ایمان لائے غلاموں میں پہلے پہل حضرت زید رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔

رضی اللہ عنہ عن کل اصحاب رسول اللہ ﷺ اجمعین۔

☆=☆=☆

فصل چہارم

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے خصائص

شاھد ومشہود کا معنی

تفسیر واحدی میں حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے تعریف ذکا کی بابت لکھا ہے کہ ایک شخص بیان کرتا ہے میں مسجد نبوی شریف میں آکر دیکھا کہ ایک شخص جماعت کثیرہ میں بیٹھا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرر ہا ہے۔ میں نے اُس محدث سے پوچھا کہ ''شاہد مشہود'' کے معنی بیان کیجئے فرمایا کہ شاہد سے مراد جمعہ کا دن اور مشہود سے عرفہ کا دن مقصود ہے۔ پس میں اورلوگوں کے پاس جو مسجد نبوی شریف میں وعظ بیان فرمار ہے تھے گیا اور انہیں دونوں لفظوں (شاہد ومشہود) کے معنی پوچھے انھوں نے بھی اُسی کے قریب قریب بیان کیا جو پہلے محدث نے بیان کیا تھا یعنی شاہد جمعہ کا دن ہے اور مشہود قربانی کا دن۔ پھر میں وہاں سے ایک اور جوان شخص نورانی چہرہ کے پاس جولوگوں کو وعظ کرر ہا تھا گیا اوران سے اِن دو لفظوں کے معنی دریافت کیے۔ اس جوان نے جواب دیا اے سائل شاہد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور مشہود قیامت کا دن۔ کیا تو نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا ہے:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا۔ (سورہ احزاب)

ترجمہ: ''اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا''۔ (کنزالایمان)

اور دوسری جگہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتا ہے:

ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ وَ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ۝ (سورہ ھود)

ترجمہ: ''وہ دن ہے جس میں سب لوگ اکٹھے ہوں گے اور وہ دن حاضری کا ہے''۔ (کنز الایمان)

پس قرآن مجید کی ان دونوں آیتوں کے ملانے سے یہ بات بخوبی ثابت ہوگئی کہ شاہد سرکار دو عالم ﷺ ہیں اور مشہود قیامت کا دن۔ یہ سن کر وہاں سے چل دیا اور لوگوں سے ان تینوں صاحبوں کے نام دریافت کئے حاضرین نے کہا جس سے پہلے تو نے پوچھا تھا وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ہیں اور دوسرے مسئول حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور تیسرے صاحب کا نام مبارک حضرت سیدنا امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ ہے۔

ایک یہودی کے سوال کا جواب

بعض کتب میں منقول ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے ایک دن غسل کر کے فاخرہ لباس سے نازک بدن کو آراستہ کیا۔ خوشبو لگائی داڑھی میں کنگھی کی گھونگروالے بالوں میں تیل ڈالا۔ عربی راہوار صبا رفتار پر سوار ہو کر سیر کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ وفرہ ظاہرہ اور محاسن سافرہ رکھتے تھے۔ رستہ میں ایک مسکین ومحتاج یہودی ذلیل وخوار باہزاران کربت گرفتار ملا۔ اور عرض کی اے امام اللہ تعالیٰ کے لئے ذرا سی دیر توقف فرما کر میرا انصاف فرمائیں۔ آپ نے فرمایا اے یہودی کس چیز میں انصاف چاہتا ہے عرض کی آپ کے نانا جان رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الدنیا سجن المومن وجنۃ الکافر۔

ترجمہ: ''دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے''۔

پس آپ باوجودیکہ مومن ہیں دنیا کے ناز ونعم میں زندگی بسر کرتے ہیں اور میں باوجودیکہ آپ کے زعم میں کافر ہوں مگر دیکھئے کیسے عذاب میں گرفتار اور

کیسے فقر و فاقہ میں مبتلا اور خوار ہوں۔ پس یہ دنیا آپ کے لیے جنت اور میرے لیے دوزخ ہے۔ آپ نے جواب دیا اے پیر مرد جو نعمتیں اور ثواب اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے آخرت میں مہیا کیا ہے اگر تو اس کو دیکھے تو یقیناً خود ہی بے ساختہ بول اٹھے کہ یہ حالت اس کے بہ نسبت بیشک قید خانہ ہے بخلاف اس کے جو عذاب و نکال تیرے اور تمام کفار کے لیے اللہ تعالیٰ نے آمادہ کیا ہے اس کے اعتبار سے یہ تیری حالت جنتی کی سی حالت بلکہ اس سے بڑھ کر ہے۔ (یہ روایت، فصول المہمہ میں بھی منقول ہے)

پیدل حج

آپ کی عبادت اس درجہ بڑھی ہوئی تھی جو طاقت بشری سے خارج اور امکان سے باہر تھی چنانچہ ابو نعیم ''حلیۃ الاولیاء'' میں محمد بن علی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے مجھے نہایت شرم آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ایسے حال میں ملاقات کروں کہ اس کے گھر کا حج نہ کیا ہو۔ پس بیس مرتبہ اس پاک بستی (مدینہ) سے خدا کا بزرگ اور عالی شان گھر بیت اللہ شریف (مکہ معظمہ) میں پیادہ پا تشریف لائے اور کعبہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

حاکم، عبداللہ بن عبید بن عمیر سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے پچیس حج پیادہ پا پے در پے کئے اور آپ کی سواریاں آگے چلی جاتی تھیں۔

سخاوت

آپ کی سخاوت بھی اکثر افراد انسانی سے بڑھی ہوئی تھی چنانچہ مشہور ہے کہ ایک شخص دس ہزار درہم اللہ تعالیٰ سے مانگ رہا تھا آپ مکان پر تشریف

لائے اور دس ہزار درہم غلام کے ہاتھ سائل کو بھیج دے۔

"فصول المھمہ" میں ہے کہ شہنشاہ زمن حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص نے اپنے فقر و محتاجی اور حال کی پریشانی بیان کی۔ آپ نے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا سوال بہت بڑا ہے بھلا مجھ میں اتنا مقدور کہاں کہ تمہارے مرتبہ کے موافق حق سوال سے باہر ہوں تمہارا پورا سوال تو مجھ سے ادا ہو، نا معلوم ہاں اگر معذور سمجھ کر جو کچھ میرے پاس تھوڑا سا ہے تم قبول کر لو تو حاضر کروں اس نے عرض کی جو کچھ آپ مرحمت فرمائیں گے خواہ قلیل ہی ہو میں اسے کثیر شمار کروں گا۔ اور تمام عمر مرہون منت رہوں گا۔ بے حد شکر بجا لاؤں گا۔ آپ نے اپنے خادم کو بلا کر فرمایا کہ ہمارے فاضلات جو کچھ تمہارے پاس جمع ہوں لے آؤ۔ خادم نے پچاس ہزار درہم پیش کیے آپ نے فرمایا پانچ سو درہم اور بھی تو تھے۔ اس نے کہا وہ بھی حاضر ہیں فرمایا وہ بھی لا۔ پس سب ملا کر اُس سائل کو عنایت فرمائے۔

ایک بوڑھی عورت کی خدمت

حضرت ابوالحسن درانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت سیدنا امام حسن و سیدنا امام حسین اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم سب مل کر مکہ معظمہ کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ اتفاقاً راستہ میں توشہ اور سواریاں گم ہو گئیں بھوک و پیاس نے غلبہ کیا ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ تو اتفاق سے ایک بلند جگہ جس میں ایک بڑی سی جھونپڑی تھی نظر آئی۔ یہ سب صاحب اسی طرف چل پڑے۔ جب وہاں پہنچے تو ایک بڑی عمر کی بڑھیا کو پایا۔ اس سے پوچھا یہاں کوئی پینے کی چیز بھی ہے اس نے کہا ہاں ایک دودھ والی بکری اس کونے میں بندھی ہے اس کا دودھ پی لو۔ ان سب حضرات نے اس کا دودھ، دوھ کر پیا پھر اُس بڑھیا سے کہا

تیرے پاس کچھ کھانے کی چیز بھی ہے کہا برخوردارو یہی ایک بکری ہے اگر تمہارا جی چاہے تو ذبح کر کے پکا کر کھالو۔ ان صاحبوں نے اس بکری کو ذبح کر کے کباب بنا کر سب نے سیر ہو کر کھایا اور چلتے وقت بڑھیا سے کہا ہم قریش کی قوم سے ہیں اور مدینہ سے صرف حج کے ارادہ سے مکہ جا رہے ہیں اگر صحیح و سالم مکہ سے اپنے وطن پہنچیں گے اور تجھ سے ملاقات میسر ہو تو اس کا شکرادا کریں گے ادھر تو یہ کہہ کر روانہ ہوئے ادھر اس کا شوہر آیا بڑھیا نے آتے ہی شوہر سے بیان کیا۔ آج تین قریشی جوان یہاں آئے تھے چونکہ بھوکے پیاسے تھے میں نے ان کو بکری ذبح کر کے کھلا دی یہ سن کر وہ شخص بہت غضبناک ہوا اور کہنے لگا تو نے جانے پہچانے ناحق بکری ذبح کی تجھے کہاں سے معلوم ہوا کہ وہ جوان قریشی ہی تھے یہ کہہ کر خاموش ہو گیا۔

یہاں یہ حضرات حج سے فارغ ہو کر مدینہ تشریف لائے۔ اتفاقاً ایک دراز مدت کے بعد اُس بڑھیا پر کوئی ایسا ارضی حادثہ پیش آیا جس سے اُسے وہ جگہ چھوڑ کر مدینہ آنا پڑا اور اُس گلی سے اُس کا گزر ہوا جہاں امام حسن رضی اللہ عنہ تشریف رکھتے تھے اُس وقت آپ دروازہ پر بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک آپ کی نظر اُس بڑھیا پر پڑی دیکھتے ہی پہچان لیا اور پکار کر کہا اے خدا کی بندی تو مجھے بھی پہچانتی ہے بڑھیا نے جواب دیا بخدا میں تم سے بالکل واقف نہیں ہر چند کہ شہزادہ زمن امام حسن رضی اللہ عنہ نے ملاقات کا سال و ماہ اور بکری کے ذبح کا قصہ یاد دلایا مگر اُسے مطلقاً یاد نہ آیا آپ نے فرمایا کیا مضائقہ ہے تو اگر مجھے نہیں پہچانتی نہ سہی میں تو تجھ سے واقف ہوں یہ کہہ کر غلام کو حکم فرمایا کہ صدقہ کی ہزار بکری اور اتنے ہی درہم دے کر اس بڑھیا کو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس لے جا۔ غلام نے ایسا ہی کیا۔ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے بھی اسے

پہچان کر ہزار بکریاں اور ہزار ہی درہم دیئے اور اتنا ہی حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما نے دیا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے "رسالہ احوال ائمہ اثنا عشر" میں درباب امام حسن رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ ایک دن کھانا تناول فرما رہے تھے کہ ایک سائل آیا آپ نے دو ہزر درہم اس کے سوال کے موافق عنایت فرمائے مگر کھانے کی دعوت نہ دی۔ جب وہ چلا گیا تو کسی نے عرض کی یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے دو ہزار درہم تو سائل کو عطا فرمائے اور روٹی کی کھانے کی دعوت نہ کی۔ فرمایا بخدا اگر مجھے اس بات کا علم ہوتا کہ آنے والے کو روٹی کی دعوت دیا کرتے ہیں تو میں روٹی کھلائے بغیر نہ بھیجتا۔

گھر کا تمام سامان خیرات کر دیا

ابونعیم "حلیہ" میں شہاب بن عامر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے دو دفعہ اپنے گھر کا سارا مال واسباب راہ خدا میں دے ڈالا۔ یہاں تک کہ ایک جوتی بھی راہ خدا میں تصدق کی۔

ابونعیم، ابن سعد علی بن جدعان سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے دو مرتبہ تو تمام مال راہ خدا میں دے ڈالا اور تین دفعہ آدھا مال راہ خدا میں فقیروں پر تصدق کیا یہاں تک کہ ایک موزہ دیا اور ایک رکھا۔ (حلیۃ الاولیاء)

"تاریخ الخلفاء" میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال راہ خدا میں دے ڈالا اور اس کثرت سخاوت کی وجہ سے بے حد تنگدست ہوئے اور حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ جو ہر سال ایک لاکھ درہم بھیجتے تھے وہ ابھی تک نہ پہنچے تھے آپ کا ارادہ ہوا کہ اس بارے حضرت

معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک خط لکھ کر آپ کو یاد دلاؤں اور مانگوں۔ آپ فرماتے ہیں کہ ابھی خط لکھنے میں مجھے کچھ توقف ہی تھا کہ رات کو جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا اے حسن (رضی اللہ عنہ) کیسے ہو۔ میں نے عرض کی خیریت سے ہوں چونکہ اس سال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہمارا مقررہ کردہ وظیفہ ابھی تک نہیں بھیجا لہٰذا اس پریشانی میں مبتلا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو اپنی حاجت اپنے ہی جیسے شخص کے پاس لکھنا چاہتا ہے اور اپنے آپ کو یاد دلانا چاہتا ہے میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کروں فرمایا یہ دعا پڑھا کرو۔

اللهم اقذف في قلبي رجاءك واقطع رجاءي عمن سواك حتى لا ارجوا احدا غيرك اللهم ضعفت عنه قوتي و قصر عنه عملي ولم ينته اليه رغبتي ولم تعلقه مسئله و لم يجر على لساني بما اعطيته احدا من الاولين والأخرين من اليقين شخصني به يارب العالمين۔

حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اس دعا کا ورد کیا ابھی پورا ہفتہ نہ گزرا تھا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک لاکھ پچاس ہزار درہم خود بخود بھیج دیئے۔ میں اس پر خدا کا بے انتہا شکر بجالایا کہ اس نے مجھے فراموش نہیں کیا پھر دوسری بار میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ فرماتے ہیں اے حسن اب تم کیسے ہو میں نے عرض کی خیریت سے ہوں اور جو کچھ اپنا واقعہ تھا بیان کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بیٹے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے اور بارگاہ خداوندی سے امیدوار رہنے کی وجہ سے یہ تمہارا مقصد پورا ہوا تم کو چاہیے کہ تمام حاجتوں میں بارگاہ خداوندی کے محتاج رہو اور مخلوق سے کوئی امید نہ رکھو۔

فائدہ:

اصل فارسی نسخہ میں یہ رقم اس طرح لکھی ہے جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھیجی تھی یعنی ایک لکھ و پنجاہ ہزار، مگر ایک عربی معتبر کتاب میں، الف الف وخمسمائة الف'' لکھا ہوا ہے۔ جس کے پندرہ لاکھ ہوتے ہیں شاید یہی صواب ہو۔ (واللہ اعلم)

(محمد عبدالاحد قادری)

☆=☆=☆

سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے اخلاق اور عادات

زہر دینے والے کا نام نہ بتایا

''فصول المهمه'' میں روایت ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لخت جگر کو چھ (۶) مرتبہ زہر دیا گیا۔ مگر پانچویں دفعہ آپ کی کرامت سے مطلقاً اثر نہ کیا چھٹی مرتبہ جب زہر دیا یا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لعل کا دل پارہ ہائے الماس سودہ سے ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کے چھوٹے بھائی اس وقت آپ کے سرہانے آئے اور عرض کی بھائی جان اگر آپ اپنے قاتل کا نام جانتے ہیں تو مجھے بتایئے کیونکہ خدانخواستہ اگر آپ پر اس کا کاری اثر ہوگیا تو میں اس سے بدلہ لوں۔ آپ نے فرمایا اے بھائی میرے باپ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کبھی غمازی (غیبت چغل خوری) نہیں کی میری والدہ مکرمہ حضرتؓ فاطمہ رضی اللہ عنہا غماز نہ تھیں میرے نانا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم غماز نہ تھے۔ میری نانی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کبھی غمازی نہیں کی۔ غرضکہ میرے بزرگوں اور اہلبیت سے غمازی سرزد نہیں ہوئی نیز اگر میرا قاتل وہی ہے جو میرے زعم میں ہے تو تمہیں بدلہ لینے کی کیا حاجت۔ اللہ تعالیٰ منتقم حقیقی ہے وہی قیامت کے دن بدلہ لے گا اور اگر جس پر میرا گمان ہے وہ میرا قاتل نہ ہو تو میں اس بات کو گوارا نہیں کرتا کہ ایک بے خطا شخص میری وجہ سے قتل کیا جائے میرا ارادہ تو یہ ہے کہ اگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے مجھے بخش دیا تو جب تک میرا زہر دینے والا نہ بخشا جائے گا جنت میں داخل نہ ہوگا۔

"ونعم ماقیل فرداوا"

"کیا علم ہے اپنا تو جگر ٹکڑے ہو پھر بھی ایذائے ستمگر کے روادار نہیں۔"

گالیاں سن کر بھی جواب نہ دیا

ابن سعد، حضرت عمرو بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ مروان ملعون جب مدینہ کا عامل ہوا تو ہر جمعہ کو منبر پر چڑھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بے حد برُا کہتا تھا مگر حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ خاموشی سے سنا کرتے اور کچھ بھی جواب نہ دیتے تھے۔ یہاں تک کہ اس پلید نے ایک شیطان آدمی کو سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اس نے تین بار حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیں اور کہا اے حسن رضی اللہ عنہ تمہاری مثال خچر جیسی ہے گر اس سے پوچھیں تیرا باپ کون ہے تو کہتا ہے میری ماں گھوڑی ہے اور باپ کا حال چھپاتا ہے یعنی یہ نہیں کہتا کہ میرا باپ گدھا ہے۔

اس سے اس ملعون کی یہ غرض تھی کہ تم کو اگر بزرگی ہے تو ماں (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا) کی طرف سے ہے۔ باپ کی طرف سے کچھ فضیلت نہیں مگر واہ رے بردباری۔ آپ نے سن کر فرمایا کہ مروان کو میری طرف سے صرف اتنا جا کر کہہ دے کہ میں اس کے عوض کبھی تجھے برُا نہ کہوں گا۔ وجہ یہ کہ میرا برُا کہنا تیری برائیوں کے مٹنے کا باعث ہوگا میں اپنا اور تیرا معاملہ اس وحدہٗ لاشریک کو سونپنا بہتر جانتا ہوں کیونکہ سب سے بہتر انتقام لینے والا وہی ہے تو اپنے منہ سے جو چاہے بک۔

فائدہ

حضرت سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے مروان کو موروثی عداوت تھی اور

اسی مفسد کی وجہ سے بنی امیہ کو دلی دشمنی اور اندرونی کدورت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوگئی تھی جس کا بدلہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کی اولاد کو میدان کربلا میں شہید کر کے لیا گیا۔ (محمد عبدالاحد قادری)

تحمل مزاجی

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک شخص شام سے مدینہ میں آیا اور بیان کیا کہ ایک نازک اندام سوار عربی گھوڑے پر سوار ہوئے چلا جارہا تھا میں نے اپنی عمر میں کوئی ایسا خوبصورت سوار نہ دیکھا تھا اس کی نرالی چال میرے دل کو اپنی طرف مائل ہی نہ کرتی تھی بلکہ اس کے گھوڑے کی ٹاپیں میری روح کو پامال کرتی چلی جاتی تھیں جب میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے۔ کہا حضرت سیّدنا امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما ہیں۔ مجھے دونوں کا نام سنتے ہی غصہ بھر آیا اور حسد کے شعلے نے پاؤں سے سر تک جلا کر خاکستر کر دیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرزند ایسا ہوگیا میں وہاں سے لپکا اور میں نے ان کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر کہا اے سوار تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہے۔ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں۔ تو میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بہت ہی بُری بُری باتیں سنائیں۔ مگر واہ رے تحمل جب تک میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بُرا کہتا رہا آپ خاموش کھڑے رہے اور سنتے رہے حتی کہ میں خود ہی شرمندہ ہوا۔ چنانچہ جب میں کلام پورا کر چکا تو آپ نے ہنس کر فرمایا شاید تو مسافر ہے اور شام سے چلا آرہا ہے۔ میں نے کہا جی ہاں۔ فرمایا میرے ساتھ میرے گھر چل تاکہ تیری مہمانی کروں تجھ کو کچھ مال دوں اور تیری حاجت پوری کروں۔ میں یہ سن کر نہایت ہی شرمندہ ہوا اور آپ کے مکارم اخلاق اور حسن عادات سے بے حد متعجب ہوا۔ اس کلام نے میرے دل کو ایسا بے چین کر دیا کہ ضبط نہ کر سکا اور بے اختیار آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ پھر میں اس وقت سے ہر چیز سے زائد آپ سے محبت کرنے لگا۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی کرامات

روشنی نمودار

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی کرامات احاطہ بیان سے باہر ہیں مگر دو تین روایتوں میں اکتفا کیا جاتا ہے۔

مولانا جامی قدس سرہ ''شواھد النبوۃ ''میں بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے آپ نے فرمایا کہ اے حسن اپنی ماں کے پاس جاؤ میں نے عرض کی کہ اندھیری رات ہے میں اس بچے کو پہنچادوں اتنے میں آسمان سے ایک روشنی پیدا ہوئی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ اس کے اجالے میں اپنے گھر تشریف لے گئے۔ (شواہد النبوۃ)

لڑکا پیدا ہوا

روایت ہے کہ بعض حج کے موسم میں حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ پیدل مدینہ سے مکہ شریف میں آئے اور اس سفر میں پیدل چلنے کی وجہ سے نازک پاؤں میں ورم اور چھالے پڑ گئے تھے آپ کے غلام نے کہا اے فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کاش آپ اتنی دیر سوار ہولیں کہ یہ ورم جاتا رہے۔ آپ نے نہ مانا اور پھر پیدل چل پڑے اور فرمایا جب تو اس منزل پر پہنچے گا ایک حبشی آدمی تجھے ملے گا اس کے پاس ایک قسم کا تیل ہوگا وہ خرید کر مجھے لگانا ورم جاتا رہے گا۔ غلام نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں نے تو کسی منزل میں بھی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جس کے پاس اس قسم کی دوائی ہو اس منزل میں کوئی کہاں سے آئے

گا فرمایا نہیں ضرور آئے گا غرض کہ جب منزل پر پہنچے تو ایک حبشی اسی ہیئت کا آگے آیا۔ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا دیکھ یہ وہی حبشی ہے جس کی بابت میں ذکر کرتا تھا جا اور اس سے قیمتاً تیل خرید کر میرے پاؤں میں لگا وہ غلام اسی حبشی کے پاس گیا اور تیل مانگا حبشی نے کہا یہ تیل کس کس کے لیے خریدنا چاہتا ہے غلام نے کہا حضرت سیدنا امام حسن بن علی (رضی اللہ عنہم) کے لیے اس نے کہا تو مجھے ان کے پاس لے چل کہ میں بھی ان کا خادم اور غلام ہوں۔

جب یہ شخص حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو کہنے لگا میں آپ کا غلام ہوں اس تیل کی قیمت کبھی نہ لوں گا لیکن میری بیوی دردزہ میں مبتلا ہے آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے صحیح وسالم بچہ عنایت فرمائے۔

حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا جا تیرے گھر میں تیری آرزو کے موافق اللہ تعالیٰ نے لڑکا پیدا کیا ہے اور وہ ہمارے فرمانبرداروں میں سے ہوگا اس نے گھر جا کر جس طرح حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا ویسا ہی پایا۔

سوکھے درخت پر تازہ کھجوریں

ایک روایت یوں بھی بیان کی گئی ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ اولاد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ سفر میں تھے اتفاقاً ایک ایسے نخلستان میں اترے جو بالکل خشک ہوگیا تھا حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا ایک کھجور کے نیچے بستر لگایا اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کا دوسری کھجور کے نیچے بستر لگایا گیا۔ سوئے ہوئے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے بیٹے نے کہا اگر اس کھجور میں تر خرمے لگے ہوتے تو خوب مزے سے کھاتے۔

حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم کو تر کھجوریں درکار ہیں۔ کہا ہاں۔ آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور ہونٹوں سے آہستہ آہستہ کچھ پڑھا مگر یہ خبر نہیں کہ کیا پڑھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے کھجور کا ایک درخت خود بخود سبز ہو گیا اور پھول پتے اسی وقت آ گئے اور تر و تازہ کھجوریں ٹپکنے لگیں۔ ان میں ایک شتر بان بھی تھا کہنے لگا واہ واہ یہ تو جادو ہے۔ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ جادو نہیں مقبول دعا کا اثر ہے لوگوں نے اس درخت پر چڑھ کر جس قدر کھجوریں تھیں توڑ لیں اور تمام قافلہ والوں نے سیر ہو کر کھائیں۔

گستاخ کا بُرا انجام

حضرت اعمش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی گستاخ شخص نے آپ کی قبر انور پر پاخانہ کر دیا۔ تو وہ دیوانہ ہو گیا اور کتے کی طرح بھونکتا رہتا تھا اور اسی حال میں مر گیا پھر اس کی قبر سے بھونکنے کی آواز سنائی دیتی تھی۔

(ابو نعیم حلیۃ الاولیاء)

☆=☆=☆=☆

سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے کلمات قدسی

بخل کیا ہے؟

''مفتاح النجا''اور''فصول المھمہ''میں ہے کہ لوگوں نے حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ بخل کی کیا تعریف ہے۔ فرمایا حقیقی بخل یہ ہے کہ آدمی خرچ کیے ہوئے مال کو تلف جانے اور جمع کرنے کو شرف سمجھے۔

خاموشی کیا ہے؟

پوچھا خاموشی کسے کہتے ہیں۔ فرمایا کسی کے عیبوں کو پوشیدہ ہی نہ کرنا بلکہ عزت بڑھانے کے لیے ہنروں کو ظاہر کرنا جس سے اس کے دوست بے خوف اور ہم نشیں راحت میں رہیں۔ آپ غالب اوقات حاضرین کے احوال کو ان نصائح دلپذیر سے زینت بخشا کرتے تھے۔

دوسروں کو علم سکھا

آپ نے فرمایا جو تجھے اللہ نے بتایا ہے دوسروں کو سکھا۔ اپنے علم سے آپ بھی فائدہ اٹھا یہ دونوں باتیں علم کے لیے نگہداشت کی موجب ہیں۔

فائدہ از مترجم

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جیسا تم نے علم پڑھا ہے اسی طرح لوگوں کو سکھاؤ اور پھیلاؤ۔

کیونکہ جو عالم اپنے علم سے فائدہ حاصل نہ کرے اس کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن وہ عالم اللہ تعالیٰ کے نزدیک

مرتبہ کے لحاظ سے لوگوں سے بدتر ہوگا جو اپنے علم سے نفع نہ اٹھائے۔

(محمد عبدالاحد قادری)

حسد نہ کر

حسد نہ کر کیونکہ میں نے حسد کرنے والے کے علاوہ کسی ظالم کو مظلوم سے مشابہ تر نہیں دیکھا۔ سنجیدہ اور عمدہ تقریر آدھا علم ہے جسے عقل نہیں اسے ادب نہیں۔ جس میں ہمت نہیں اس میں مروت نہیں۔ جو دین نہیں رکھتا وہ شرم و حیا نہیں رکھتا۔

عقل کیا ہے؟

عقل کا صرف یہی فائدہ ہے کہ آدمی آدمیوں میں مل کر اچھی طرح زندگی اور عمدہ برتاؤ کرے اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ دینی اور دنیاوی فوائد دونوں حاصل کرے۔

پس جو شخص عقل سے محروم ہے وہ درحقیقت دونوں جہان کی بھلائیوں سے محروم ہے۔

لوگوں کی ہلاکت

لوگوں کی تین چیزوں میں ہلاکت ہے:

(۱) تکبر (۲) حرص (۳) حسد۔

(۱) تکبر تو دین کو برباد کر دیتا ہے چنانچہ شیطان کے ملعون و مردود ہونے کا یہی تکبر موجب ہوا۔

تکبر عزازیل را خوار کرد
بزندانِ لعنت گرفتار کرد

(۲) حرص نفس و جان کی دشمن ہے دیکھو حرص ہی سے حضرت آدم علیہ السلام

بہشت سے نکالے گئے۔

(۳) حسد بُری باتوں اور بُرے عملوں کا رہنما ہے۔ حسد ہی سے قابیل نے ہابیل کو قتل کر ڈالا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سوالات

''فصول المہمہ'' میں ہے کہ حافظ ابو نعیم، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اے میرے فرزند سداد کس چیز کا نام ہے۔

جواب میں کہا اے مہربان باپ حسن خلق سے ہر بُرائی دور کرنا۔ پھر دریافت کیا جوانمردی کسے کہتے ہیں، کہا تنگی اور عسرت کی حالت میں خیرات کرنا۔ پوچھا ملامت کیا چیز ہے، جواب دیا مال جمع کرنا اور آبرو خرچ کر دینا۔ پوچھا نامردی کسے کہتے ہیں، عرض کی دوستوں پر جرأت کرنا اور دشمنوں سے بھاگنا۔ پوچھا غنا اور مالداری کس کا نام ہے، جواب دیا آدمی کا اپنے مقسوم پر راضی رہنا اگرچہ قلیل ہی کیوں نہ ہو۔

پوچھا ذلت کسے کہتے ہیں۔ عرض کی مصیبت کے وقت گھبرانا۔ جزع فزع کرنا۔ پوچھا حلم کس کا نام ہے، عرض کی اپنے نفس پر قادر ہونا، غصہ کو پی جانا۔ پھر دریافت کیا بیوقوفی کس کا نام ہے کہا شریف لوگوں سے خواہ مخواہ یا کسی وجاہت کی طلب میں جھگڑا کرنا۔ پوچھا کلفت کسے کہتے ہیں۔ عرض کی بے فائدہ کلام اور بے معنی جملے بولنا۔ پوچھا اچھا شرف کیا ہے، عرض کی تنگی اور محتاجی کی حالت میں لوگوں کو دینا اور کسی کے گناہ کو معاف کر دینا۔ پوچھا سیادت کیا ہے، عرض کی نیک کاموں کی بجا آوری اور بُرے کاموں کے چھوڑنے میں کوشش کرنا پوچھا کمینہ کون ہے، کہا جو نالائق لوگوں کا پیرو اور گمراہوں کا ہم نشین ہے۔

اب جواب میں اس بات کی تصریح ہے کہ دنیا اور اہل دنیا سے اجتناب کرے کیونکہ درحقیقت دنیا طلبی میں مرمٹنے والے کمینے ہیں (دیکھئے دنیا ادنیٰ کا مونث ہے جس کے معنی ناقص کے ہیں)۔

پس دنیا کا طالب اشراف کی ہم نشینی اور دوستی کے ساتھ کسی طرح لائق نہیں ہوسکتا اور یہ بھی ان نصیحتوں سے واضح ہوا کہ آدمی کو اہل بدعت و ہوا جیسے خارجی رافضی اور دیگر گمراہ اور باطل فرقوں سے جن کی صحبت آدمی کو دین سے باز رکھتی ہے پرہیز کرنا ضروریات سے ہے۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا اے فرزند دلبند غفلت کسے کہتے ہیں، عرض کی مسجدوں میں فرض نماز کے لیے نہ جانا، مفاسد کی اطاعت کرنا۔

واضح ہو کہ یہ جواب باصواب باتامل حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی کمال فضیلت اور بزرگی پر دلالت کرتے ہیں اور یہ کلمات از قسم جوامع الکلم بہت سے فوائد کو جامع ہیں اور باوجود تھوڑے اور مختصر الفاظ ہونے کے لاکھوں دینی اور دنیاوی فوائد کو شامل اور ایک کامل ... پورے خیر خواہ کے منزلہ میں ہیں۔

فائدہ

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اپنی اور بھائی کی اولاد کو ...ئش کیا کرتے تھے کہ علم سیکھو۔ حفظ نہ کرسکو تو لکھ کر گھر میں رکھ دو۔ آپ نے ایک ... حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو خواب میں دیکھا تو پوچھا مہر بنانا چاہتا ہوں۔ اس پر کیا ... ں فرمایا:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ۔

"لکھو کیونکہ یہ انجیل کی آخری آیت ہے"۔

(محمد عبدالاحد قادری)

آپ کا کلام دل میں اترتا جاتا تھا

ابن سعد، حضرت عمرو بن اسحاق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ حضرت سیّدنا امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے سوا کسی شخص نے میرے پاس کلام نہ کیا کہ وہ مجھے زیادہ بھلا معلوم ہو جب کلام کرے اور خاموشی اختیار نہ کرے یعنی بجز حضرت سیّدنا امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے کوئی متکلم ایسا نہ تھا کہ جب وہ کلام کرے تو حاضرین کے دل اس کی خاموشی چاہیں یہ بات حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ ہی کے کلام میں پائی جاتی ہیں کہ دل چاہتا تھا آپ کی تقریر سنتے جائیں اور کسی طرح یہ خاموشی نہ کریں کیونکہ آپ کا کلام خود بخود دل کو اپنی طرف کھینچتا اور چھین لیتا تھا آپ کا کلام ایسا فصاحت آمیز اور پر اثر ہوتا تھا کہ سننے والوں کا اٹھنے کو جی نہ چاہتا تھا۔ آپ کی زبان مبارک سے کبھی کسی نے فحش بات نہ سنی۔

زمین کا تنازع

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسین اور حضرت عمرو بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم میں کسی زمین کی بابت کوئی نزاع اور جھگڑا تھا حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے کوئی بات کہی تھی مگر حضرت عمرو بن عثمان اس پر کسی طرح راضی نہ ہوتے تھے اس پر حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر وہ کسی بات پر راضی نہیں ہوتے تو ہمارے پاس ان کے لیے زعم انف کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے اور یہ کلمہ عرب کے محاورے میں بددعا کے وقت مستعمل ہوا کرتا ہے یعنی اس کی ناک خاک آلودہ ہو۔

اللہ جس حال میں رکھے وہی درست ہے

ابن عساکر سے روایت ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے لوگوں

نے بیان کیا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میرے نزدیک فقیری غنا سے بہتر اور بیماری صحت سے محبوب تر ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ پر رحم کرے وہ ایسا فرماتے ہیں مگر میرا یہ خیال ہی نہیں بلکہ واقعی بات ہے کہ جس شخص نے اس چیز کے لئے اسے اختیار کیا ہے آرزو کرے تو درحقیقت اس نے خدا کے نیک اور عمدہ اختیار پر اعتماد و توکل نہ کیا کیونکہ جو چیز اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے پسند فرمائی تھی اس نے اس کی غیر کی تمنا کی پھر خدا کی اختیار کی ہوئی چیز پر بھروسہ کہاں رہا۔ اللہ تعالیٰ جس حال میں رکھے وہی ٹھیک ہے رضائے مولا از ہمہ اولیٰ مشہور بات ہے۔

نصیحت آمیز کلام سے سائل کی ضرورت پوری

ایک مرتبہ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ گھر میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے سوال کیا کہ مجھے کچھ عطا کیا جائے آپ کے پاس اس وقت کچھ نہ تھا اور آپ اسے کچھ نہ دینے سے بھی شرم محسوس کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا میں تجھے ایک بات بتا دیتا ہوں کہ جس سے تجھے کچھ مل جائے گا۔ اس نے عرض کی وہ کیا ہے۔ فرمایا تو خلیفہ کے پاس جا اس کی لڑکی فوت ہوگئی ہے اور ابھی تک کسی نے اس سے تعزیت نہیں کی۔ جا تعزیت کر۔ تجھے ضرور کچھ نہ کچھ دے گا۔ اس نے کہا مجھے الفاظ کی تلقین کریں۔ فرمایا یہ کہہ:

الحمدللّٰه الذی سترها بجلوسك علی قبرها ولا تهتکها بجلوسها علی قبرك۔

اس شخص نے انہیں الفاظ سے تعزیت کی اس اس کا غم دور ہوگیا اور کچھ دے کر کہا تجھے خدا کی قسم ہے سچ بتا یہ کلام نصیحت آمیز کس کا ہے اس سائل نے کہا یہ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا کلام ہے۔ خلیفہ نے کہا سچ وہ معدن کلام فصیح ہیں۔

ملاقات بجز چار چیزوں کے نہ ہو

''فصول المهمه'' میں آیا ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کوئی شخص کسی سے ملاقات بجز چار چیزوں کے جائز نہ رکھے:

(۱) یہ کہ اس سے دنیاوی فائدہ کی کوئی توقع اور امید متعلق ہو۔

(۲) جس کے ظلم کا خوف لگا ہوا ہو اور اس کی ملاقات کی وجہ سے بے خوفی اور عزت کی حالت میں زندگی بسر کر سکے۔

(۳) وہ لوگ جن کی متبرک انفاس کی وجہ سے برکت حاصل ہو جیسے علماء اور فقراء کی ملاقات۔

(۴) صلہ رحم کے لئے کسی سے ملاقات کرے جیسے ماں باپ اور نزدیک کے رشتہ دار۔

پس بغیر ان چار وجوہ کے متحقق ہونے کے اور کسی وجہ سے ملاقات اچھی نہیں۔

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو چار باتوں کی وصیت

حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ مجروح ہوئے اور زخم کاری کے سبب زندگی سے بالکل ناامید ہوئے تو میں آپ کے سرہانے کھڑا ہو کر غم کی وجہ سے رونے لگا۔ آپ نے اسی حالت میں آنکھ کھول کر دیکھا اور فرمایا اے جان پدر تم کیوں روتے ہو تمہارے رونے سے میری روح کو سخت صدمہ ہوتا ہے۔ میں نے عرض کی کیا اس حال کو دیکھ کر بھی میرا رونا بے جا اور بے محل ہوگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تم کو چار باتوں کی وصیت کرتا ہوں ان چار خصلتوں کا تعویذ بنا کر جان کے بازو پر باندھنا۔ کیونکہ ان سے ہر قسم کی فوز و فلاح مقصود ہے۔

(۱) دولتمندی کسی حال میں عقل سے بہتر نہیں ہوسکتی۔

(۲) فقر ومحتاجی کو نادانی اور جہالت کے برابر نہ سمجھنا۔

(۳) عجب اور نخوت سے کوئی چیز بدتر نہیں ہوسکتی۔

(۴) لوگوں کے ساتھ حسن خلق سے پیش آنا نیک اوراچھی زندگی ہے۔

فائدہ

واضح ہوا کہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ کے تمام لوگوں سے کرامت سکینہ وقار اور دوسرے مفاخر کے ساتھ جو خاندان رسالت کے مناسب تھیں۔ موصوف تھے اور آپ لوگوں کو بھی نیک کاموں کی ترغیب اور بُرے کاموں سے ترہیب فرماتے تھے۔

چنانچہ ''فصول المہمہ'' میں آیا ہے کہ اکثر آپ فرمایا کرتے تھے اے مردانِ خدا دنیا اور اس کے فریب سے ہوشیار رہو اور تمثیلاً یہ بیت آپ کے وردزبان ہوتا:

یَا اَھْلَ لَذَّاتِ الدُّنْیَا لَا بَقَاءَ لَکُمْ

وَالْاِعْتَرَارُ بِظِلٍّ زَائِلٍ حُمُقٌ

ترجمہ: ''اے دنیا دارو! دنیا کی لذتوں کو تمہارے لیے بقا اور پائیداری نہیں ہے ایک ایسے سایہ پر جو بہت جلدی اور شادابی کے ساتھ دور ہوجانے والا ہو فریفتہ ہونا سراسر حماقت اور نادانی ہے''۔

دوسروں کے لیے وہی پسند کر جو اپنے لیے کرتا ہے

آپ اکثر فرمایا کرتے تھے اے بھائی بُرے کاموں سے باز رہ تاکہ عابدوں کا درجہ پائے اپنے مقسوم پر راضی اور خوش رہ تاکہ دولت مند ہوجائے

پڑوسیوں کے ساتھ نیکی کرتا کہ مسلمان ہو جائے لوگوں کے ساتھ وہ معاملہ کر جو اپنے حق میں چاہتا ہے۔ یعنی جو چیز تو اپنے حق میں بہتر خیال کرتا ہے اسی کو لوگوں کے لئے پسند کرتا کہ منصف کہلائے اور عبرت کی نظر سے دیکھ تجھ سے پہلے کون کون لوگ تھے انھوں نے کس قدر عالیشان عمارتیں بنائیں اور یوں ہی چھوڑ کر چلے گئے اور عالم خموشاں میں جا سوئے اسی طرح تو بھی انہیں ایک دن چھوڑ جائے گا اور دوسرے قبضہ کر لیں گے۔

نظم

ہر کہ امید عمارت نو ساخت
رفت و منزل بدیگرے پر داخت
واں دگر پُخت ہمچناں ہوسے
دین عمارت بسر نبرد کسے
جدو پدرم ہمہ فراست کردند
عالم عالم زمیں زراعت کردند
از حرص بکشتند ہمہ عالم را
آخر گر زمیں قناعت کردند

اور فرمایا کرتے تھے اے نادان لوگو! تم جس وقت سے ماں کے پیٹ سے باہر آئے ہو۔ تب سے دمبدم بادصرصر کی طرح اپنی عمر برباد کرتے چلے جاتے ہو ہر دم کو دم واپسیں شمار کر کے غنیمت جانو۔ اغلب اوقات اور اکثر احوال وعظ کے بعد اس آیت کو پڑھا کرتے تھے:

وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی۔ (سورۂ بقرہ)

ترجمہ: ''اور توشہ ساتھ لو کہ سب سے بہتر توشہ پرہیزگاری ہے''۔
(کنز الایمان)

کیونکہ تقویٰ تمام بھلائیوں کو جامع اور جملہ خیرات کو حاوی ہے۔
اَللّٰھُمَّ اَرْزُقْنَا وَلِجَمِیْعِ اِخْوَانِنَا۔

کثرت نکاح

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی تزویج ونکاح کا بسبیل اختصار بیان کیا جاتا ہے۔ابن سعد، حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما عورتوں سے نکاح کرتے اور عمدہ دینداری نہ ہونے کی وجہ سے طلاق دیتے حتیٰ کہ ہم کو خوف ہوا کہ کہیں یہ بات قبیلوں کی عداوات کا باعث نہ ہو جائے۔

حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے بہت عورتوں سے نکاح کیا اور طلاق دی۔مگر کوئی عورت ایسی نہ تھی کہ وہ آپ سے جدا ہوئی ہو اور آپ کو محبوب نہ رکھا ہو۔

حضرت سیدنا امام جعفر بن محمد باقر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے کثیر الطلاق ہونے کی وجہ سے جناب امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ کوئی شخص اپنی لڑکی کا امام حسن رضی اللہ عنہ سے نکاح نہ کرے کیونکہ وہ کثیر الطلاق ہے۔پس قبیلہ ہمدان میں سے ایک شخص نے کہا بخدا میں اپنی بیٹیوں کا یکے بعد دیگرے اس سے نکاح کروں گا اگر ان کی مرضی کے موافق اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہو رکھے ورنہ چھوڑ دے۔

نکاح میں ہمیشہ چار ہی ازواج تھیں

"تہذیب التہذیب" میں ہے کہ امام واقدی کہتے ہیں مجھے ابوالعوالی سے روایت پہنچی ہے اور اس نے حضرت عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس لونڈیوں کے سوا چار منکوحہ عورتیں رہتی تھیں

منکوحہ چار سے زائد نہ ہوتی تھیں اس لیے کہ شرع میں صرف چار ہی عدد تک اجازت ہے۔

ہشام بن حسام، امام بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت سیّدنا امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے ایک عورت کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا اور اس کے مہر میں سولونڈیاں اور ایک لاکھ درہم نقد بھیجے۔

"تاریخ الخلفاء" میں آیا ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے نوے (۹۰) عورتوں شوہر دیدہ سے نکاح کیا تھا۔ (شاید اس میں بھید یہ ہے کہ عرب میں یہ بدرسم رانڈ اور مطلقہ سے نکاح بُرا جاننا) رائج اور معمول نہ بن جائے۔

☆=☆=☆

فصل پنجم

خلافت کا بیان

ہجرت کے چالیسویں برس ماہ رمضان المبارک کی اکیسویں تاریخ جمعہ کی رات کو جب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے شہادت کا شربت بے رحم اور سنگ دل قاتل کے ہاتھ سے نوش جان فرمایا تو اس کی صبح کو حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے تمام لوگوں کو جمع کر کے خطبہ پڑھا اور حمد و صلوٰۃ کے بعد فرمایا۔

اے لوگو آج کی رات اُس شخص نے جس کا مثل سابقین میں سے علم میں اور لاحقین میں سیعمل میں کوئی ہوا اور نہ ہوگا۔ اور جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت سے جہاد کیے جس نے اپنی جان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محافظت پر قربان کرنے کے لیے وقف کر دیا اور جس کے ہاتھ پر اللہ تعالٰی نے بڑی بڑی مہمات فتح کرائیں جس نے اسلام کا نشان اور اعلاء کلمۃ اللہ کا جھنڈا خیبر کے قلعہ پر گاڑا وفات پائی اور جوار رحمت حق میں جا ملا۔

آج حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کا صفحہ عالم سے نشان ملیا میٹ ہوگیا اس رات میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اپنے مخلصوں اور حواریوں کو تنہائی کے دشوار گزار راہ میں چھوڑ کر آسمان پر چلے گئے (یعنی ان انبیاء کرام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جہاد اور زہد کو اپنایا) جس شخص نے اس رات میں انتقال فرمایا امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں انھوں نے سات سو درہم کے علاوہ جو خانہ داری کی مہمات کے لیے لونڈی خرید نے کے لیے رکھے تھے اپنے گھر اور خزانہ میں اور کچھ نہ چھوڑا۔ پس جو شخص مجھ سے جان پہنچان رکھتا ہے وہ تو بخوبی واقف ہی ہے

اور جو نہیں جانتا جانے اور نہیں پہچانتا پہچانے کہ میں حسن حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہوں میں بشیر و نذیر کا فرزند ہوں جس خاندان میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کا نزول ہوتا تھا میں اسی میں سے ہوں۔ میں ہی اس اہل بیت کا نمونہ ہوں جس کی شان میں

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا۔ (سورۃ الاحزاب)

ترجمہ: ''اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو تم سے ہر ناپاکی دور فرما دیا اور پاک کر کے خوب ستھرا کر دے''۔ (کنزالایمان)

وارد ہے میں ہی ان لوگوں میں سے ہوں جن کی دوستی خدا نے تمام مخلوق پر فرض کر دی ہے چنانچہ وہ اپنے پاک کلام میں ارشاد فرمایا:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی۔ (سورۃ شوریٰ)

ترجمہ: ''تم فرماؤ! میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت''۔ (کنزالایمان)

ہنوز اپنے بیان کو آپ نے یہیں تک پہنچایا تھا کہ گریہ نے غلبہ کیا حتی کہ ضبط نہ ہو سکا بے اختیار، زار زار رونے لگے اور روئے بھی ایسے کہ دم بند ہو گیا۔ حاضرین میں بھی آہ آہ کر کے خوب روئے۔

غرضکہ جب خطبہ تمام کر چکے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اٹھے اور کہا اے لوگو یہ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ تمہارے پیغمبر کے صاحبزادے اور تمہارے امام کے وصی ہیں ان کی بیعت و اطاعت کا غاشیہ اپنی جان کے کندھوں پر ڈالو۔ ان کی محبت اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سمجھو۔

بیعت خلافت

حاضرین نے آپ کی خلافت پر بیعت کی اور دل وجان سے خلیفہ مانا اور یہ بیعت ماہ رمضان المبارک کی بائیسویں تاریخ کو واقع ہوئی۔ پس آپ نے امیروں اور عاملوں کو درست کیا چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو بصرہ بھیجا۔

بعض ناقلین اس بات کے بھی قائل ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی حیات ہی میں حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو اپنا ولی عہد کیا تھا۔ اور خلافت کی وصیت فرمائی تھی چنانچہ اپنے پدر والا قدر کی وصیت کے بعد بموجب آپ نے خلافت اختیار کی اور اس روایت کو وہ خط جو حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے صلح کے وقوع سے پہلے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا تھا مؤید ہے۔

جس کا مضمون یہ ہے:

ان امیر المؤمنین علیا لما نزل به الموت ولانی هذه الامر۔

ترجمہ: ''بے شک حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت جب قریب ہوا تو انہوں نے اس ولایت کا مجھے والی بنایا''۔

جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تک یہ بات پہنچی تو وہ اس سے آگاہ ہوئے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ

''فصول المهمه'' میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دو آدمیوں کو ایک کو بصرہ دوسرے کو کوفہ میں اس غرض سے بھیجا کہ وہ وہاں کی خبریں بھیجیں۔ اور لوگوں کے دل میں حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی طرف سے پھیر دیں اور انہیں آپ سے نفرت دلائیں جب یہ خبر حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو

آپ نے ان دونوں کو قوم کی عبرت اپنی سیاست وسطوت کے لیے مارڈلا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجا کہ اگر تم لڑائی کا ارادہ رکھتے ہو اور خواہ مخواہ میرے کینہ پر مستعد ہو تو بسم اللہ میں بھی حاضر ہوں یہ سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے مقام سے حرکت کی اور لشکر جرار لے کر آئے ادھر حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے بھی کوفہ سے اسلام کا سبز جھنڈا باہر نکالا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ حجر بن عدی کو لشکر کا سردار اور مقدمۃ الجیش بنا کر آگے بھیجا مگر لوگوں کے دل آپ کے ساتھ نہ تھے گو زبان سے آپ کی ہمراہی کا دم بھرتے تھے۔

''متعارف طبری'' میں مذکور ہے کہ چالیس ہزار آدمی حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جمع ہوئے اور اس قدر لشکر آپ کے ساتھ تھا کہ حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ اس کا نصف بھی نہ تھا۔ پس یہ سب لوگ تلواریں چمکاتے برچھے ہلاتے کوفہ سے باہر نکلے اور سب نے متفق الکلمہ ہو کر کہا کہ ہم جان و مال آپ پر قربان کریں گے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابل میں بڑھ چڑھ کر تلواریں ماریں گے۔ آپ نے ایک مہینے تک خیمہ گاہ شام کی جانب گاڑا لوگ جس قدر آگے بڑھنے میں جلدی کرتے تھے اسی قدر آپ ایک خاص مصلحت کی وجہ سے توقف کرتے تھے آخرالامر حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ چالیس ہزار اپنے اور والد کے خادموں سمیت جن میں بعض لوگ لوٹ کی حرص وطمع سے، بعض محض اپنی قوم کی اتباع کی وجہ سے بعض صرف لڑائی دیکھنے کی غرض سے ساتھ ہوئے تھے۔

خطبہ مبارک

پس امام ہمام ماساباط (ایک جگہ کا نام ہے) میں پہنچے اور شب کو وہاں

قیام فرمایا صبح کو خیال آیا کہ ذرا ان کا امتحان تو لیں ایسا نہ ہو کہ وقت پر کام نہ آئے اور دوست دشمن سے علیحدہ نہ ہوں۔ لہٰذا حکم فرمایا کہ منادی ندا کرے کہ سب لوگ جماعت میں حاضر ہوں جب تمام لوگ جمع ہو گئے آپ منبر پر چڑھے اور فرمایا:

الحمد للّٰہ کلما حمدہ حامد و اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمد عبدہ ورسولہ ارسلہ بالحق الخ

حمد و صلوٰۃ کے بعد فرمایا:

''اے میری جان نثار قوم میں امید رکھتا ہوں کہ میری ہر صبح خدا کی حمد اور اس کے احسان و شکر میں ہو۔ مَیں تمام مخلوق کو خدا کی خلق و عادت سیکھنے کی نصیحت کرتا ہوں۔ مَیں نے صبح اِس حال میں نہیں کی کہ کسی کے کینہ سے میرا سینہ بھرا ہوا ہو۔ مَیں کسی کے ساتھ بدی کا ارادہ تو کیا اس کا خیال بھی نہیں کرتا ہوں۔ نہ میں کسی کو فریب دینے والا ہوں۔ اتفاق رائے میں جو چیز تم مکروہ جانتے ہو وہ اس محبوب چیز سے جو نفاق کی حالت میں رکھتے ہو بہتر ہے۔ میں تم پر تمہاری ذات سے زیادہ مہربان ہوں۔ جو چیز اپنے نفس کے لئے بہتر سمجھتا ہوں۔ اسی کا تمہارے لیے بھی خواہاں ہوں۔ پس تم کو بھی لائق ہے کہ اپنے اندرونی حال مجھ سے نہ چھپاؤ اور میرے حکم کی مخالفت اور رائے کی تردید نہ کرو اللہ تعالیٰ مجھے اور تمہیں اپنے فضل و کرم سے بخش دے اور سیدھی راہ پر چلائے''۔

رافضیوں کی بدسلوکی

چونکہ آپ کا یہ خطبہ مصالحت کے کنایات و اشارات کو متضمن تھا یعنی

ایک ایسے طرز اور ڈھنگ سے آپ نے ارشاد فرمایا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا سب لوگ آپس میں ایک دوسرے کو تکنے لگے اور چپکے چپکے کہنے لگے کہ بولو صاحبو! اب تمہاری کیا رائے ہے۔ سب نے متفق ہو کر کہا کہ ہمارا غالب گمان ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کا ارادہ کرلیا ہے اور خلافت اس کو تفویض کرنا چاہتے ہیں۔ ہم کو تو یہ بات کبھی منظور نہ ہوگی۔ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے خدا کے ساتھ کفر کیا یہ کہہ کر کائی کی طرح پھٹ گئے اور امام ہمام کے خیمہ میں جو کچھ مال و متاع تھا سب لوٹ لیا۔ یہاں تک کہ آپ کے نیچے سے مصلیٰ تک نکال کر لے گئے۔ جب آپ نے ان بے وفا اور بیدرد لوگوں کی یہ کیفیت دیکھی تو گھوڑا منگا کر سوار ہوئے اور راتوں رات تاریکی میں چل کر ماسا باط میں پہنچ گئے۔

فائدہ

ایسا سلوک کرنے والے شیعان کوفہ تھے۔ شیعہ حضرات کی مستند فارسی کتاب ''جلاء العیون'' مطبوعہ ایران کے صفحہ ۲۵۲ پر یہ تمام واقعہ موجود ہے۔

ایک شخص کی گستاخی

ایک شخص جراح بن سنان نامی نے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور کہا اللہ اکبر اے حسن تو نے شرک کیا جیسے تیرے باپ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شرک کیا تھا اور کمبخت بے رحم نے جو کوڑا اپنے ہاتھ میں رکھتا تھا ایسا زور سے امام کی ران میں مارا کہ ہڈی تک زخم پہنچا حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن پکڑی اور زمین پر دونوں گر پڑے اتنے میں آپ کے ہمراہیوں میں سے ایک شخص پہنچا اور اسی کوڑا سے اسے مار ڈالا۔ اور حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو پالکی میں سوار

کر کے مدائن میں لایا گیا۔

ایک شخص کی غداری

پس علی بن سعد الثقفی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت سے اس وقت اس جگہ کا عامل تھا آپ کی خدمت حاضر ہوا۔ مرہم پٹی میں مشغول ہوا اسی اثناء میں لشکر میں سے ایک خط جو عبداللہ بن عباس اور قیس بن سعد کی حکومت کے لیے بصرہ روانہ کیا گیا تھا کہ تم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے لڑائی کی تیاری کرو۔ اور اسے عراق سے نکال دو۔ اگر بالفرض عبداللہ بن عباس شہید ہو جائیں تو قیس بن سعد لشکر کا امیر بن جائے۔ قیس بن سعد کی طرف سے بایں مضمون آیا کہ ہمارا لشکر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں صف آرا تھا اتنے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ کے پاس ایک خفیہ آدمی بھیج کر اپنے پاس آنے کی رغبت دلائی اور کہا اگر تم میرے پاس چلے آؤ تو تمہارا اعزاز و احترام وہاں سے زیادہ ہوگا اور بالفعل ایک لاکھ درہم تم کو دیتا ہوں ۔ لہٰذا آج کی رات عبداللہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف چلا گیا اور جو لوگ اس کی ہمراہی میں تھے وہ بھی چلے گئے۔ صبح ہوتے یہاں کے لوگوں نے اسے گم پایا۔ پس قیس بن سعد باقی لوگوں کے امام بنے اور صبح کی نماز پڑھائی۔ اس خط کے مضمون سے آپ کو اپنے یاروں کے احوال پر پورے طور سے واقفیت ہوئی۔

متعارف طبری کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب عبداللہ بن عباس کو اس امر کا یقین ہو گیا کہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے کچھ نہ ہو سکے گا۔ اور یہ خلافت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہی کی طرف رجوع کرے گی تو اس نے ایک پیغام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بایں مضمون لکھ بھیجا کہ اگر تم بصرہ کی حساب طلبی مجھ سے نہ کرو تو میں تمہارے پاس آ کر بیعت کروں ۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تو یہ

چاہتے ہی تھے سن کر بہت ہی خوش ہوئے بقول شخصے منہ مانگی مراد آئی اس منشاء کو بھی قبول کیا اور اپنی طرف سے اور بھی بہت سے وعدے کئے اور بڑے بڑے مناصب کی امیدیں دلائیں پس عبداللہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے جا ملے۔

ضروری وضاحت

واضح ہو کہ یہ عبداللہ بن عباس، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بیٹے نہیں ہیں جنھوں نے دنیا پر لات مار کر عبادت مولیٰ میں تمام عمر بسر کی یہ دوسرے عبداللہ ہیں جو حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے لشکر کے سردار تھے۔

بعض لوگ اس روایت کو یوں بھی بیان کرتے ہیں کہ سرداران قوم میں سے ایک بڑی جماعت نے خفیہ طور پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس مضمون کے خط بھیجے کہ ہم تیری اطاعت کے لیے حاضر اور حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو قید کر کے تیری سپردگی میں کرنے کے ضامن ہیں۔ جس وقت تو نزدیک آئے گا ہم حسن رضی اللہ عنہ کو فوراً گرفتار کر کے تجھے دے دیں گے۔ بعض کہتے ہیں یہ سب روایتیں صحت کے مرتبہ کو نہیں پہنچیں۔

حقیقت امر یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خود ہی ان لوگوں کے فریب اور مکر کا حال امام کو لکھ بھیجا جب آپ کو بخوبی ثابت ہو گیا کہ یہ لوگ اپنی جانیں مجھ سے دریغ رکھتے ہیں تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی۔

غیبی آواز اور ایک شخص کا گستاخی کرنا

علامہ کمال الدین ابوالفتح محمد بن موسیٰ المصری الدمیری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب ''حیات الحیوان'' میں لکھا ہے کہ جب امام حسن رضی اللہ عنہ اپنے والد ماجد امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی وفات کے بعد اور اپنی بیعت خلافت کے

لیے مدائن میں تشریف لے گئے اور وہاں آرام فرمایا کچھ دنوں قیام فرما کر وہاں سے قیس بن سعد کو مقدمۃ الجیش بنا کر بھیجا تھا ان کے جانے کے بعد غیب سے ایک آواز آئی کہ قیس بن سعد مارے گئے۔ اس آواز کے سنتے ہی لشکر امام میں ہل چل پڑ گئی اور سب کے سب پسپا ہو گئے۔ اسی حالت میں کمبخت جراح بن سنان نے امام ہمام کی ران مبارک میں بلّم مارا جس سے حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو سخت تکلیف اور بے حد صدمہ پہنچا۔ آپ نے فرمایا کل کی بات ہے جو میرے والد مکرم حضرت سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو ناحق قتل کر چکے ہو اور اس پہلوان شہسوار عرصہ کارزار کے خون میں ہاتھ رنگین کر چکے ہو آج میرے قتل کرنے کے لیے جمع ہوئے ہو اور فاطمہ کے سخت جگر کو پائمال کرنا چاہتے ہو رحمۃ اللہ علیہ بات تو بدکاروں اور نفس پرستوں میں ہم نے مشاہدہ کی ہے۔

اس واقعہ کے بعد آپ نے بخوشی و رضا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو تفویض خلافت کا خط لکھا اور دنیا کے علائق سے فارغ ہو گئے۔

اسی طرح ''تہذیب التہذیب'' میں منقول ہے مگر اس کے بعد یہ زائد ہے کہ جب امام حسن رضی اللہ عنہ کو بدبخت گستاخ نے خنجر مارا تو آپ قصر سفید میں داخل ہوئے اور آپ کے ہمراہیوں نے آپ کے خیمے اور پردے سب لوٹ لیے۔

ترک جنگ اور صلح کی وجہ

جمیع بن عمر، مجاہد سے اور وہ ملحرب عجلی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میری صلح کا باعث اور ترک قتال کی وجہ یہ تھی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ کا ہاتھ فرش پر رکھا ہوا ہے۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ آپ پر اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رکھا ہوا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا

ہاتھ رکھا ہوا ہے اور خون پڑا ہوا ہے جب یہ حالت دیکھی تو دریافت کیا گیا کہ یہ کیا ہے فرمایا یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خون ہے اللہ تعالیٰ اُسے طلب کرتا ہے۔

مصالحت کی کوشش

امام بخاری، حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ جب امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں ایک جرار لشکر بھیجا جو بغیر خونریزی اور جانفشانی اپنے جیسے لشکر کے منہ نہ پھیرے گا اور قدم پیچھے نہ ہٹائے گا وہ جب تک ہزار ہا دل چلوں جوانمردوں کو اپنی تیغ جوشن گزار اور جہاں سوز کی چمک نہ دکھائے گا واپس ٹل کر نہ جائے گا (یعنی ان فوجوں کی شکست بغیر کشت وخون ہزاروں کے ممکن نہیں) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے عمر اگر ان کے لشکر نے ہمارے لشکر کو اور ہمارے لشکر نے ان کے لشکر کو تہ تیغ کیا تو طرفین سے ہزاروں مسلمان تہ خاک وخون ہوں گے پھر اس وقت مقتولوں کی عورتوں اور فرزندوں اسباب کا کون خبر گیر ہوگا یتیم بچے ننھے ننھے ہاتھ پسارتے اور چھوٹے چھوٹے ہونٹ بسورتے پھریں گے اس سے تو صلح ہی بہتر ہے یہ کہہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دو قریشی لوگوں کو جن کا نام عبدالرحمٰن بن عامر بن کریز اور عبدالرحمٰن بن سمرہ تھا حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانہ کیا اور چلتے وقت خوب فہمائش کی کہ امام صاحب کے پاس جا کر صلح کا پیغام دو اور جس طرح ممکن ہو انہیں صلح پر آمادہ کرو۔ یہ دونوں صاحب امام کی خدمت میں آئے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا پیغام پہنچایا۔ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم عبدالمطلب کی اولاد ہیں دنیا ایسی نکمی چیز ہے کہ بالفعل ہم بھی اس کی ملمع کار زینتوں اور بناوٹوں میں گرفتار ہو گئے اور اس امت میں فساد وخونریزی کی نوبت پہنچی یعنی صرف دنیا کے لئے قتال کرنے لگے اور ان دونوں قاصدوں نے کہا

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی خدمت میں صلح کا پیغام بھیجا ہے اور وہ اقرار کرتے ہیں کہ سال بہ سال ایک معقول رقم آپ کے اہل وعیال کے نفقہ کے لیے دیتا رہوں گا آپ اسے قبول فرمالیں اور بافراغت چین سے گوشہ عزلت میں بیٹھ کر اپنی پیاری اور عزیز زندگی بسر کریں۔

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا اچھا تم جو یہ کہتے ہو اس کا کون شخص تم میں سے ضامن ہوگا انہوں نے کہا ہم دونوں اسکے ضامن ہیں۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے صلح کر لی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان (کہ اس فرزند کے وجود باوجود سے اللہ تعالی مسلمانوں کے دو فریق میں صلح پیدا کرے) صادق ہوا جب صلح واقع ہو چکی حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے خط صلح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا جس کا ترجمہ اور مضمون یہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے، معاویہ ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہم سے اس شرط پر صلح کی اور مسلمانوں کی ولایت اسے اس عہد پر تفویض کی کہ وہ خدا کی نور افزا کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت آمیز سنت اور خلفاء راشدین کی نیک خصلت پر عمل کرے گی مگر یہ عہد نامہ اس امر کو کبھی جابر نہ رکھے گا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے بعد جسے چاہے بنا دے بلکہ اس حکومت کو تمام مسلمانوں کے تفویض میں کرے وہ جس طرح چاہیں اور جس شخص کو چاہیں امیر بنا دیں۔ اور عموماً مسلمان۔ بہر حال خدا کے ملک میں سے جس جگہ اور جہاں چاہیں خواہ شام خواہ عراق وحجاز مقدس خواہ یمن میں حفاظت وامن

کے ساتھ رہ سکتے ہیں بالخصوص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے احباب، ان کا کنبہ ان کے اہل ان کی اولاد اپنے مال واولاد و ازواج ونفوس سے ہر جگہ محفوظ و مامون رہ سکیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان کو بھی اس عہد و پیان کا مضمون خدا کو حاضر ناظر جان کر قبول کرنا اور محکم عہد پر مضبوط رہنا چاہیے اور میرے بھائی امام حسین رضی اللہ عنہ اور تمام اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخفی اور علانیہ طور پر کبھی بے وفائی اور بدعہدی نہ کرنی چاہیے۔ یہ لوگ کسی قسم کی ایذا و تکلیف نہ پائیں اور ان میں سے کوئی بھی کسی ناحیہ اور طرف میں جان و مال سے خوف نہ دلایا جائے۔

"اشھد بما فیہ فلان بن فلان وکفیٰ باللہ شھید"۔

شرائط صلح

متعارف طبری وغیرہ میں منقول ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس شرط پر صلح کی کہ ہم کو مع اہلبیت کے باساز وسامان اور باحرمت وآبرو مدینہ پہنچادے۔ تمام بیت المال ہمارے حوالے کرے۔ عراق کا سارا محاصل مجھ میں اور میرے بھائی بہنوں کے درمیان تقسیم کرے اور آج سے ہر ہر فرد کے لیے پانچ پانچ ہزار درہم مقرر ہوں۔ پس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عباس اور عبدالرحمٰن بن سمرہ کو اپنا سفیر بنا کر حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا اور شروط مذکورہ کی قبولیت کا دستاویز لکھ کر ان کو دے دیا۔

جب صلح یقینی طور پر ہو چکی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی ملاقات کے لیے کوفہ میں آئے۔ تو عمرو بن عاص نے حضرت

معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے کہنا چاہیے کہ وہ ایک خطبہ اس مضمون کا لوگوں کو سنا دیں کہ ان پر صلح کا حال ظاہر ہو جائے۔ عمرو نے کہا اے حضرت معاویہ اس میں جو خوبی متصور ہے اسکا تجھے علم نہیں۔ ادنیٰ بات یہ ہے کہ صلح نامہ سن کر لوگ آپ اطاعت کریں گے اور لوگوں پر تمام حالات واضح ہو جائیں گے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہمیشہ اس بات کے خواہش مند رہے یہاں تک کہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے ایک روز کہا اے حسن بن علی رضی اللہ عنہ میری خواہش یہ ہے کہ آپ لوگوں کو خطبہ سناؤ اور جن شرائط پر میرے اور آپ کے درمیان صلح ہوئی ہے ان کی حاضرین کو خبر کر دو۔ آپ اٹھے اور حمد وثنا کے بعد فرمایا۔ اے حاضرین جلسہ اور اے میرے مخاطب! اچھی طرح جان لو کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے ہمارے اول کے سبب تم کو ہدایت کی اور آخر کے وجہ سے تمہارے خونوں اور مالوں کو محفوظ و مامون رکھا یعنی اوّل میرے نانا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری ہدایت کے باعث ہوئے۔ اور میں آخر میں تمہارے خون کو بچانے کا سبب ہوا۔ کیونکہ میں لڑائی اور خونریزی سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ بلاشبہ اس خلافت کے لیے ایک مقرر میعاد ہے کہ اس پر منقضی ہوگی۔ دنیا دست بدست اور نوبت بہ نوبت ہر شخص کو پہنچتی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ اے محمد ان سے کہہ دو کہ مجھے معلوم نہیں دنیا تمہارے لیے فائدہ کی جگہ ہے۔ یا صرف امتحان و آزمائش کا گھر ہے اور جس چیز کا تم وعدہ کئے گئے ہو مجھے معلوم نہیں کہ وہ قریب ہے یا بعید۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ظاہر گفتار اور مخفیات سے بخوبی واقف ہے۔ عموماً کتابوں میں تو یہ خطبہ اسی طرح آیا ہے۔

حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا خطبہ

اکثر معتبر کتابوں میں اس خطبہ کا عنوان اس طرح مرقوم ہے کہ امام

حسن رضی اللہ عنہ نے حمد خدا اور نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فرمایا:

اے لوگو! اچھی طرح جان لو کہ جابلقا اور جابلصا میں بجز میرے اور میرے بھائی حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے میرے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یادگار اور کوئی نہیں ہے۔ یعنی میرے اور میرے بھائی کے علاوہ کسی تیسرے شخص کو نہ پاؤ گے جس کے نانا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور یہ بھی جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے میرے نانا کی وجہ سے تمہیں جو ایک مدت سے گمراہی کے جنگلوں اور ضلالت کی وادیوں میں حیران و پریشان پھرتے تھے ساحل مقصود اور منزل مراد کو پہنچایا۔ تمہارے جہل کو علم سے، تمہاری ذلت کو عزت سے، تمہاری قلت کو کثرت سے بدل ڈالا۔ پہلے تم باہم دشمن تھے اب ایک دوسرے کے بھائی ہو گئے یعنی تمہارے بھائی مسلمان پہلے بہت ہی تھوڑے تھے اب بہت ہو گئے۔

فائدہ

مندرجہ بالا خطبہ میں آپ نے فرمایا تم باہم دشمن تھے بعینہٖ اس آیت کریمہ کا ترجمہ ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا۔

(سورۂ آل عمران)

ترجمہ: ''اور اللہ کی رسی مضبوطی سے تھام لو سب مل کر اور آپس میں پھٹ نہ جانا (فرقوں میں نہ بٹ جانا) اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم میں بیر تھا اس نے تمہارے دلوں میں ملاپ کر دیا تو اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی ہو گئے۔ (کنزالایمان)

واضح ہوا کہ حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے خلافت کے لیے

درحقیقت میرا ہی حق تھا نہ اس کا میرے ساتھ نزاع اور جھگڑا اٹھایا۔ پس میں نے محض امت محمدیہ ﷺ کی اصلاح حال اور مسلمانوں سے فتنہ کے قطع کرنے میں نظر کی تو سب لوگوں نے اس بات پر مجھ سے بیعت کی تھی کہ جس کو میں سلامتی دوں اسے تم سلامت اور حفاظت سے رکھو اور اس کی ایذا رسانی اور تکلیف دہی سے باز رہو اس سے لڑائی کو حرام جانو اور جس سے میں لڑوں اور دشمن جانوں اس سے تم بھی لڑو اور دشمن جانو۔ اب میں نے مصلحت امر اس میں دیکھی کہ اپنی موروثی خلافت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو تفویض کروں اور کشت وخون سے علیحدہ ہو جاؤں چنانچہ میں نے اس سے بیعت کی اور خونریزی موقوف رکھی۔ کیونکہ خونریزی سے حفاظت خون بہر حال بہتر ہے اور یہ بھی یاد رکھو کہ میری صلح بجز تمہاری اصلاح اور بقا کے کسی اور غرض اور منشاء پر ہرگز راضی نہیں ہے:

وَاِنْ اَدْرِیْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَ مَتَاعٌ اِلٰى حِیْنٍ۔ (سورہ الانبیاء)

ترجمہ: ''اور میں کیا جانوں شاید وہ تمہاری جانچ ہو اور ایک وقت تک برتوانا''۔ (کنزالایمان)

بعض کتابوں میں خطبہ بایں مضمون لکھا ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دانشمندیوں میں اعلیٰ درجہ کی دانشمندی پرہیزگاری ہے اور سب نادانیوں سے زائد نادانی بدکاری ہے۔ امر خلافت میں مجھ سے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے جو نزاع اور جھگڑا وقوع میں آیا وہ خلاف مصلحت تھا اب اگر وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہی کا حق تھا تو حق اپنے مرکز پر قائم و برقرار رہا اور اگر میرا حق تھا تو میں نے اُسے دیدیا اور دانستہ امت محمدیہ ﷺ کی اصلاح حال اور محافظت کے لیے ترک کر دیا۔ میں نہیں جانتا کہ یہ میرے لیے فتنہ ہے یا فائدہ۔

فائدہ

خلافت درحقیقت حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ ہی کا حق تھا خطبہ میں جو آپ نے کلمہ شک استعمال فرمایا (کہ یہ حق میرا تھا یا حضرت معاویہ کا) اسکا منشا تردد نہ تھا بلکہ خصم کے ساکت اور مخالف کے خاموش کرنے کو محاورۂ عرب میں اس طرح بول دیا کرتے ہیں آپ نے بھی وہی محاورہ استعمال کیا۔

چنانچہ قرآن مجید میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِنَّآ اَوْاِیَّاکُمْ لَعَلٰی ھُدًی اَوْ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔ (سورۃ سبا)

ترجمہ: ''اور بے شک ہم یا تم یا تو ضرور ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی میں''۔ (کنزالایمان)

گرفتار ہو میں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہدایت پر ہونا یقینی امر تھا مگر یہ تردد مخالفین کے اسکات اور انصاف کے لیے وقوع میں آیا۔

الغرض جب حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ خطبہ سے فارغ ہوئے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عاص سے کہا کیوں صاحب خوب آپ نے اس میں سوچی تھی یہی تھی نہ کہ لوگوں پر بخوبی واضح ہو جائے کہ میں حق پر نہ تھا اور بغیر حق امام سے نزاع اور جھگڑا کیا عمرو بن عاص نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔

تاریخ صلح

ایک صحیح تاریخ سے یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس کا بھی اقرار لیا تھا کہ اہل مدینہ اور اہل عراق میں سے کسی سے اس چیز کا مطالبہ نہ کرنا چاہیے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانہ میں تھا۔ ہمارے کل قرضہ کی ادائیگی کردو۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ سب

شرطیں قبول کیں۔ یہ صلح ماہ ربیع الاول ۴۱ھ ہجری میں واقع ہوئی۔ گو بعض نے جمادی الاولیٰ اور جمادی الاخریٰ بھی کہا ہے مگر اوّل قول صحیح اور معتبر ہے۔

عار، نار سے بہتر ہے

اس صلح کے واقع ہوتے ہی حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھی سخت غضبناک ہوئے اور ناراض ہو کر کہنے لگے:

یا عار المومنین اسودت وجه المومنین۔

یعنی حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے قبیلہ کے لوگوں اور ہمراہیوں نے کہا اے مسلمانوں کی ننگ و عار تو نے مسلمانوں کا منہ کالا کر دیا اور تو ان کی تذلیل اور آبروریزی کا ذریعہ ہوا آپ نے فرمایا عار، نار سے بہتر ہے۔(یہ نازیبا کلمات کوفی شیعہ کے ہیں)

ابوالضریف کہتے ہیں کہ جو لشکر حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کے لیے تیار کر کے بھیجا تھا اور جس کی تعداد بارہ ہزار تھی اتفاقاً میں بھی اُس لشکر ظفر پیکر میں موجود تھا۔ ہم لوگ مرنے کے لیے تیار اور اپنی نقد جان ہتھیلی پر رکھے ہوئے آمادۂ پیکار تھے کہ کب جنگ بازی ہو اور جانوں پر کھیل جائیں۔ ہماری شمشیریں اہل شام کے خون کی پیاسی تھیں لیکن جب ہم کو صلح کی خبر پہنچی تو غیظ وغضب سے ہماری پیٹھیں ٹوٹ گئیں اور ہماری آرزوؤں کے بلند محلوں کو سیلاب مصالحت نے بالکل نیست و نابود کر دیا اور بعض جوانمردوں کو آتش غضب نے سوختہ کر ڈالا جب حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کوفہ میں تشریف لائے تو ہم میں سے ایک بوڑھا شخص نے جس کی کنیت ابو عمرو تھی (یہ کوفی شیعہ تھا)۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کی خدمت سراپا برکت میں حاضر ہو کر کہا اے مسلمانوں کے ننگ۔ اے مسلمانوں کو ذلت میں ڈالنے والے السلام علیکم۔

آپ نے فرمایا اے ابو عمرو تو بوڑھا ہونے کو آیا مگر عقل نہ آئی۔ اس بات کا خیال بھی نہ آیا میں نے مسلمانوں کی ذلت نہیں چاہی بلکہ طلب حکومت اور جاہ و دنیا کے لیے تمہارے خون بکھرنا ناجائز جانا۔

ضروری وضاحت

یہ نازیبا الفاظ بھی شیعان کوفہ نے کہے جیسا کہ "جلاء العیون" صفحہ ۲۶۲ میں بسند حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ (مطبوعہ تہران)

ترک خلافت کی وجہ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے ترک خلافت کا باعث یہ ہوا کہ انھوں نے بادشاہوں میں داخل ہونا پسند نہ کیا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان تھا خلافت میرے بعد صرف تیس ہی سال تک رہے گی پھر سلطنت ہو جائے گی۔ انہیں ہر وقت یاد تھا اس حدیث کو، احمد، ترمذی، ابوداؤد، وغیرہ نے اپنی اپنی سنن میں روایت کیا ہے اور ابن حبان نے اس کی تصحیح کی ہے اور خلافت کا تیسواں سال ربیع الاول کے مہینہ میں تمام ہو گیا تھا۔

دمشق میں قیام

تاریخ طبری میں منقول ہے کہ صلح کے بعد حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا ایک مہینہ تک دمشق میں قیام ہوا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو کچھ وعدہ کیا تھا پورا کیا۔ الغرض اس کے بعد حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اپنے اہل و عیال خدام و حشم کے ساتھ مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے اور وہیں رہ کر دنیا کے علائق سے قطع نظر کر کے یاد الٰہی میں مشغول ہوئے۔

خلافت کو محض امت محمدیہ کے خون کی حفاظت کے لیے ترک کیا

حاکم، حضرت جبیر بن نفیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں میں نے حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے عرض کی آپ خلافت کی خواہش اور ارادہ رکھتے ہیں۔ فرمایا بخدا میرے پاس عرب کے بڑے بڑے تلواریں چلانے والے اور بہادر تھے اگر میں کسی سے جنگ کرتا تھا وہ میرے ہمراہ ہو کر جنگ کرتے تھے اور اگر میں تسلیم کرتا تھا تو وہ بھی تسلیم کرتے تھے مگر میں نے خلافت کو محض خدا کے لیے اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کی حفاظت کے واسطے ترک کر دیا۔

متعارف طبری میں مذکور ہے کہ صلح کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قیس کو پیغام بھیجا کہ تمہارے سردار اور مالک حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے مجھ سے میری خلافت پر بیعت کر کے خلافت کی باگ میرے ہاتھ میں دے دی ہے تم کو بھی مناسب ہے یہاں آ کر بیعت کرو۔ قیس نے جواب لکھا کہ میں تم سے لڑنے کو بہت دوست رکھتا ہوں اس سے کہ خاموش بیٹھا رہوں۔ قیس کے پاس چونکہ پانچ ہزار بہادر جن کی رانوں کے نیچے عربی گھوڑے برق رفتار اور جن کی بغل میں تیغ ہندی جوش گزار تھے اور وہ خود بھی صف شکن بڑی جرأت والا تھا اس سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر بے حد خوف غالب ہوا دوبارہ خط لکھا کہ جو تجھے چاہیے مجھ سے لے اور بیعت سے انکار نہ کر۔ ہر چند کہ قیس نے ایک بڑی ولایت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مانگی جو کسی طرح اس کے دینے کی امید نہ تھی۔ مگر "غرض باولی" حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بخوشی منظور کیا اور اپنے پاس بلا کر نہایت احترام و اعزاز سے پیش آئے اور ایک بڑے جلسہ میں ان سے بیعت لی۔ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے تمام مخالفین سے بے خوف ہو گئے اور کسی طرف سے اس کے دل میں دغدغہ نہ رہا تو بسر بن ارطاۃ کو بصرہ میں اور عبداللہ بن عامر کو مصر میں روانہ کیا پھر تین سال کے بعد مکہ کی حکومت مروان کو دے دی۔

☆=☆=☆

فصل ششم

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت

زہر سے شہادت

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت اور آپ کی تجہیز و تکفین اور نماز و تدفین وغیرہ میں یہ بات اخبار متفقہ سے ثابت ہے کہ آپ کی وفات کا باعث آپ کی بیوی جعدہ بنت اشعث بن قیس تھیں۔ اس مجمل کی تفصیل اور مبہم کی تفسیر یہ ہے کہ یزید پلید نے اسماء بن قیس بن الاشعث جعدہ کی ہمشیرہ کو خفیہ جعدہ کے پاس بھیجا اور کہا جعدہ سے کہو کہ میں ایک مدت سے تجھ پر عاشق زار اور جدائی میں نہایت بیقرار ہوں۔ اگر تو راکب دوش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور راحت جان بتول سردار زمن سید امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر ہلاہل دے کر مار ڈالے تو میں تجھے اپنے نکاح میں لاؤں گا اور ایک لاکھ درہم مہر کے ادا کروں گا۔ علاوہ اس کے اور بہت سامان واسباب تیرے لیے میرے پاس موجود ہے حتی کہ جان تک سے دریغ نہ کروں گا۔ اس ناپاک اور نابکار عورت نے آپ کو زہر ہلاہل نوش کرایا جس سے چالیس روز بیمار رہے اور سخت تکلیف کے ساتھ ان ایام مصیبت کو کاٹا اور آخر ایام مرض میں فرمایا کہ میری چارپائی گھر کے صحن میں بچھا دو۔ لوگوں نے صحن خانہ میں آپ کو لٹایا آپ نے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا مولیٰ کریم! میں اپنی زحمت نفس کا اجر اور اپنی تکلیف کا ثواب تجھ سے چاہتا ہوں کیونکہ اس وقت مجھے ایسی تکلیف پہنچی ہے جو اس سے پہلے کبھی نہ پہنچی تھی۔

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا اقرار

ابونعیم ''حلیہ'' میں حضرت عمر بن اسحٰق سے نقل کرتے ہیں کہ میں اور

ایک شخص حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے مرض موت میں اُن کی عیادت کو گئے۔ آپ نے دیکھتے ہی فرمایا کہ اے شخص کچھ مجھ سے پوچھ ہم نے عرض کی اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند بھلا ایسے وقت میں ہم آپ سے کیا پوچھیں جب آپ کو افاقہ ہوگا تو دریافت کریں گے۔ راوی کہتا ہے کہ یہ سن کر حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے اور اندر چلے گئے پھر اسی وقت واپس آئے اور فرمایا مجھ سے جو پوچھنا ہو پوچھو اس سے پہلے کہ پوچھنے کا وقت نہ پاؤ گے۔ یعنی میں دنیا سے عنقریب کوچ کرنے والا ہوں۔ پھر کس کا پوچھنا اور کہاں کا جواب دینا۔ میں نے عرض کیا میرا جی نہیں چاہتا کہ اس وقت کوئی سوال کر کے حضور کو تکلیف دوں آپ کے آرام و عافیت کے بعد دریافت کروں گا۔ آپ نے فرمایا مجھے کئی بار زہر دیا گیا مگر موثر نہ ہوا اس مرتبہ اس زہر کے اثر سے میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نکلا چلا آتا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میں دوسرے روز جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ اس وقت نزاع کی حالت میں تھے اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کے سرہانے بیٹھے ہوئے پوچھ رہے تھے کہ بھائی جان آپ کے گمان میں آپ کا قاتل اور زہر دینے والا کون ہے۔ فرمایا کیا اس کو قتل کرنے کے لیے مجھ سے پوچھتے ہو کہا ہاں۔ فرمایا اگر میرا وہی قاتل ہے جس پر میرا گمان ہے تو اللہ تعالیٰ منتقم حقیقی ہے قیامت کے میدان میں وہ اس سے خود بدلہ لے گا اور اگر وہ قاتل نہیں ہے تو میں اس بات کو ہرگز جائز نہیں سمجھتا کہ کوئی بے گناہ شخص میرے لیے مارڈالا جائے یہ کہتے کہتے جان بحق تسلیم کردی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

فائدہ

ایک روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی

وفات کا وقت جب قریب آیا تو اپنے بھائی حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا میری موت قریب ہے اور تم سے جدا ہونے کا وقت آیا ہے۔اب میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کروں گا میں اپنے جگر کو پارہ پارہ پاتا ہوا اور میں جانتا ہوں کہ بلا کہاں سے آئی ہے۔میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس بات کا مخاصمہ کروں گا۔

(از محمد عبدالاحد قادری)

''تھذیب التھذیب''میں یہی روایت اسی روای سے اس طرح آئی ہے کہ میں اور ایک اور شخص حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی عیادت کو گئے آپ ہمارے جاتے ہی کھڑے ہوگئے اور بیت الخلاء میں تشریف لے گئے۔اور تھوڑی دیر میں باہر نکل کر فرمایا میرا دل وجگر ٹکڑے ٹکڑے ہوکر دستوں کی راہ سے نکل رہا ہے۔گو مجھے کئی دفعہ زہر دیا گیا۔مگر اس زہر جیسا میں نے نہ پیا تھا اس زہر ہلاہل نے تو کام ہی تمام کردیا۔میں وہاں سے چلا آیا۔پھر دوسرے روز جارہا تھا کہ راہ میں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی ان کے ہمراہ در دولت امام حسن رضی اللہ عنہ تک پہنچا اور آپ کو نزاع کی حالت میں دیکھا۔الی آخرالحدیث۔

حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا خواب

ابن سعد، عمران بن عبداللہ بن طلحہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ گویا آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان ''قل ھواللہ'' مکتوب ہے۔صبح کو گھر کے لوگوں کے سامنے یہ خواب بیان کیا۔گھر والے سب کے سب خوش ہوگئے۔مگر جب اِس خواب کا قصہ حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ کے پاس بیان کیا گیا تو انھوں نے فرمایا اگر حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا یہ خواب سچا ہے تو ان کی موت کا زمانہ قریب ہے۔چنانچہ اس واقع کے بعد آپ نے چند روز زندہ رہ کر وفات پائی۔

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو نصیحت

حافظ ابو عمرو یوسف بن عبداللہ ابن البر النمیر القرطبی نے اس روایت کو کئی طرح سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کا زمانہ قریب پہنچا تو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی کہ اے میرے بھائی جان جب ہمارے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو چھوڑ کر اعلیٰ علیین کو مسکن بنایا تو اس وقت ہمارے والد کو امید تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں ہی خلیفہ بنوں گا مگر خلافت کی باگ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تفویض کی گئی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد بھی انہیں خلافت کی توقع تھی۔ مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلافت پہنچی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے انتقال کا زمانہ جب قریب ہوا تو آپ نے خلافت کو کچھ لوگوں میں چھوڑا اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پورا پورا یقین تھا کہ اب خلافت بجز میرے اور کسی کو نہ پہنچے گی۔ مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر قرار پایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کی۔

بعدہٗ مسلمانوں میں جھگڑا پڑنا شروع ہوا اور خلافت کے لیے شمشیر نکلنے کی ضرورت پڑی۔ پس میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اہل بیت میں مرتبہ نبوت اور خلافت کو جمع نہ کرے گا اور مجھے اسکا بھی یقینی طور پر علم ہے کہ میرے بعد سفیہ اور بیوقوف اہل کوفہ تجھے خلافت کے لیے ابھاریں گے اور مدینہ سے نکالنے کے درپے ہوں گے۔ اور بظاہر خلافت کا تمغہ تجھے پہنانے کا ارادہ کریں گے مگر تو اسے کبھی اختیار نہ کرنا۔

اور میری آخری وصیت یہ ہے کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اجازت لے چکا ہوں کہ میرے انتقال کے بعد مجھے اپنے گھر (یعنی روضہ رسول

اللہ ﷺ) میں دفن کیجئے گا۔ انھوں نے مجھ سے مستحکم وعدہ اور مضبوط اقرار کیا ہے۔

پس میرے انتقال کے بعد ان سے پھر اجازت چاہنا اگر وہ بطیب خاطر اجازت دیں تو مجھے ان کے گھر میں دفن کرنا مگر میرا غلب گمان یہ ہے کہ جب تم اس کا ارادہ کروگے تو بنی امیہ جو والیان عہد ہیں تمہیں اس ارادہ سے باز رکھیں گے۔ پس اُن سے جھگڑا نہ کرنا اور لڑائی نہ بڑھانا۔

روضہ رسول ﷺ میں دفن کیے جانے پر رکاوٹ

''فصول المهمه'' میں اس کے بعد یہ لفظ بھی ہیں کہ اگر بنی امیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں دفن کرنے سے منع کریں تو مجھ کو میرے نانا کے روضہ مبارک کے آگے لیجانا اور تھوڑی دیر میرا جنازہ اس مبارک جگہ رکھنا تاکہ میں آپ سے تجدید عہد کرلوں۔ پھر وہاں سے لے جاکر بقیع میں دفن کرنا کیونکہ جو آدمی وہاں آرام سے پاؤں پھیلائے سوتے ہیں ان کے ساتھ مجھے اقتدار ہے۔

غرض کہ جس وقت حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے اس دار فانی کو چھوڑ کر دار باقی میں کوچ کیا۔ تو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کی وصیت کے موافق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے انھوں نے فرمایا حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا یہیں مدفون ہونا بہتر اور خوب بات ہے مگر جب یہ خبر بے رحم ظالم مروان کو پہنچی تو اس نے کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ دروغ گو ہیں۔ میں یہاں انہیں کبھی دفن نہ ہونے دوں گا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دفن نہ کرنے کی کیا وجہ تھی اور حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو دفن کرنے کے کیا معنی؟ جس طرح خلیفہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہاں لوگوں

نے دفن کرنے سے منع کیا تھا میں حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو دفن کرنے سے منع کروں گا جب یہ خبر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو پہنچی سخت متالم ہوئے اور چند مسلح لوگوں کو ہمراہ لے کر مروان کے پاس چلے آئے۔ مروان بھی مسلح ہوا۔ قریب تھا کہ ان میں نزاع کی نوبت پہنچے۔ اتنے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا یہ کیسے ظالم لوگ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند کو ان کے پاس دفن کرنے سے منع کرتے ہیں پھر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر فرمایا کہ میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں۔ غصہ کو تھوک دو کیا تمہیں حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی وصیت یاد نہیں۔ دیکھو انہوں نے انتقال کے وقت فرمایا تھا اگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں مجھے لوگ نہ دفن کرنے دیں تو ان سے نزع نہ کرنا اور بقیع میں دفن کر کے واپس چلے آنا۔

جنازہ کی امامت

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے سمجھانے سے سمجھ گئے۔ اور مسلمانوں کے قبرستان میں حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے جنازہ کو لے گئے بنی امیہ میں سے آپ کے جنازہ پر کوئی بھی نہ آیا مگر سعید بن العاص جو اس وقت مدینہ طیبہ کا حاکم تھا۔

پس حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے سعید بن العاص کو نماز پڑھانے کا حکم فرمایا اور کہا چونکہ جنازہ کی نماز بادشاہ یا نائب کو مسنون ہے لہٰذا تم ہی کو نماز پڑھانی مناسب ہے۔

قبر مبارک

بعض کہتے ہیں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بنی امیہ سے کہہ کر سعید بن العاص کی اجازت لے لی تھی۔ جب وہ آئے نماز پڑھا کر حضرت فاطمہ

رضی اللہ عنہا کے پہلو میں آپکو دفن کیا لیکن صحیح یہ بات ہے کہ وہ قبر جس کے پہلو میں حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ مدفون ہوئے۔ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا آپ کی دادی کی قبر ہے۔ (واللہ اعلم)

ضروری وضاحت

متعارف طبری میں جو بیان کیا گیا ہے کہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی نے حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو دفن ہونے سے منع کیا اور اس کا ایک طول طویل قصہ لکھا ہے وہ راوافض (شیعہ) کی مفتریات اور مخترعات سے ہے اہل سنت و جماعت کی معتبر کتب میں یہی مذکور ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بالکل انکار نہیں کیا بلکہ نہایت خوشی اور مسرت ظاہر کرکے فرمایا کہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا یہیں مدفون ہونا بہتر ہے۔ (واللہ اعلم)

غسل مبارک

منقول ہے کہ جب حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو امام حسین، عباس، محمد یعنی ابو طالب کے بیٹوں نے آپ کو غسل دیا اور سعید بن العاص امیر مدینہ نے نماز پڑھی اور بقیع عباس کے قبہ میں اپنی دادی حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ''تاریخ الخلفاء'' میں نقل کرتے ہیں کی تاریخ میں مذکور ہے کہ جب حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ ریاض رضوان میں تشریف فرما ہوئے تو جعدہ بنت اشعث ملعونہ نے یزید پلید کو پیغام بھیجا کہ دیکھ میں نے امام ہمام کا کام تمام کیا اب تو بھی اپنے وعدے کو پورا کر۔ یزید نے جواب دیا اے جعدہ جب تو نے امام جیسے شخص اور ایسے قدیم محسن اور شفیع کو حرص دنیا کی وجہ سے زہر سے ہلاک کیا کہ مجھے تجھ پر کسی طرح اعتماد نہیں ہوسکتا اور

جب میں حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے آگے تیرے رہنے کو ناپسند جانتا تھا تو اب تجھے اپنے پاس رکھنا کب پسند کروں گا جادور ہو اور آئندہ اس امر میں مجھ سے کلام نہ کرنا۔

ضروری وضاحت

یہاں اور گزشتہ صفحات میں روایت آئی ہے کہ آپ کی بیوی جعدہ نے آپ کو زہر دیا اور وہ بھی یزید کے کہنے پر۔ غلط ہے دیکھئے تفصیل کے لیے سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''سوانح کربلا''۔ (از محمد عبدالاحد قادری)

بوصال حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا رونا

''فصول المھمہ'' میں منقول ہوا کہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ وفات کے وقت بہت روئے۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بھائی جان تم کیوں روتے ہو کہیں اور تو نہیں جاتے اپنے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے والد امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اپنی نانی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا۔ اپنی والدہ شفیقہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اپنے ماموں حضرت طاہر اور حضرت قاسم رضی اللہ عنہما اپنے چچا حضرت جعفر اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہم کے پاس جاتے ہو۔ خوشی سے جایئے اور آغوش محبت کو کھول کر ملیں مجھے بھی جلدی بلایئے آپ کیوں رو رہے ہیں۔ فرمایا بھائی میرے آگے آج ایسی مہم آئی ہے جس کا اس سے پیشتر میرے سامنے وقوع نہیں ہوا تھا یعنی موت یا زہر کا الم اور اس وقت میں خدا کی وہ مخلوق مشاہدہ کر رہا ہوں جو اس سے پہلے کبھی نہ کی تھی۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ بھی یہ سن کر بے قرار ہو گئے اور آہ آہ کر کے رونے لگے۔ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے بھائی اب موت کا وقت قریب پہنچ چکا ہے اور سفر کی تیاری ہے۔ خدا کے پاس جاتا ہوں

اور اپنے نانا سے ملاقات کرتا ہوں۔ مجھے اس وقت زندگی کی بالکل امید نہیں۔ کیونکہ زہر نے میرے جگر آنتوں کو کاٹ ڈالا اور کاٹ رہا ہے حتٰی کہ جگر اور آنتوں کے ٹکڑے قے اور دستوں کی رہ سے کٹ کٹ کر نکل رہی ہیں۔ ہر چند کہ میں اپنے قاتل کا نام جانتا ہوں مگر دنیا میں انتقام لینا پسند نہیں کرتا۔ اللہ پر اپنے معاملہ کو چھوڑتا ہوں اور تمہیں بھی قسم دیتا ہوں کہ اس معاملہ میں دم نہ مارنا۔ انتقال کے بعد میرا تابوت اول رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارک پر لے جانا پھر مسلمانوں کے مقبرے یعنی بقیع میں میرے جد کی قبر کے برابر دفن کرنا میرے لیے کسی قسم کی خونریزی نہ کرنا۔ اس کے بعد اپنے بچوں کے حق میں وصیت کی۔

۵۵ھ ہجری غرہ ربیع الاوّل یا ۵ ربیع الاوّل ۵۵ھ یہی قول واقع ہے باغ ارم میں تشریف فرما ہوئے اور امامیہ کے نزدیک ماہ صفر کے اخیر میں آپ نے رحلت فرمائی آپ کی عمر شریف کی بابت گو بہت سے قول ہیں مگر سب سے صحیح تر یہ ہے کہ ۱۵ ماہ رمضان ۳ھ کو آپ برج عصمت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے اور ۴۹ھ میں ربیع الاوّل کے مہینے میں وفات پائی۔ اس حساب سے عمر مبارک چھیالیس برس کی ہوتی ہے۔

فائدہ

صحیح روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک ۴۷ برس تھی اور خلافت کا زمانہ تو بہت ہی تھوڑا ہے۔ چنانچہ امام سیوطی "تاریخ الخلفاء" میں لکھتے ہیں کہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے کل چھ ماہ اور پانچ دن خلافت کی۔ واللہ اعلم (محمد عبدالاحد قادری)

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سات برس تو اپنے نانا رسول اللہ ﷺ

کے ساتھ رہے اور تیس برس والد عالی قدر کے ہمراہ اس کے بعد نو سال قید حیات صوری میں رہ کر انتقال فرمایا۔

وصال پر غم

''تهذیب التهذیب'' میں مذکور ہے کہ ثعلبہ کہتے ہیں جس وقت حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ مدفون ہوئے میں بھی وہاں حاضر تھا لوگوں کا انبوہ اور مخلوق کا ہجوم اس قدر تھا کہ اگر سوئی پھینکی جاتی تو لوگوں ہی کے سر پر گرتی زمین پر نہ گرتی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بلند آواز سے کہہ رہے تھے اے لوگو تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند پر مٹی ڈالتے اور اپنے ہاتھوں سے انہیں خاک میں دفن کرتے ہو۔ حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بگوش خود سنا ہے کہ جو حسن رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتا ہے وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے۔

''تهذیب التهذیب'' میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد بنی ہاشم کی عورتوں نے ایک مہینہ تک غمزدہ رہیں۔ مگر یہ روایت صحت کے مرتبہ تک نہیں پہنچی۔

☆=☆=☆

سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولادِ پاک کا ذکر

بزرگ اولاد کی تعداد

حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے بیٹوں کی تعداد میں ہر چند کہ مورخین کا سخت اختلاف ہے مگر حضرت زید حضرت حسن حضرت عمر اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہم چاروں بھائی باتفاق جمہور مورخین آپ کے صاحبزادہ ہیں۔ البتہ ان چاروں صاحبزادوں کے علاوہ اور اولاد میں اختلاف ہے۔

دولابی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ آپ کے پانچ فرزند تھے چار مذکور ہیں اور پانچویں صاحبزادہ کا نام حضرت ابراہیم۔

ابن خشاب کہتے ہیں حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے صلبی فرزندوں کی گیارہ تک نوبت پہنچتی ہے چار سابقین مذکورین کے سوا۔ قاسم، حسین، عبدالرحمٰن، عبداللہ ثانی (اول عبداللہ کے علاوہ) احمد، اسمٰعیل۔

ابن الاخضر گو بارہ صاحبزادوں کے قائل ہیں اور بارھویں صاحبزادے کا نام محمد بتلاتے ہیں لیکن تین صاحبزادوں کے نام کا جو اسمٰعیل اور عقیل اور احمد ہیں ان کا انکار کرتے ہیں۔ اور بجائے ان کے ابوبکر اور طلحہ اور محمد ثانی کو کہتے ہیں۔

پس اس روایت کے اعتبار سے حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے بارہ صاحبزادوں کے نام بایں ترتیب یوں مذکور ہیں۔ (۱) زید (۲) حسن (۳) عمرو (۴) عبداللہ (۵) ابراہیم (۶) قاسم (۷) حسین (۸) عبدالرحمٰن (۹) عبداللہ ثانی (۱۰) محمد (۱۱) ابوبکر (۱۲) طلحہ۔

اور شیخ محمد بن طلحہ شامی اپنی کتاب میں حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے پندرہ بیٹے حقیقی ثابت کرتے ہیں۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے پندرہ صاحبزادے بایں ترتیب ثابت ہوتے ہیں:

(۱) زید (۲) حسن (۳) عمر (۴) عبداللہ (۵) قاسم (۶) حسین
(۷) محمد (۸) ابوبکر (۹) حمزہ (۱۰) جعفر (۱۱) طلحہ (۱۲) ابراہیم
(۱۳) یعقوب (۱۴) عبدالرحمٰن (۱۵) عبداللہ ثانی

ابوعبداللہ محمد بن محمد بن النعمان المعروف بشیخ مفید جو شیعہ کے امام اور ان کے پیشوا ہیں حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے آٹھ فرزندوں کے بایں ترتیب قائل ہیں:۔

(۱) زید (۲) حسن (۳) عبداللہ (۴) عمرو (۵) قاسم (۶) حسین
(۷) طلحہ (۸) عبدالرحمٰن۔

اور مورخین جملہ روایات کی تطبیق اور جمع کے لیے بیس فرزندوں کے بھی قائل ہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

فائدہ

شیخ ابوعبداللہ محمد بن محمد بن نعمان رحمۃ اللہ علیہ کتاب ''ارشاد'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے پندرہ بیٹے تھے۔ ایک زید، اور ان کی دو بہنیں ام الحسن، ام الحسن ان کی ماں بشیر بنت مسعود عقبہ بن عمرو بن ثعلبہ فراجہ تھیں۔ دوسرے حسن ان کی والدہ بنت منصور قراریہ تھیں۔ قاسم اور عبداللہ تھے ان کی ماں ام ولد تھیں۔ یہ تینوں اپنے چچا سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ میدان کربلا میں شہید ہوئے۔ چہارم عبدالرحمٰن ان کی والدہ ام ولد تھیں۔ پنجم حسین لقب باشرم تھا ان کے بھائی طلحہ اور دونوں کی بہن فاطمہ ان کی ماں ام اسحاق تھیں۔ چھٹے فاطمہ اور ام عبداللہ، ام رقیہ یہ

سب پندرہ ہوئے۔ واللہ اعلم (از محمد عبدالاحد قادری)

اس میں تو کسی شخص کو بھی اختلاف نہیں کہ اس وقت تک حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی جو اولاد روئے زمین پر موجود ہے وہ صرف حضرت زید اور حضرت سیّدنا امام حسن ہی سے ہے اور عمرو حسین کی گو اولاد ہوئی مگر سامنے ہی سب کا انتقال ہو گیا پیچھے کوئی بھی اولاد باقی نہیں رہی جس طرح حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے فرزندوں کی تعداد میں اختلاف ہے اسی طرح آپ کی دختر اور صاحبزادی ہونے میں بھی اختلاف ہے۔

بعض مورخین تو بالکل نفی کرتے ہیں کہ آپ کے ہاں دختر سرے سے ہوئی ہی نہیں۔ بعض فرماتے ہیں ہوئی۔ تو مگر ایک جن کا نام فاطمہ اور جو محمد بن علی باقر کی والدہ ہیں۔

ابن الاخضر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی پانچ صاحبزادیاں تھیں:۔

(۱) ام الحسن (۲) ام عبداللہ (۳) ام سلمہ (۴) ام الخیر (۵) تماضر

رضي الله عنهن اجمعين ۔

شیخ مفید شیعی اس بات کا قائل ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی سات بیٹیاں تھیں جن کے نام یہ ہیں:

(۱) فاطمہ (۲) ام سلمہ (۳) ام الحسن (۴) ام الحسین (۵) ام عبداللہ

(۶) رقیہ (۷) فاطمہ ثانی۔

مگر صاحب کتاب ''مفتاح النجا'' فرماتے ہیں مجھے جہاں تک علم ہے اور کتابوں سے جہاں تک سراغ نکلتا ہے یہی ہے کہ آپ کی صرف تین ہی صاحبزادیاں تھیں: (۱) فاطمہ (۲) رقیہ (۳) تماضر اور (۴) ام الحسن (۵) ام

عبداللہ، فاطمہ کنیت تھی نام نہیں۔ اسی طرح ام الحسین ام سلمہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی کنیت ہے اور تمام ضرا ورام الخیر (٦) ام الحسین کی تصحیف یا بالعکس ہے۔

(واللہ اعلم بالصواب)

حضرت زید اور ام الحسن یعنی فاطمہ کبریٰ اور ام الحسین کی والدہ معظمہ ام بشر بنت ابی مسعود بن عقبہ بن عمر البدری ہیں۔ اور حضرت حسن کی والدہ مکرمہ خولہ بنت منصور الغزاء یہ ہیں اور حسین طلحہ فاطمہ صغریٰ کی والدہ ام اسحاق بنت طلحہ بن عبید اللہ ہیں۔ اور عمر قاسم، عبداللہ ایک کنیز سے پیدا ہوئی ہیں ان کے سوا اور بقیہ اولاد مختلف بطنوں سے پیدا ہوئی ہے۔

حضرت زید بن امام حسن رضی اللہ عنہ

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے صاحبزاد حضرت زید بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ایک مرد جلیل القدر کریم الطبع کثیر الاحسان شخص تھے بڑے بڑے عالم و فاضل ان کی زیارت کو آتے اور ان کی ملاقات کو فخر کا باعث جانتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ جیسا شخص آپ کی تعظیم میں بکثرت مبالغہ کرتا تھا۔ آپ نے نوے (٩٠) سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔

حضرت زید بن حسن نے اپنے والد اور بہت سے صحابہ سے روایات احادیث کی اور ہزاروں تابعین نے آپ سے روایت کی ہیں۔

آپ کے پیچھے صرف ایک صاحبزادے جن کا حسن بن زید نام تھا اور ابو محمد کی کنیت سے مشہور تھے باقی رہی یہ بھی موافق الولد سر لابیہ کے اپنے والد جیسے فاضل و عالم ہوئے اس زمانہ کے اکثر شاعر آپ کے مداح خواں تھے انہوں نے تابعین کے ایک جم غفیر اور انبوہ کثیر سے بہت سی حدیثیں روایت کیں اور خلق کثیر کو پہنچائیں۔ پچاسی سال کی عمر ١٦٨ ہجری میں دار فانی کو چھوڑ کر باغ

جاودانی کو معمور فرمایا۔ آپ کے پیچھے سات صاحبزادے جن میں سب سے بڑے حضرت زید بن حسن بن زید بن الحسن بن علی رضی اللہ عنہم تھے۔ باقی رہی اور ایک دختر جن کا نام نغیسہ تھا اور بڑی فاضلہ اور فقیہ تھیں موجود رہیں۔ چنانچہ یہ بات مشہور ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جیسے زبردست عالم نے ان کی شاگردی کا حلقہ اپنے کان میں ڈالا اور اکثر اوقات امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ان کی شاگردی پر فخر بیان کیا کرتے تھے۔ ان کی قبر مصر میں مشہور اور خلائق کی زیارت گاہ ہے۔

حضرت حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ

حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے دوسرے صاحبزادے حضرت حسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جن کا لقب ''حسن مثنیٰ'' بھی ہے بڑے فاضل اور زاہد جلیل القدر عظیم المرتبت شخص تھے۔

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی سے نکاح

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی آپ کے نکاح میں تھیں چنانچہ منقول ہے کہ حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے عم بزرگوار حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ آپ ایک لڑکی کی نسبت مجھے قبول کیجئے امام ہمام نے فرمایا اے میرے بھائی کے فرزند میری دو لڑکیاں ہیں۔ ان دونوں میں جسے تو پسند کرے خدمت میں بھیجوں۔ حضرت حسن بن حسن رضی اللہ عنہما حیا کی وجہ سے پابند شرم ہوئے اور اسکا کچھ جواب نہ دیا۔ چنانچہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جو صورت و جمال میں پورے طور سے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے مشابہ و مماثل تھیں اپنے بھتیجے کے نکاح میں دے دی۔

معرکہ کربلا میں شرکت

حضرت حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ اپنے بزرگوار چچا کے ساتھ معرکہ کربلا میں حاضر تھے اور زخموں سے چور ہو کر واقعہ کربلا کے بعد اہل بیت کے زندانیوں میں تشریف رکھتے تھے۔ مگر اسماء بنت الحکم الفراری نے انہیں قیدیوں میں سے نکال کر کہا ان کو صرف ان کے بھانجے ابی جیان کی خاطر سے چھوڑ دو۔ شاید اس کی حضرت حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ سے کوئی قرابت اور عزیز داری ہو گی اس نے یہ بھی کہا بخدا یہ ابن خولہ کے پاس کبھی نہ جائے گا اس سفارش کی وجہ سے عمرو بن سعد نے حضرت حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا۔ حضرت حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ نے بہت سی احادیث اپنے والد ماجد اور بعض صحابہ سے روایت کیں اور بہت سے تابعین اور مخلوق نے ان سے نقل کیں اور سنہ (۹۷) ستانوے ہجری پچاس ساٹھ سال کی عمر کے درمیان وفات پائی۔

شیخ مفید شیعی کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی عمر صرف پینتیس سال کی تھی۔ واللہ اعلم

امام بخاری اپنی صحیح میں نقل کرتے ہیں کہ حضرت حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ کے ہونے کے بعد ان کی زوجہ محترمہ سیدہ فاطمہ دختر حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے ایک سال تک ان کی قبر پر خیمہ گاڑا اور معتکف رہیں مگر سال بھر کے بعد خیمہ اٹھا ڈالا اور خود کھڑی ہو گئیں اتنے میں غیب سے ایک آواز آئی کہ جس کو تم ڈھونڈ رہی تھیں پالیا دوسرے نے جواب دیا نہیں بلکہ مایوس اور ناامید ہو کر پھر گئیں۔

حضرت حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد

حضرت حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ کے پانچ فرزند تھے تین صاحب زادے (۱) حسن (۲) عبداللہ (۳) ابراہیم تو سیدہ فاطمہ بنت الحسین کے پیٹ سے تھے

اور (۴) جعفر (۵) داؤد، ایک ام ولد علیہ کے بطن سے تھے آپکے بڑے صاحبزادے عبداللہ کو اس زمانہ کے لوگ شیخ العزۃ کہتے تھے۔ کیونکہ وہ بزرگ اور ثقہ آدمی تھے ہزارہا حدیثیں اپنے والد ماجد اور تابعین سے نقل کیں اور ان سے بہت لوگوں نے روایات کیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ان کی تعظیم میں بے حد مبالغہ کرتے تھے۔ پچھتر برس کی عمر ۱۴۵ھ ہجری میں خلیفہ منصور کی قید میں انتقال کیا۔ عبداللہ کے انتقال کے بعد گو ان کے چھ بیٹے (۱) محمد (۲) ابراہیم (۳) موسیٰ (۴) سلیمان (۵) ادریس (۶) یحییٰ رہے مگر مشہور تین ہی ہیں (۱) محمد (۲) ابراہیم (۳) یحییٰ۔

امام محمد کی کنیت ابوعبداللہ اور لقب نفس زکیہ تھا یہ بڑے نیک اور بزرگ اور شجاع اور جوان آدمی تھے۔ ۱۴۵ھ ہجری خلیفہ منصور پر خروج فرمایا اور اللہ کی مبارک بستی (مدینہ) کو تصرف میں لاکر حجاز مقدس کو لے لیا اس طرف سے منصور نے عیسیٰ بن موسیٰ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کو امام محمد کے مقابلہ میں لڑائی کے لیے بھیجا چنانچہ مدینہ کے حوالی واطراف میں سخت لڑائی واقع ہوئی آخرالامر چار (۴) ماہ رمضان سنہ مذکور ۵۳ برس کی عمر میں آپ نے انتقال فرمایا۔

سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا لوگوں کو اطاعت کا حکم دینا

یہ بھی منقول ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے امام محمد رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی امام ابراہیم رضی اللہ عنہ کے معاونت کرنے میں لوگوں کو ابھارا اور ان کی وجوب اطاعت پر فتویٰ دیا۔ امام محمد نے بہت سی حدیثیں اپنے ہمعصروں تابعین سے روایت کیں اور ایک بڑی جماعت اور کثیر الخلائق کو روایتیں پہنچائیں ابوداؤد، اور، ترمذی اور نسائی، میں ان کے مرویات موجود ہیں۔

آپ کے بھائی حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ بھی بڑے جوانمرد اور بہادر اور کریم تھے سنہ ایک سو پینتالیس ماہ رمضان کے مہینہ میں منصور پر بصرہ میں خروج کیا اور مخلوق کے ایک کثیر انبوہ اور جم غفیر نے جمع ہو کر ان کی مدد پر کمر باندھی۔ چنانچہ حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ نے سفیان بن معاویہ کا جو منصور کی طرف سے بصرہ کا حاکم تھا محاصرہ کیا۔ مگر جب امام محمد رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر پہنچی تو ابراہیم کے ساتھی ان سے علیحدہ ہو گئے اور انہیں تنہا چھوڑ کر پراگندہ ہو گئے انجام کار منصور نے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کے لیے ایک جرار لشکر معین کیا اور ان بے رحموں نے اس معصوم نبی زادہ کو اپنے ظلم بھرے ہاتھوں سے شہید کر ڈالا اس وقت حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی عمر اڑتالیس سال کی تھی۔

حضرت یحییٰ رضی اللہ عنہ

حضرت یحییٰ رضی اللہ عنہ سنہ ایک سو چھہتر (۱۷۶) ہجری میں ہارون رشید پر شہر دیلم میں حملہ آور ہوئے ہارون رشید نے ان کے مقابلہ میں فضیل بن یحییٰ البرمکی کو معین کیا۔ فضیل نے حضرت یحییٰ رضی اللہ عنہ کو امن دے کر اپنے ہمراہ بغداد میں لے گیا اور وہیں آپ کا انتقال ہو گیا۔

حضرت حسن بن حسن رضی اللہ عنہ

حضرت حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ کے دوسرے صاحبزادے حسن بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم جن کا لقب حسن مثلث تھا بڑے عباد اور زہاد آدمی تھے ایک بزرگ جماعت سے آپ نے روایات حدیث کی اور دوسرے محدثین نے ان سے بہت سے مرویات نقل کی ہیں۔ ابن ماجہ محدث اکثر ان سے صحیح حدیثیں روایت کرتے ہیں۔ حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ مثلث اڑسٹھ برس کی عمر ۱۴۵ھ ہجری میں فوت ہوئے اور اسی سال میں اہل بیت کی کثیر جماعت اور بہت سے بزرگان دین جوار رحمت حق میں جا ملے۔ جیسے شیخ

العزۃ عبداللہ بن حسن بن حسن اوران کے دونوں صاحبزادے محمد اورابراہیم اوران کے بھائی حسن مثلث اور اسماعیل بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب وغیرہ وغیرہ حضرت حسن مثلث کی بہت سی اولاد ان کے پیچھے باقی رہی۔

حضرت عمرو بن حسن رضی اللہ عنہ

امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے تیسرے صاحبزادے حضرت عمرو بن الحسن بن علی المرتضی رضی اللہ عنہ اپنے چچا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہمراہ معرکہ کربلا میں حاضر تھے اوراپنی پیاری جان اپنے عم بزرگوار پر خوشی سے فدا کرڈالی۔

حضرت عمرو بن حسن رضی اللہ عنہ کے فرزند محمد بن عمرو، بزرگانِ دین اور ثقات کاملین میں سے ایک کامل بزرگ تھے۔آپ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بہت سی حدیثیں سنی اورمحدثین کی ایک بڑی جماعت مثل امام بخاری، امام مسلم، ابوداؤد، وامام نسائی جیسوں نے بکثرت حدیثیں نقل کی ہیں۔

حضرت قاسم اورحضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما

حضرت قاسم ،حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما فرزندانِ حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما یہ بھی کربلا کی لڑائی میں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک تھے انھوں نے بھی اپنے بزرگوار چچا پر اپنی پیاری اورشیریں جانوں کو بھوک پیاس کی حالت میں قربان کرڈالا۔

حضرت سیّدنا امام حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے چھٹے صاحبزادے عبدالرحمٰن بن حسن بن علی رضی اللہ عنہما حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کے لیے تشریف لے گئے تھے۔احرام ہی کی حالت میں موضع ابواء میں انتقال کرگئے۔

حضرت حسین بن امام حسن رضی اللہ عنہ

حضرت سیّدنا امام حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتویں فرزند

حسین بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم ایک فاضل اور عالم شخص تھے آپ لوگوں میں اشرم کے ساتھ مشہور و معروف تھے (اشرم) لغت میں اس شخص کو کہتے ہیں جس کے سامنے کے دانت شکستہ ہوں۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ

حضرت سیّدنا امام حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے آٹھویں فرزند حضرت طلحہ بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم مرد سخن اور کریم تھے۔ پس ان کے علاوہ حضرت سیّدنا امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی جو اور صلبی اولاد تھی ان کی بابت صاحب کتاب تحریر فرماتے ہیں کہ مجھے ان کے احوال بخوبی معلوم نہ ہوئے مگر یہ امر یقینی طور پر دریافت ہوتا ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد صرف حضرت زید بن حسن اور حضرت حسن بن حسن رضی اللہ عنہ سے باقی رہی۔

سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ

شیخ عالم و عامل عارف و کامل محی الدین ابو محمد عبدالقادر جیلانی المعروف حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ اجلہ سادات حسنیہ (یعنی امام حسن رضی اللہ عنہ) سے ہیں آپ کی کنیت ابو محمد اور نسب بایں طریق لکھا ہے) شیخ عبدالقادر بن ابوصالح موسیٰ بن ابوعبداللہ یحییٰ بن محمد بن داؤد بن موسیٰ بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ بن امام حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم۔

شیخ کی والدہ ماجدہ سیدہ فاطمہ بنت عبداللہ الصومعی الجیلی ہیں۔ شیخ عبدالقادر کی ولادت شریف ۴۷۱ھ ہجری میں واقع ہوئی اور ۵۶۱ھ ہجری میں ریاض رضوان میں تشریف فرما ہوئے۔ ان کی قبر مبارک اس زمانہ تک مطاف عالم اور زیارت گاہ جہان ہے۔

جمہور علماء اور عرفا کا اتفاق ہے کہ جس قسم کی کرامات اور خرق عادات متواترہ اور متوالیہ سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے صادر ہوئی ہیں شیوخ آفاق اور مشائخ عالم

میں سے کسی اور سے ظاہر نہیں ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کے احباب واصحاب پر رحمت فرمائے۔

واضح ہو کہ اہل اخبار نے جو اپنی کتابوں میں حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی اُس معزز و مکرم اولاد کا ذکر جو صلاح وسداد کے زیور سے پیراستہ اور فضل ورشاد کے حلیہ سے آراستہ تھے نیز علم وفضل و بلاغت وفصاحت شعروسخن میں اعلیٰ درجہ کے ماہر و کامل تھے۔ کیا ہے اگر ہم بھی ان کے ان اوصاف کو بیان کریں تو کتاب طویل ہو جائے لہٰذا بخوف طوالت اسی قدر پر اختصار واقتصار کر کے مقصود اصلی کتاب کی طرف عناں تاب ہوتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

☆=☆=☆

باب سوم

فصل اوّل

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

(یہ باب چند فصلوں پر مشتمل ہے)

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے ۵ ماہ شعبان المعظم سنہ چار ۴ ہجری میں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے برج عصمت سے قدم میمنت توام عرصہ وجود میں رکھا۔ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے پیدا ہونے کے صرف پچاس دن بعد آپ نے شکم مادر خجستہ اختر میں نزول جلال فرمایا۔ اور دس مہینہ چند دن تک اس محکم بقاع میں تشریف رکھ کر اختر تابندہ کے مانند اوج سپہر پر طلوع کیا آپ کے اور امام حسن رضی اللہ عنہ کے درمیان صرف اسی قدر فرق ہے۔

عقیقہ نام

''تھذیب التھذیب'' میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے بڑے بھائی حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے ایک سال اور دس دن بعد پیدا ہوئے۔ جس وقت آپ پیدا ہوئے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدھے کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہی اور جس طرح حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا ختنہ اور عقیقہ تسمیہ وغیرہ ہوا تھا آپ کا بھی ویسا ہی ہوا اور ساتویں دن معمول کے موافق آپ کا نام ''حسین'' رکھا گیا۔ نسب کی فضیلت کی بابت تکرار کی حاجت نہیں کیونکہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا نسب نامہ تصریح کے ساتھ پچھلے صفحات پر بیان ہو چکا ہے۔

آپ کی کنیت فقط ''ابوعبداللہ'' اور القاب بکثرت منقول ہیں۔ چنانچہ

سید، طیب، ولی، زکی، مبارک، تابع لرضات اللہ، سبط رسول اللہ وغیرہ وغیرہ آئے ہیں۔ مگر مشہور لقب زکی اور رتبہ میں سے اعلیٰ القاب سید ہے جو رسول مقبول ﷺ نے آپ کو اور آپ سے بڑے بھائی کو عطا فرمایا تھا ''سید اشباب اھل الجنۃ'' اور جس طرح آپ سید کے ساتھ معزز مکرم تھے اسی طرح سبط کے ساتھ بھی مفخر تھے۔ چنانچہ سرور کائنات افضل موجودات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی زبان معجز بیان پر اکثر جاری رہتا تھا کہ ''حسین سبط من الاسباط'' اور اس کی مزید تحقیق ان شاء اللہ آئندہ تفصیل کے ساتھ بیان ہوگی۔

رسول اللہ ﷺ سے مشابہت

حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ جس طرح رسول اللہ ﷺ کے نصف اعلیٰ بدن سے مشابہت رکھتے تھے اسی طرح حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نصف اسفل سے پوری مماثلت رکھتے تھے یعنی ناف سے ٹخنے تک رسول اللہ ﷺ سے پوری مشابہت رکھتے تھے۔

یحییٰ بن الحکم اور ایک دوسری جماعت آپ کی شاعر تھی اور اسعد سنجری آپ کے دربان اور چوکیدار تھے آپ کی انگوٹھی کا نگینہ ''لکل اجل کتاب'' سے مزین و آراستہ تھا۔

☆=☆=☆

فصل دوم

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب

اوصاف

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی بزرگی، عظمت اور فضائل حد حصر سے باہر اور طوق بشری سے خارج ہیں۔ آپ کا منبع علم عبادت و کرامت، زہادت وشجاعت، فصاحت و بلاغت انتہا کے درجہ کو پہنچ گئی تھی آپ علم وعمل، سخاوت وشجاعت میں اپنے والد ماجد اور برادر عزیز کے بالکل مشابہ تھے۔ آپ پر جامع صفات کمال انسانیہ کا لقب نہایت ہی زیب دیتا تھا۔ پس اس فصل میں ہر ایک وصف کا تھوڑا تھوڑا اجمالی طور پر بیان ہوگا۔

''فصول المہمہ'' میں مذکور ہے کہ اہل اخبار باتفاق رائے بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ مہمان نوازی، غریب پروری، اعانت مظلوم ایصال رحم، انعام فقرا و مساکین وغیرہ میں مشہور آفاق تھے آپ ضعیف حالوں اور مسکینوں، برہنہ تنوں، بیچاروں، حاجت مندوں، کے کپڑے اور کھانے سے امداد و اعانت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کے جود شریف کا کچھ ذکر حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے احوال میں اشارۃً مذکور ہوا ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے ایک بوڑھی عورت کو ہزار درہم اور ہزار بکریاں عنایت فرمائیں۔

سائل کی فریاد

روایت ہے کہ ایک مصیبت زدہ افلاس نے امام عالی مقام کے مکان کے سامنے اونٹ بٹھا کر یہ اشعار آپ کے پاس بھیجے:

لم یبق لی مما یباع بحبہ
فکفاک مظھر حالتی عن مخبری
الا بقیت ماء وجہ ضنتھا
من ان تباع فقد وجدت المشتری

ترجمہ: ''سائل کہتا ہے میں ایک شخص بے ساز و سامان ہوں میرے پاس کوئی ایسی چیز باقی نہیں رہی جو ایک جَو کی بھی قیمت رکھے مگر میری آبرو جسے میں نے ایک مدت سے نگاہ میں رکھا تھا جب کہ آپ جیسا خریدار پایا تو میں اسے بھی بیچنا چاہتا ہوں''۔

ان اشعار کے بھیجنے کے بعد سائل نے تھوڑا سا توقف کیا اور جب جانا کہ حرم دولت کے اندر سے کوئی جواب نہ آیا تو یہ اشعار اور لکھ کر بھیجے

ماذا اقول اذا رجعت وقیل لی
ماذا اصبت منالجواد المفضل
ان قلت اعطانی کذبت و ان اقل
بخل الجواد بمالہ لم یا حسین

ترجمہ: ''جب میں آپ جیسے سخی کے درِ دولت سے نا امید ہو کر واپس جاؤں گا اور لوگ مجھ سے دریافت کریں گے کہ حسین جیسے سخی و کریم نے تجھے کیا عطا فرمایا اور کس چیز کے ساتھ سلوک کیا۔ کیونکہ حضور کے آستانہ مبارک پر میرا آنا محروم نہ جانے کی دلیل ہے پس اس وقت اگر میں سائلوں کو آپ کے عطا کی خبر دوں گا کہ حسین میرے ساتھ اس طرح سلوک ہوئے تو دروغ گو ہوں گا اور اگر بیان کروں کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سخی نے مال سے بخل کر کے

مجھے محروم رکھا تو اس کا اظہار مناسب اور بہتر نہیں معلوم ہوتا۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس سائل کو دس ہزار درہم عطا فرمائے اور اس دیئے ہوئے کو بہت ہی قلیل شمار کر کے رباعی مسطور ذیل لکھ کر بھیجی۔

عاجلتنا فانك عاجل برنا

قلان وان امهلتنا تقلل

فخذ القليل و كن كانك لم تسال

وتكون نحن كاننا لم تفعل

ترجمہ: ''اے سائل تو نے بہت ہی جلدی کی اور اِس جلدی کی وجہ سے ہم سے بہت ہی تھوڑا احسان ہو سکا اگر کچھ بھی فرصت دیتا تو شاید تیرے سوال سے کچھ عہدہ برآئی ہوتی اور اس قدر قلیل نہ ہوتا پس اس اقل قلیل کو قبول کر اور یہ جان میں نے سوال ہی نہیں کیا ہم سمجھے گے کچھ دیا ہی نہیں''۔

جگہ خالی کردی

طبرانی، سلیمانی بن الھثیم سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے جب آپ نے حجر اسود کا بوسہ لینا چاہا تو لوگوں نے آپ کے لیے جگہ خالی کردی۔

جسے سب جانتے ہیں

فرزوق بن غالب آپ کو بزرگی کی نگاہوں اور وقعت کی نظروں سے دیکھ رہا تھا اس سے کسی شخص نے پوچھا یہ کون ہیں۔ فرزوق کی زبان سے یہ شعر بے ساختہ اور برجستہ نکلا۔

هذا الذی تعرف لبطحا وطابة

والبیت یعرفہ والحل و الحرم

ترجمہ: ''یہ وہ شخص جسے طابہ اور بطحا پہنچانتے ہیں اور جس سے حل وحرم انسیت اور محبت رکھتے ہیں''۔

شاعروں کوانعام دینا

ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو شاعروں کے انعام دینے پر ملامت کیا کرتے تھے۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے کہا آپ مجھ سے اس بات کو زیادہ تر جانتے ہیں کہ بہتر مال وہ ہے جس سے آدمی کی آبرو محفوظ رہے۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے یہ جواب ایسا حسن ادب کیساتھ دیا جس سے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ شاعروں کو ہجو سے بند کرنے کے لیے انعام دینا جائز ہے۔

ایک دوسرے کا احترام

''فصول المهمه'' میں لکھا ہے کہ امامین ہمامین نے یعنی حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے درمیان اتفاق سے کوئی ناچاقی اور سو مزاجی کی صورت پیدا ہو گئی حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے بڑے بھائی کی خدمت میں عرض کی کہ بھائی جان میں آپ کو راضی کرنے اور اپنی خطا کی معافی کے لئے ضرور سبقت کرتا مگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص رنجیدہ کو راضی کرے اور معافی کی خواستگاری میں سبقت کرے وہ اس سے پہلے جنت میں داخل ہوگا۔ پس میں نہیں چاہتا کہ دخول جنت میں آپ سے سبقت لے جاؤں۔ اور آپ کی بزرگی پر اپنی خوردی کو ترجیح دوں۔ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہی میری دلجوئی اور خوشنودی کے لیے میرے پاس تشریف لائیں یہ سنتے ہی حضرت سیّدنا

امام حسن رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور ایک دوسرے کی تسلی و تشفی میں مشغول ہوئے۔

پھولوں کی گلدستہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت سیدنا امام حسین ریحان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں آپ کی لونڈی نے ریحان یعنی پھولوں کا ایک خوبصورت اور نازک دستہ پیش کیا آپ نے اس دستہ کو سونگھ کر لونڈی کو آزاد فرما دیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کی آپ نے اس ادنیٰ گلدستہ کے عوض ایسی بیش قیمت لونڈی کو آزاد فرمایا جواب دیا اے حضرت انس رضی اللہ عنہ کیا تم نے نہیں سنا، اللہ تعالیٰ اپنے پاک اور مقدس کلام میں فرماتا ہے

وَاِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا۔ (سورۃ نساء)

ترجمہ: ''اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ جواب میں کہو''۔ (کنزالایمان)

پس بزرگ تحیہ اور خوبصورت تحفہ یہی تھا کہ میں اس کو محض خدا کی رضا کے لئے آزاد کردوں۔

لونڈی سے احسان کرنا

شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ ''احوال آئمہ اثنا عشر'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ایک دن دستر خوان پر کھانا کھانے کے لیے تشریف فرما تھے اور خادمہ پانی کا بھرا ہوا پیالہ ہاتھ میں لئے ہوئے آپ کے مبارک سر پر کھڑی ہوئی تھی اتفاقاً اس کے ہاتھ سے پیالہ چھوٹ گیا اور گر کے ٹوٹ گیا۔ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے غصہ کی نظر سے اُس کو دیکھا۔ خادمہ نے فوراً کہا:

وَالْكَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ۔

ترجمہ: ''اور رنج میں اور غصہ پینے والے''۔

آپ نے فرمایا:
كَظَمْتُ غَيْظِي۔ ترجمہ: ''میں اپنے غصہ کو نگل گیا''۔

خادمہ نے کہا:
وَ الْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسَ۔
ترجمہ: ''اور لوگوں سے درگزر کرنے والے''۔

آپ نے فرمایا:
عَفَوْتُ عَنْكِ۔
ترجمہ: ''میں نے بدل و جان تجھے معاف کر دیا اور تیرے گناہ سے درگزرا''۔

خادمہ نے کہا:
وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۔ (سورۃ آل عمران)
''اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں''۔ (کنز الایمان)
حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے خدا کے لئے تجھے آزاد کیا۔

عبادت وریاضت

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی عبادت کی کیفیت مختصر سی یہ ہے کہ پیدل پچیس حج لبیک کہتے ہوئے ادا کیے۔

''فصول المهومه'' میں منقول ہے کہ لوگوں نے حضرت سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ کے والد کے ہاں اس قدر کم اولاد کیوں پیدا ہوئی۔ جواب دیا کہ اس قدر بھی ان سے وجود میں آنا تعجب خیز اور حیرت انگیز بات ہے۔ آپ کو اتنی فرصت کہاں تھی جو عورتوں سے صحبت رکھتے آپ

رات دن میں ہزار رکعت نماز سے کم نہ پڑھتے۔ آپ کی ہمت بزرگ نہمت بھی حد بیان سے باہر ہے اس کا ادنیٰ نتیجہ یہ تھا کہ حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ جب مکہ میں ادائے حج کے لیے آئے تو بہت سے درہم ودینار عمدہ اور نادر اور گراں قیمت خلعت وغیرہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں بطور تحفہ نذر کیے۔ آپ نے انھیں واپس کر دیا اور کچھ بھی قبول نہ فرمایا۔

اقوال زریں

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا کلام معجز نظام فصاحت و بلاغت سے بھرا ہوا تھا۔ آپ کی گفتگو کے سامنے کسی کو دم مارنے کا بھی موقع نہ تھا۔ آپ کی زبان فیض ترجمان پر اکثر یہ کلمے جاری رہتے تھے۔ کہ اے لوگو! بزرگی اور کمال حاصل کرو اور مغانم میں پیش قدمی اور شتابی کرو۔ یعنی حصول بزرگی حصول مغانم کا موجب ہے اس میں خوب کوشش کرو۔

یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ حاجت مندوں کی احتیاج تمہارے پاس آنا خدا کی نعمتوں میں سے ایک عمدہ نعمت ہے۔ عاجزوں کی حاجت روائی غنیمت جانو اور فرمایا کرتے تھے جس نے سخاوت کی سردار ہوا اور جس نے بخیلی کی کمینہ ہوا۔

آپ نے اپنے بزرگوار نانا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے پدر عالی قدر امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ اور بہت سے صحابہ سے حدیثیں روایت کیں اور آپ سے حضرت سیدنا علی زین العابدین رضی اللہ عنہ آپ کے صاحبزادے اور جمہور تابعین روای کرتے رہے۔

چمکتا چہرہ

''شواھد النبوۃ'' میں آپ کے حسن و جمال کی بابت لکھا ہے کہ لوگ اندھیرے میں آپ کے حسن اور رخساروں کی چمک میں راہ چلتے تھے۔

فصل سوم

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل میں احادیث

بیٹے کو قربان کر دیا

"شواھد النبوۃ" میں ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی دائیں ران پر اور اپنے صاحبزادے ابراہیم کو بائیں زانو پر بٹھائے ہوئے تشریف رکھتے تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور سلام کے بعد عرض کی کہ اللہ تعالیٰ آپ کے لیے ان دونوں کو جمع کرے گا۔ ضرور ان میں سے ایک کو آپ سے لے لے گا اب آپ ان دونوں صاحبزادوں میں سے جسے چاہیں اپنے پاس رکھنا اختیار کریں۔ آپ نے خیال فرمایا کہ حسین کے فوت ہونے سے صرف مجھ ہی کو غم نہ ہوگا بلکہ مجھ سے زائد ان کے فراق میں حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بے قرار اور مضطرب ہوں گے اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے انتقال سے زائد تر میری ہی رگ جان کو نشتر الم پہنچے گا۔ پس میں نے اپنے رنج وغم کو ان کے غم والم پر ترجیح دے کر حسین کو اختیار کر لیا۔ چنانچہ اس واقعہ کے تین دن بعد حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد سے جب حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کے سامنے آتے تو "اھلاً و سھلاً" فرما کر ان کے منہ کو بوسہ دیا کرتے اور فرماتے کہ میں نے اپنے بیٹے کو اس پر سے فدیہ کر ڈالا اور قربان کر دیا۔

حسین مجھ سے ہے

ترمذی نے اپنی سند سے حضرت ابو یعلی بن مرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے۔ اے اللہ! جو حسین

سے محبت رکھتا ہے تو بھی اس سے محبت رکھ۔ حسین رضی اللہ عنہ اسباط میں سے ایک سبط اور سرداروں میں سے ایک سردار ہے۔

سبط کے معنی

واضح ہو کہ سبط نواسے کو کہتے ہیں اور سبط گروہ کے معنی بھی آیا کرتا ہے۔ پس اگر سبط سے اول معنی مراد ہیں تو حدیث کا مقصود ظاہر ہے اور اگر ثانی (گروہ) مراد ہوں گے تو اس وقت یہ مطلب ہوگا کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی نیکیاں اور حسنات اس درجہ بڑھی ہوئی ہیں کہ وہ ایک بڑی جماعت کے اعمال خیر کے ہم پلہ ہیں اور آپ کا ایک سانس متبرک انفاس متبرک کثیرہ کے برابر ہے اور اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ آپ کثیر الاولاد ہوں گے۔ یعنی آپ کی نسل سے بہت سی اولاد باقی رہے گی۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام کا تربیت کرنا

امام جعفر بن محمد صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت سیّدنا امام حسن و حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں کشتی لڑ رہے تھے آپ بیٹھے بیٹھے دیکھ رہے تھے اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے فرماتے تھے اے حسین حضرت حسن کو پکڑو۔ حضرت فاطمہ زہرا سیدۃ النساء نے فرمایا واہ ابا جان آپ بھی خوب ہیں چھوٹے کو بڑے پر حملہ کا حکم فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا جان پدر میں نہیں کہتا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کہہ رہے ہیں کہ اے حسین، حسن کو پکڑو۔

فائدہ

اضعف المسلمین محمد اکرام الدین (رحمۃ اللہ علیہ) عرض کرتا ہے کہ اس معنی کا وقوع پذیر بر سبیل عادت عرف ہوگا۔ کیونکہ عرف کی عادت اسی بات کو مقتضی ہے

کہ چھوٹے کی خاطر داری اور دلجوئی کو بڑے کی خاطر پر ترجیح دیا کرتے ہیں اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بھی اسی بنا پر فرمایا ہوگا واللہ اعلم۔

رونے سے ایذاء

ابن الاخضر، حضرت یزید بن ابی زیاد رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے مکان پر تشریف لے گئے اور حسین رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز آپ کے کان مبارک میں پہنچی۔ حضرت سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا سے فرمایا کیا تم اس بات کو نہیں جانتیں کہ حسین (رضی اللہ عنہ) کے رونے سے مجھے سخت ایذا ہوتی ہے۔

محبوبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بچشم خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو دوش مبارک پر بٹھائے ہوئے فرما رہے تھے مولیٰ کریم! میں اس کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی اسے محبوب رکھ۔

بے رحم، ظالموں نے کچھ خیال نہ کیا

بندہ مسکین خصہ اللہ بفضلہ المبین کہتا ہے کہ اے اہل بیت کے سچے دوستو غور کا مقام ہے کہ جب حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ذرا سے رونے نے جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو بے چین اور بیقرار کر دیا اور غایت درجہ کی اذیت دی تو جن لوگوں نے امام ہمام کو بلا کر بے رحم اور ظالموں کے ہاتھوں میں دے دیا اور ان اشقیا نے امام تشنہ کام کو بھوکا پیاسا معرکہ کربلا میں رکھا اور پشت زمین سے فرش زمین پر لٹا کر اس گلوئے تشنہ پر جو بوسہ گاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور مطرنظر فاطمہ اطہر تھا خنجر خونخوار اور تیغ زہر آب دار چلا دیا۔ اور انکا خون کربلا کے چٹیل

میدان میں بہا دیا۔ اس ایذا رسانی سے روح پاک صاحب لولاک پر کیسا کچھ صدمہ نہ گزرا ہوگا۔ خاص کر جملہ نونہالان باغ نبوت کا دنیا سے ایک دم مٹ جانا بیبیوں، بچوں کا ناپاک قید خانہ میں سخت تکلیف کھینچنا کیسا کچھ صدمہ عظیم ہوگا مگر افسوس تو یہ ہے کہ ان ظالموں نے اپنے احمق اور نااہلی کی وجہ سے ان باتوں کا کچھ بھی خیال نہ کیا۔

ظالمو! تم نے نواسہ رسول ﷺ کو شہید کیا

چنانچہ بخاری اور ترمذی، اہل عراق کی حماقت اور ان سفاک بے باکوں کی سفاہت میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث بایں مضمون روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مسئلہ پوچھا کہ اگر کوئی شخص احرام کی حالت میں مچھر کو مار ڈالے اسکا کیا کفارہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے سائل تو کن لوگوں میں سے ہے جواب دیا عراقیوں میں سے ہوں۔ آپ نے فرمایا اے عراقی بڑے افسوس کی بات ہے کہ ایک مچھر کے خون کا فتویٰ پوچھنے آیا ہے اور تیری قوم نے رسول اللہ ﷺ کے نواسے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو بھوکا پیاسا ذبح کر ڈالا خدا کی قسم میں نے اپنے کانوں سے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ حسن حسین دنیا میں میرے دو ریحان (پھول) ہیں۔

مگر دوسری روایت میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے یوں بھی منقول ہے کہ عراقیوں میں سے کسی شخص نے ان سے دریافت کیا کہ مکھی کے مارنے میں گناہ ہے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا اے عراقیو! تم نے رسول اللہ ﷺ کے فرزند حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں بھی کسی سے فتویٰ لیا تھا یا نہیں۔ حیف صد حیف۔ جس کے حق میں تمہارے سردار حضرت محمد ﷺ یوں فرما

دیں کہ حسن وحسین دنیا میں مجھے چین دینے والے میرے ریحان اور آخرت میں بہشت کے سردار ہیں انھیں تم نے بھوکا پیاسا اپنے ہاتھوں سے زمین پر لٹا کر ذبح کرنے میں کچھ دریغ نہ کیا ان کے ننھے ننھے معصوم بچوں کے خون میں ہاتھ خوب ہی رنگین کیے۔

پیار ومحبت کا نرالا انداز

''تهـذيـب التهـذيـب'' میں حضرت عبداللہ بن عثمان بن خیثم اور وہ سعد بن ارشد اور وہ حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ کہیں دعوت میں تشریف لے جارہے تھے رستہ میں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ بچوں میں کھیل رہے تھے جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے علیحدہ ہو کر چاہا کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر پیار کریں مگر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ بچپن کی وجہ سے کبھی ادھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر اور کبھی دائیں کبھی بائیں بھاگتے پھرتے تھے اور آپ ان کو پکڑتے پھرتے تھے آخر کار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ حسین رضی اللہ عنہ کی گدّی کے نیچے اور دوسرا ذقن کے نیچے رکھا اور گلوگاہ کو چند بوسے دے کر فرمایا کہ حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ جو حسین کو محبوب رکھتا ہے اسے اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے۔ حسین رضی اللہ عنہ اسباط میں سے ایک سبط ہے۔

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی عقیدت

تهـذيـب، کی روایت میں آیا ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ابھی کم عمر تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھے خطبہ فرمارہے تھے میں انہیں دیکھ کر منبر پر چڑھ گیا اور امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا اے عمر

(رضی اللہ عنہ) میرے باپ کے منبر سے اترو اور اپنے باپ کے منبر پر جاؤ، انھوں نے فرمایا اے جگر گوشہ رسول اور اے راحت جان بتول میں کہاں جاؤں میرے باپ کا تو کوئی بھی منبر نہیں یہ کہہ کر مجھے اپنے پاس بٹھالیا میں وہاں کنکریوں سے بیٹھا کھیلتا رہا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ پڑھ کر فارغ ہوئے اور منبر سے اُترے تو مجھے گود میں لے کر اپنے گھر تشریف لائے اور فرمایا حسین رضی اللہ عنہ تمہیں خدا کی قسم سچ کہو تمہیں اس کی تعلیم کس نے دی تھی میں نے کہا بخدا مجھ سے کسی نے نہیں کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ نے پھر مجھ پر کیوں غصہ کیا۔

آپ ہمارے لیے عالی درجہ ہیں

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک اور دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک دن میں امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گیا وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے خلوت گزیں تھے اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ان کے صاحبزادے دروازہ پر کھڑے تھے۔ جب میں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ واپس چلے گئے میں بھی وہاں سے واپس ہوگیا اس کے کئی دن کے بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھ سے مل کر فرمایا اے حسین میں نے کئی روز سے آپ کو نہیں دیکھا میں نے کہا اے امیر المومنین میں فلاں دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا آپ اس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے خلوت نشیں تھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ آپ کے صاحبزادے دروازہ پر کھڑے تھے جب وہ وہاں سے گھر کو واپس چلے گئے تو میں بھی چلا آیا۔ حضرت امیر المومنین نے فرمایا اے حسین رضی اللہ عنہ تم عبداللہ سے درجہ میں بلند اور عالی ہو تم کو اجازت کی ہرگز ضرورت نہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عالی درجہ آپ ہی کو دیکھتے ہیں۔

☆=☆=☆

فصل سوم

شہادت کی خبر

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قلب اطہر کو صدمہ

روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اکثر اوقات فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنی مدت العمر میں تین صدمے بھاری اٹھائے ہیں۔ ایک نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا میری آنکھوں کے سامنے فوت ہو جانا، دوسرے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا دنیا سے میرے روبرو اٹھ جانا، تیسرے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی خبر شہادت اپنی زندگی میں سننا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھے خبر دی کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ دریائے فرات کے کنارے شہید ہوں گے ہر چند کہ ان تینوں واقعات سے میرا دل وجگر پارہ پارہ ہے مگر قضا وقدر سے کسی کو کب چارہ ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسین میرا فرزند میرے بعد زمین طف میں مقتول ہوگا۔ اس زمین کی مٹی میرے پاس لائے اور فرمایا اسی زمین میں اس کا مدفن اور خواب گاہ ہوگا۔

طف دریا کے معنی

واضح ہو کہ طف دریا کے کنارے اور جنگل کی جانب کو کہتے ہیں۔ کربلا کو طف کہنے کی یہی وجہ ہے کہ وہ آب فرات کا کنارہ اور جنگل کا سرا واقع ہے ہکذا فی کتاب اللغۃ۔

فائدہ

طف بفتح وتشدید فا۔کوفہ سے باہر ایک موضع کا نام ہے عرب کی اونچی زمین میں ریف عراق پر یہ سہوت کی جمع ہے اور طف جانب اور شاطی کو بھی کہتے ہیں۔

''مجمع البحار'' میں ہے طف ساحل بحر اور جانب بر کو کہتے ہیں اسی سے وہ طف ہے جہاں حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، اسے طف اس جہت سے کہتے ہیں کہ وہ ایک طرف پر ہے متصل فرات کے۔ (محمد عبدالاحد قادری)

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا کا خواب

طبرانی کبیر، میں اور بیہقی دلائل النبوۃ میں حضرت ام الفضل بنت الحارث زوجہ حضرت عباس عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت فیض مرتبت میں حاضر ہوکر میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج میں نے ایک پریشان خواب دیکھا ہے فرمایا وہ کیا ہے میں نے کہا اس کا سننا سخت دشوار اور ناگوار ہے فرمایا کہو وہ کیا ہے میں نے عرض کی میں خواب میں دیکھتی ہوں کہ آپ کے مبارک جسم کا ایک ٹکڑا کٹ کر میری گود میں ڈال دیا گیا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ مبارک کرے تم نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے اے حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا ان شاء اللہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا اور اسے تیری گود میں دیں گے۔حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اس کے بعد حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی میں نے انہیں اپنی گود میں لیا۔اتفاقاً چند روز کے بعد حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو گود میں لیئے ہوئے آپ کے پاس حاضر ہوئی اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی گود میں سے آپ کی گود میں دے دیا پھر میں اور طرف

دیکھنے لگی اتنے میں کیا دیکھتی ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کے رخسار مبارک پر آنسوؤں کی لڑیاں جاری ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ بے محل رونا کیسا ہے فرمایا مجھے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے خبر دی ہے کہ میری امت میرے اس فرزند کے خون کی پیاسی ہے اور میری وفات کے بعد اسے اپنے ہاتھوں سے ذبح کرے گی میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ کی امت اس صاحبزادے کو قتل کرے گی فرمایا ہاں اور اس زمین کی سرخ مٹی مجھے اٹھا کر دی۔ (طبرانی کبیر، بیہقی)

رسول اللہ ﷺ کا غم میں آنسو بہانا

ابن سعد، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور امام احمد، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اور ابو یعلی حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے اور طبرانی کبیر میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اور ابن عساکر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام الفضل بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس سے پہلے ابھی میرے پاس حضرت جبریل علیہ السلام کھڑے بیان کرتے تھے کہ حسین دریائے فرات کے کنارے پر قتل کیے جائیں گے اگر آپ فرمائیں تو وہاں کی مٹی سنگھاؤں میں نے کہا ہاں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ہاتھ بڑھایا اور ایک مٹھی خاک کی لا کر مجھے دی۔ پس میں اس وقت سے بے اختیار زار و قطار رو رہا ہوں ﷺ

(ابن سعد، احمد، طبرانی)

وہاں کی مٹی میں دکھادی

ابن عساکر، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: حضرت جبرئیل علیہ السلام نے میرے سامنے رسول اللہ ﷺ کو شہادت حسین کی خبر دی۔ اور کہا آپ کے صاحبزادے کو اہل عراق زمین عراق

میں قتل کریں گے رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے کہا تم مجھے وہ زمین دکھا سکتے ہو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے وہاں کی مٹی آپ کے ہاتھ میں دے دی۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام کا شہادت کی خبر دینا

طبرانی کی ایک روایت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہی مضمون منقول ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ میرے گھر میں تھے اتنے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور رسول اللہ ﷺ سے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ حسین کو بے حد پیار کرتے ہیں فرمایا ہاں دنیا میں اسکے سوا مجھے اور کوئی محبوب نہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا عنقریب آپ کی امت آپ کے بعد انہیں ایسی زمین میں قتل کرے گی جسے کربلا کہتے ہیں اور تین دن کا بھوکا پیاسا عراق کے چٹیل میدان میں اپنے ہاتھ سے ذبح کرے گی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس زمین کی خاک لاکر مجھے دکھلائی۔

قاتلان امام مبغوض خدا ہیں

ابن عساکر، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقتل کی مٹی رسول اللہ ﷺ کو دکھا کر فرمایا کہ قاتل حسین پر خدا تعالیٰ کا سخت غصہ ہے اس سے زائد خدا کے نزدیک اور کوئی مبغوض نہیں ہے۔

طبرانی کبیر، میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ جناب سرور کائنات افضل موجودات ﷺ نے فرمایا اے عائشہ کیا میں ایک حیرت انگیز بات اور تعجب خیز کلمہ تم کو نہ سناؤں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی ضرور فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ ایک ایسا فرشتہ ابھی میرے پاس آیا تھا جو اس سے پہلے کبھی آج تک میں اس کی

صورت سے آشنا بھی نہ تھا آ کر کہنے لگا آپ کے فرزند حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کے بعد مقتول ہوں گے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ چاہیں تو اس زمین کی مٹی جہاں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوں گے دکھادوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وہ فرشتہ مٹی لایا اور مجھے سرخ خاک دکھلائی۔

"خلیل ارشاد" میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بایں لفظ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھے خبر دی کہ میرا فرزند قتل کیا جائے گا اور یہ خاک اُن کے مقتل کی زمین کی ہے۔

مجھے قاتل کا نام بھی بتادیا گیا

دیلمی، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا فرمایا کہ مجھے حسین رضی اللہ عنہ کے قتل ہونے کی خبر پہنچی اور اس زمین کی خاک مجھے لاکر دی گئی اور ان کے قاتل کا نام بھی بتلایا گیا۔

میرے حسین رضی اللہ عنہ کی مدد کرنا

امام بغوی اور ابن السکن، ابن مندہ، ابن عساکر، حضرت انس بن حارث بن منبہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عراق کی زمین سے ایک زمین میں جسے کربلا کہتے ہیں میرا حسین شہید کیا جائے گا۔ تم میں سے جو کوئی حاضر ہو اس کی مدد اعانت فرض جانے اور اس کی اطاعت کا غاشیہ دوش جان پر ڈالے۔

قاتلان، شفاعت سے محروم

حاکم، امالیہ میں بسند ضعیف حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اہل نجران میں سے ایک شخص غار کھود رہا تھا اس میں سے ایک سونے کی تختی جس میں خاص حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دستخطی بیت لکھے ہوئے تھے

اترجوا امة قتلت حسینا
شفاعة جده یوم الحساب

ترجمہ: ''جس گروہ نے حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا۔ کیا وہ اس کے نانا کی شفاعت کی قیامت کے دن امید رکھتا ہے یعنی ان کی شفاعت کبھی نہ ہوگی''۔

یہ حدیث لفظاً ضعیف ہے مگر معنیً صحیح ہے کیونکہ اور حدیثیں صراحۃً اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلین کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نہ ہوگی غرض کہ اس تختی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا آپ پڑھ کر رونے لگے اور فرمانے لگے جو لوگ میری ایذا کے درپے ہیں وہ میری شفاعت سے محروم رہیں گے۔

ہجرت کے ساٹھ سال بعد حسین رضی اللہ عنہ شہید ہونگے

طبرانی کبیر میں اور خطیب، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری ہجرت کے ساٹھ سال کے بعد حسین رضی اللہ عنہ شہادت پائیں گے۔

ایک کتا میرے خون میں منہ مار رہا ہے

ابن عساکر، حضرت سیّدنا امام حسین ابن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ایک ابلق کتے کو دیکھتا ہوں جو میری اہل بیت کے خون میں منہ ڈال رہا ہے۔

اللہ عزوجل ''یزید'' کو برکت نہ دے

طبرانی، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ یزید کو برکت اور سعادت مندی نصیب نہ کرے مجھے

حسین رضی اللہ عنہ کے مقتل کی خبر دی گئی اور ان کے مقتل کی مٹی میرے پاس لائی گئی ان کے قاتل کا نام اس کی علامتیں سب مجھے بتائی گئی مجھے اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جس قوم میں حسین رضی اللہ عنہ مقتول ہوں گے اور وہ قوم قتل امام سے ظالموں کو منع نہ کرے گی تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں ان کے سینوں میں تفریق پیدا کر دے گا اور ان کے بدترین دشمنوں کو ان پر تام تسلط اور عام غلبہ دے گا۔

سگ ابلق سے مراد ''شمر'' ہے

واضح ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سگ ابلق سے شمر ملعون مراد ہے کیونکہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا قاتل نیز آپ کے قتل پر اُسی نے اصرار کیا تھا چنانچہ آئندہ اسکا بیان واضح طور پر ہوگا اور بدترین شخص کے تسلط سے مروان مراد ہے کہ یزید پلید کے بعد بادشاہ ہو کر اپنا تسلط ظاہر کیا، یا اس سے مختار ثقفی مقصود ہے جس نے ان پر غلبہ کیا حالانکہ وہ مدعی نبوت تھا جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا۔

ایک شخص میری اہل بیت کا قاتل

ابن عساکر، ایک اور حدیث نقل کرتے ہیں جس میں صراحت کے ساتھ یزید ملعون کا نام لیا گیا ہے اور کھلم کھلا اس پر لعن طعن ذکر کی گئی ہے۔

ابویعلی، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس دین کی بنا ہمیشہ ایک اندازہ کے ساتھ رہے گی یہاں تک کہ بنی امیہ میں سے ایک شخص جس کا ''یزید'' نام ہوگا وہ اس میں رخنہ اندازی کرے گا اور میری اہل بیت کو مٹانے کا قصد کرے گا۔

اسی طرح دوسری حدیث میں بھی جو ابویعلی اور حافظ ابوعبداللہ نعیم سے منقول ہے ''یزید'' کا لفظ صراحۃً آیا ہے۔

سب سے پہلے دین میں تغیر ''یزید'' کرے گا

ابن ابی شیبہ اور ابو یعلی اور رومانی اور حافظ ابو بکر محمد بن اسحاق اور بیہقی اور ابن عساکر اور رضا، ابو ذر وغیرہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پہلے پہل جو شخص میرے طریق وشرع میں تبدیلی اور تغیر کرے گا وہ بنی امیہ میں سے ایک شخص ہوگا جس کا ''یزید'' نام ہوگا۔

فرشتے کا شہادت سے آگاہ کرنا

اسی طرح رسالہ ''ماثبت بالسنہ'' اور ''مفتاح النجا'' اور ''صواعق محرقہ'' میں مذکور ہے کہ ایک دن فرشتہ باراں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر رسول اللہ ﷺ کی زیارت کے لیے آیا۔ آپ نے اس فرشتے کو اپنے پاس بلایا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تم دروازہ کی دربانی کرو ہماری اجازت کے بغیر یہاں کوئی نہ آئے اچانک حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور ایک ہی جست میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے جا بیٹھے آپ پدروار ان کے لب اور منہ کو بوسہ دینے لگے فرشتہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اس فرزند کو آپ محبوب رکھتے ہیں فرمایا بیشک۔ فرشتے نے کہا آپ کی امت عنقریب انہیں کربلا کے میدان میں جو عراق کا ایک حصہ ہے بھوکا پیاسا قتل کر دے گی۔ اگر حکم ہو تو جس جگہ وہ قتل کیے جائیں گے وہاں کی مٹی ملاحظہ کراؤں۔ فرمایا ہاں۔ فرشتہ نے رسول اللہ ﷺ کو وہ زمین دکھائی اور اس کی سرخ خاک رسول اللہ ﷺ کو دی پھر حضور ﷺ نے وہ خاک حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالہ کی اور اس وقت سے ہمیشہ رسول اللہ ﷺ محزون اور مغموم رہتے تھے یہی روایت کئی طرق سے اور لوگوں نے نقل کی ہے جن میں فرشتہ کا نام حضرت جبرئیل علیہ السلام بتایا گیا ہے۔

خاک خون ہو جائے

امام احمد، حضرت امام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتی ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاک کی مٹھی کو دے کر فرمایا تو یہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقتل کی مٹی ہے اسے حفاظت سے رکھنا اسکا خون ہونا حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کی علامت ہے میں نے اس خاک کو ایک بوتل میں بند کر کے حفاظت سے رکھا اور ہمیشہ اس بات کا خوف رہا کہ جس دن یہ مٹی خون ہوگئی وہ دن حادثہ میں بزرگ اور ہول میں قیامت کے برابر ہوگا۔ یہ بھی آیا ہے کہ جس روز حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے میں نے اس خاک کو خون پایا۔

کنکریاں خون بن گئی

ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ فرشتے نے چھوٹی چھوٹی کئی کنکریاں کربلا کی زمین سے لاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی تھیں وہ کنکریاں خون بن گئیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سرزمین کربلا میں

''الصواعق المحرقہ'' وغیرہ میں منقول ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب جنگ اصفین میں تشریف لے گئے تو ایک ایسی جگہ جو دریائے فرات کے مقابل واقع تھی پہنچے جسے وہاں کے لوگ نینوا کہتے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے دریافت کیا اس جگہ کا نام کیا ہے کہا اسے ''کربلا'' کہتے ہیں یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے سرشک بارانِ مثال سے زمین کو تر کر کے فرمایا میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کیا دیکھتا ہوں کہ آپ زار زار رو رہے ہیں میں نے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کے رونے کی کیا وجہ ہے۔ فرمایا اے علی ابھی میرے پاس حضرت

جبرئیل علیہ السلام آئے تھے مجھے خبر دی کہ میرا فرزند حسین رضی اللہ عنہ فرات کے کنارے جسے کربلا کہتے ہیں شہید ہوگا اور وہاں کی ایک مٹھی خاک لاکر مجھے سونگھائی پس اس وقت سے میں نہایت بے قرار با آہ وزار رو رہا ہوں۔

مقتل حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی مٹی

ایک روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں ایک غرفہ بنا ہوا تھا جس میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کی ملاقات کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جایا کرتے تھے ایک روز حسب معمول جناب غرفہ میں تشریف فرما ہوئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرما گئے کہ میرے یہاں سونے کی کسی کو اطلاع نہ ہو اور نہ میرے پاس کوئی آنے پائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے آنے کا علم نہ ہوا یعنی امام حسین رضی اللہ عنہ بے علم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے غرفہ میں چلے گئے حضرت جبرئیل امین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یہ کس کا بچہ ہے فرمایا میرا فرزند میرے فرزند کا فرزند ہے یہ کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسین کو اپنی مبارک ران پر بٹھا لیا جبرئیل علیہ السلام نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی امت کے بے رحم اور ظالم لوگ کے تھوڑے دنوں بعد انہیں قتل کریں گے۔ آپ نے ٹھنڈا سانس بھر کے حیرت کے انداز میں پوچھا اے جبرئیل کیا میری امت میرے فرزند کو قتل کرے گی کہا ہاں آپ ہی کی امت۔ میں آپ کو اس زمین کی خبر دے دیتا ہوں یہ کہہ کر عراق کی طرف اشارہ کیا اور اس زمین سے سرخ خاک کی ایک مٹھی لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائی اور کہا حسین رضی اللہ عنہ کا یہی مقتل ہے۔

یہ مقتل اہل بیت کا مقام ہے

ابن الاخضر، اصبغ بن نباتہ سے روایت کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی مقتل گاہ میں پہنچے ہیں میں بھی آپ کے

ہمرکاب تھا۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے خطاب کر کے فرمایا یہ جگہ ہمارے اہل بیت کے اونٹ بیٹھنے کی ہے یہ مقام اہلبیت کے اسباب کا محل ورود ہے اسی جگہ جوانان آل محمد قتل کیے جائیں گے اسی جگہ میرے ننھے ننھے بچے بھوکے پیاسے جان بلب کو ظالم بے رحم قتل کریں گے یہیں آل عبا کی نسل منقطع ہوگی۔ یہ وہی موضع ہے جس میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پارہ ہائے جگر کی لاشیں پڑیں گی یہ وہی جگہ ہے جہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں نواسیاں اور ان کے پیارے عزیزوں کی پردہ دری ہوگی اسی میں اہلبیت کے معصوم اور بے گناہ بچے اور عورتیں بے انصاف لوگوں کے ہاتھ میں اسیر اور قیدی ہوں گے یہ وہ جگہ ہے جس پر آسمان اور زمین روئیں گے۔

اے حسین رضی اللہ عنہ صبر کرنا

''تہذیب التہذیب'' میں حضرت عبداللہ بن یحییٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ان کے باپ یحییٰ کہتے ہیں کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ صفین میں تشریف لے گئے تو میں بھی آپ کے ساتھ تھا ان کے وضو کے اسباب اپنے پاس رکھتا تھا دریائے فرات کے مقابل میں ایک گاؤں جس کا نینوا نام ہے آپ نے قیام فرمایا اور کہا اے ابو عبداللہ (حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) اس فرات کے کنارے پر صبر کرنا۔ حضرت یحییٰ کہتے ہیں کہ میں نے کہا آپ کون سے ابو عبداللہ کو فرما رہے ہیں۔ فرمایا میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا آپ کے رخسار مبارک پر سیل سرشک جاری تھے میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر رونے کا کیا سبب ہے فرمایا تمہارے آنے سے کچھ پہلے میرے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آ کر کہہ گئے ہیں کہ حسین رضی اللہ عنہ فرات کے کنارے شہید ہوں گے۔

سرزمین عراق میں شہید ہونگے

''تہذیب التہذیب'' میں ایک روایت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یوں بھی منقول ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پاؤں پھیلائے خواب راحت میں تھے کہ اچانک چونک اٹھے اور زور زور سے سانس لینے لگے پھر سو گئے۔ تھوڑی دیر بعد پھر بیدار ہوئے اور سانس لینے لگے مگر اس مرتبہ پہلے سے سانس میں کسی قدر کمی واقع تھی غرضکہ تین مرتبہ ایسا ہی ہوا چوتھی مرتبہ اٹھ بیٹھے میں کیا دیکھتی ہوں کہ آپ کے دست مبارک میں ایک قسم کی سرخ مٹی ہے جسے آپ بار بار الٹ پلٹ کر رہے ہیں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ہاتھ میں کیا چیز ہے فرمایا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھے خبر دی ہے کہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ زمین عراق میں شہید ہوں گے اور ان کے مقتل کی یہ مٹی ہے اسی طرح اور بہت سے نقول اور حدیثیں اسباب میں منقول ہیں مگر ہم اختصاراً انہیں ترک کرتے ہیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا خواب

''شواهد النبوة'' میں مرقوم ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس دن حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے ہیں اسی رات میں نے خواب دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے کہیں باہر تشریف لے گئے ہیں اور تھوڑی ہی دیر میں دروازہ کی جانب سے تشریف لے آئے ہیں مگر ایک عجیب ہیئت سے سر کے بال بکھرے ہوئے غبار آلودہ ہاتھ میں کچھ لیے ہوئے آئے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یہ کیا حال ہے جسے میں آپ پر مشاہدہ کر رہی ہوں فرمایا آج کی رات لوگ مجھے عراق کے اس حصہ میں جس کا نام کربلا ہے لے گئے اور حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور میرے ان

فرزندوں کی قتل کی جگہ جنھوں نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنی پیاری جانیں فدا کیں دکھائی میں ان کا خون اٹھا کر لایا ہوں دیکھ لو میرے ہاتھ میں وہی خون موجود ہے اسے لو اور حفاظت سے نگاہ میں رکھو۔ باقی اس حدیث کا تتمہ اپنے موضع پر ان شاء اللہ بیان ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رونا

''غنیۃ الطالبین'' مصنفہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ میں مذکور ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف رکھتے تھے کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو سو گئے اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کے سینہ مبارک پر بیٹھ کر کھیلنے لگی تھوڑی دیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ بیٹھے اور ہاتھ میں تھوڑی سی مٹی لیے ہوئے الٹ پلٹ کر رہے تھے اور آنکھوں سے آنسو بہا رہے تھے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ کیا حالت ہے۔ آپ کیوں روتے ہیں اور آپ کے ہاتھ میں یہ کیسی مٹی ہے۔ فرمایا اس وقت حسین میرے سینہ پر بیٹھے کھیل رہے تھے میں نہایت شاد شاد لیٹا تھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور یہ مٹی دے کر فرمایا اس پر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ قتل کیے جائیں گے میرے رونے کی یہ وجہ ہے۔

☆=☆=☆=☆

امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ یزید کی عداوت کی وجہ

مروان، حاکم مدینہ کو بیعت یزید کا خط

واضح ہو کہ جب سنہ ۴۱ھ ہجری میں امام المسلمین حضرت سیّدنا امام حسن بن علی اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ میں صلح واقع ہوئی (اور اس سال کو سال اتفاق بھی کہتے ہیں) وہ یہ کہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خلیفہ پر قرار و اتفاق کیا تھا تو اسی سنہ میں حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے مدینہ پر مروان کو حاکم بنایا اور سنہ ۴۳ھ تینتالیس ہجری میں سیستان کے شہروں میں سے ملک رے اور حبش کی ولایت میں سے ملک درسودان فتح کیا اور سنہ (۵۰) پچاس میں حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد اہل شام کے کانوں میں اپنے بیٹے یزید کی بیعت کا حلقہ ڈالا اور یہ اوّل ہی امر تھا جس کا وقوع اسلام میں ہوا اس کے بعد حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے مروان کو لکھا کہ جملہ اہل مدینہ کو یزید کی بیعت پر آمادہ کرے یہاں خط آتے ہی مروان نے تمام رؤسا مدینہ کو خصوصًا اور عام لوگوں کو عمومًا جمع کر کے خطبہ پڑھا اور کہا امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس امر میں مصلحت دیکھی ہے کہ جس طرح حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما یکے بعد دیگرے خلیفہ ہوتے تھے اسی طریق وہ اپنے بیٹے یزید کو تم پر خلیفہ کرے تم لوگوں کو بھی مناسب ہے کہ امیر کی خوشی اور دلجوئی کے لیے برغبت و رضا یزید کی بیعت قبول کرو اور عواطف خسروی کے ثمرے مزے سے لوٹو۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو سن کر تاب نہ رہی غصہ میں بے

قرار ہو کر کھڑے ہو گئے اور کہا اے مروان یہ طریقہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت و نیابت کا ہرگز نہیں ہاں یہ طریقہ کسریٰ و قیصر کا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کون سے اپنے بیٹے کو دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کس لڑکے اپنا جانشین بنایا انہوں نے نہ تو اپنی اولاد میں اس نیابت کو رکھا اور نہ اپنے اہل بیت میں سے کسی کو خلیفہ بنایا۔ مروان نے خطبہ ختم کیا اور یہ گفتگو بعینہٖ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے گفتگو

سنہ (۵۱) اکیاون ہجری میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خود حج کے ارادہ اور اپنے فرزند یزید کی بیعت کے قصد سے مکہ معظمہ میں آئے اور ارکان حج سے فارغ ہوتے ہی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور کہا اے ابن عمر کیا تم کو یاد نہیں تم نے مجھ سے کہا تھا کہ جس رات میں کوئی تجھ پر حاکم نہ ہو اس رات میں تجھے نیند مبارک نہ ہو۔ یعنی تم کہا کرتے تھے کہ ہر وقت حاکم اور خلیفہ کی اطاعت میں مصروف رہو اگر ایک رات بھی شہر میں حاکم نہ ہوا اس رات میں تجھے خواب راحت حرام ہے قطع نظر اس کے مجھے اس بات کا بھی خوف ہے کہ تو ان لوگوں میں فساد ڈال کر عاصی ٹھہرے اور مسلمانوں کی نافرمانی کرے۔ (اس کے بعد مندرجہ ذیل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے خطبہ دیا)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا خطبہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے خدا کی حمد و ثنا کی پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے جواب کی طرف عنان توجہ پھیری اور فرمایا اے معاویہ جو لوگ تجھ سے پہلے خلیفہ گزرے ہیں ان کے فرزندان کی حیات میں موجود تھے چنانچہ بحمد للہ اس مجلس میں بھی موجود ہیں تیرا لڑکا یزید ان سے بہتر اور افضل نہیں ہے کیا

انھوں نے اپنے فرزندوں میں اس چیز کی لیاقت نہ دیکھی جسے تو اپنے فرزند میں دیکھتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان خدا کے دوستوں نے اپنے فرزندوں کے لیے خلافت تجویز نہیں کی حالانکہ ان کے صاحبزادے تیرے لڑکے سے کہیں بڑھ کر تھے مگر وہ اپنے فاضل اور بزرگ فرزندوں کو خلافت کے لائق نہ دیکھتے تھے انھوں نے اس خلافت کے تاج کو تمام مسلمانوں کے درمیان رکھا پھر انھوں نے جسے مناسب جانا اختیار کر لیا یزید سے زیادہ وہ لوگ خلافت کے مستحق ہو سکتے ہیں جن کے دل میں خوف الٰہی جاگزیں ہے اور جن کا ظاہر و باطن تقویٰ اور طہارت سے آراستہ و پیراستہ ہے جن کو سب مسلمان فضل و علم کے رو سے اپنی ذاتوں پر ترجیح دیتے ہیں اور مجھے اس بات سے ڈراتا ہے کہ میں مسلمانوں کی نافرمانی کرتا اور انھیں مشقت میں ڈالتا ہوں میں اس بات کو ہرگز نہ چاہوں گا میں تو مسلمانوں میں سے ایک مسلمان بلکہ ان کا ایک خادم ہوں جس امر پر وہ جمع ہوں گے اور جس کو اختیار کریں گے اس میں مجھے کیا عذر ہے اسے سب سے پہلے قبول کروں گا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا خدا تجھے جزائے خیر اور برکت دے۔ (اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے گفتگو ہوئی)

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا جواب

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور جو گفتگو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حضور میں پیش کی تھی وہی ان کے سامنے دوہرائی حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے پہلے ہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا کلام قطع کر کے فرمایا بخدا اے معاویہ ہم نے تجھ کو تیرے فرزند کے امر خلافت میں خدا کے ہاں وکیل کیا اور اس خلافت کے قضیہ کو خدا کو سونپا واللہ تو اس امر میں کبھی مبادرت نہ کر۔ یعنی یزید کی خلافت کا کبھی خیال نہ کر۔ اس بات کو مسلمانوں ہی میں چھوڑ نا

اوران کی رائے کے موافق کرنا نہایت مناسب ہے۔ یہ کہہ کر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ مجلس میں سے جلدی سے چلے گئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے عبدالرحمٰن یہیں توقف کرو مبادا اہل شام تمہاری طرف سبقت نہ کر جائیں حتیٰ کہ میں جا کر ان سے بیان کروں کہ انہوں نے مجھ سے بیعت کر لی ہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی گفتگو

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور کہا کیوں صاحب تم ہمارے ساتھ لومڑی کی طرح ایک سوراخ سے نکل کر دوسرے سوراخ میں سے ظاہر ہوتے ہو یعنی حیلہ سازی اور مکر پردازی کرتے ہو یہ تمہارا ہی کیا ہوا فساد ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو ورغلانا اور برخلاف عقل ان کو صلاح دی۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا اے معاویہ اگر تو یزید کو خلیفہ بنانا چاہتا ہے تو آپ نیابت سے کنارہ کش ہو اور یزید کو اس مجمع میں لا ہم اس سے بیعت کریں ہاں تیری اور تیرے فرزند کی بیعت دو نقیضوں کا اجتماع یا دو ضدوں کا آن واحد۔ میں ایک چیز پر صادق آنا ہے بھلا اگر ہم تیری بھی بیعت کریں اور تیرے فرزند کی بیعت کا ربقہ بھی اپنے گردنوں میں ڈالیں تو دونوں میں سے ہم کس شخص کی اطاعت کریں بخدا تم دونوں کی بیعت تو قیامت اور ابد تک درست نہ ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ یہ کہہ کر کھڑے ہو گئے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا خطبہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے منبر پر چڑھ کر خطبہ پڑھا۔ حمد خدا اور نعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کہا میں نے لوگوں کی باتیں سراسر دروغ اور مفسدہ انگیز

پائیں میں نے گمان کیا تھا کہ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم یزید کی بیعت سے ناخوش ہیں۔ یہ گمان محض غلط نکلا یہ صاحب تو اس کے دل سے مطیع ہیں۔ چنانچہ انہوں نے یزید کی بیعت میرے ہاتھ پر کر لی ہے تم بھی خوشی سے اس کی بیعت قبول کرو۔ اہل شام نے کہا اے امیر جب تک وہ لوگ کھلم کھلا اور اعلانیہ طور پر بیعت نہ کریں گے ہم کبھی راضی نہ ہوں گے۔ بلکہ ان کی گردنیں کاٹ ڈالیں گے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا سبحان اللہ یہ کیسے آدمی ہیں کہ قریش کی طرف شر و فساد کی کیسی جلدی کرتے ہیں بخدا اس کے بعد تم سے کبھی اس جیسا کلمہ میرے کان تک نہ پہنچے یہ کہہ کر منبر سے نیچے اتر آئے جب لوگ اس مجلس سے باہر آئے تو حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم سے مل کر پوچھا کیا تم نے یزید کی بیعت کر لی۔ انہوں نے کہا نہیں۔

کوفہ کے امیر مغیرہ کا دھوکہ

''ما ثبت بالسنہ'' مولفہ شیخ محقق المعنوی عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ میں مذکور ہے اسی رسالہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور تمام اہل عراق کا کام دو شخصوں نے مل کر تہہ و بالا کر ڈالا ایک عمرو بن العاص جس نے اس کو نیزوں پر قرآن مجید باندھنے کی صلاح دی دوسرا مغیرہ بن شعبہ جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوفہ کا عامل تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے خط لکھا کہ جلدی پہنچئے میرے خط کے کوفہ کی حکومت سے معزول جان کر بہت جلد اپنے آپ کو مجھ تک پہنچا۔ مغیرہ نے حاضری میں کچھ توقف کیا اور تھوڑے عرصہ کے بعد خدمت امیر میں آیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے توقف کا سبب اور جلد نہ پہنچنے کا باعث دریافت کیا جواب دیا اے امیر

ایک بڑے کام کے بندوبست نے مجھے جلد پہنچنے سے قاصر رکھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا وہ ایسا کون سا کام تھا کہا میں یہ چاہتا تھا کہ اہل کوفہ کو بیعت یزید پر تیری وفات کے بعد مجبور کروں اس بارے ان لوگوں نے میرے ساتھ طرح طرح کے وعدے اور قسم قسم کی وعید سے یزید کی بیعت منظور کر لی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا تو واقعی اس کام کو کر چکا مغیرہ نے کہا ہاں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا جا اس کے صلہ میں تیرا وہی عہدہ برقرار رہا جب مغیرہ کوفہ میں واپس آیا تو لوگوں نے اس سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حال دریافت کیا اور پوچھا اے مغیرہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو تو نے کس حال میں چھوڑا کہا میں نے اسکا پاؤں ایسی گمراہی کے گھڑے میں ڈالا ہے جس سے قیامت تک نکلنا دشوار ہے۔

اہل شام کا بیعت کرنا

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے تمام اہل شام سے اس امر میں مشورہ کیا انہوں نے بسر و چشم اسے قبول کیا اور خوشی خوشی یزید کی بیعت کی رسی اپنی گردنوں میں ڈال لی جب اہل شام بیعت یزید پر متفق ہو گئے تو پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اور شہروں اور اطراف و جوانب میں خطوط لکھے اور وہاں کے لوگوں سے بیعت کی استدعا کی۔ اُدھر مروان کو لکھا اس نے خطبہ پڑھا اور لوگوں کو جمع کر کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طریقہ پر بیعت یزید کی استدعا کی حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے صاف جواب دیا کہ ہم یزید سے ہرگز بیعت نہ کریں گے جیسا اوپر بیان ہو چکا ہے۔

اہل حرمین کا بیعت کرنا

اس کے بعد سن ۵۱ھ ہجری میں حج کے لئے آئے جملہ اہل حجاز سے

عموماً اور اہل حرمین محترمین سے خصوصاً اپنے فرزند یزید کے لیے بیعت لی سب لوگوں نے بجز حضرت سیّدنا امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے اہل مدینہ میں سے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اہل مکہ میں سے مجبوراً یزید سے بیعت کر لی۔

حضرت عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یزید کی بیعت سے انکار

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہر چند ان پنجتن کو بہت کچھ انعام واکرام کا لالچ دیا اور سختی ونرمی کے ساتھ پیش آیا مگر انہوں نے قبول نہ کیا گو عام لوگوں کی بیعت نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے کچھ آنسو پونچھ دیئے تھے مگر ان کے دل کی پریشانی بالکل دور نہ ہوئی تھی کیونکہ وہ اس بات کو اچھی طرح جانتے تھے کہ یہ لوگ بزرگان صحابہ اور اولاد صحابہ ہیں جس طرح ممکن ہو ان سے بیعت لینی چاہیے۔ مبادا میرے مرنے کے بعد لوگ ان کو خلافت تفویض کر دیں لہٰذا حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر وغیرہ کو خلوت میں طلب کر کے بہت سے مال کا لالچ دیا کہ تم بیعت کر لو میں تمہاری عافیت ہمیشہ مرعی رکھوں گا انہوں نے قبول نہ کیا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہا اے معاویہ بے حد زرو سیم ہماری آنکھوں میں کنکر اور پتھر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین مہذبین کا طریقہ اختیار کر دیکھو جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جہان سے رحلت فرمائی تو آپ نے اپنے اقربا میں سے کسی کو خلیفہ اور والی نہ بنایا نہ کسی کو خلافت کی وصیت فرمائی بلکہ عام مسلمانوں پر چھوڑ کر تشریف لے گئے مسلمانوں نے اپنے اتفاق رائے سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کا زمانہ قریب پہنچا تو انہوں نے بھی اپنے کسی

فرزند کو اس کا مستحق نہ جانا بلکہ مسلمانوں کے اتفاق رائے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو افضل زماں ہونے کی وجہ سے خلافت کے لیے تجویز کیا اسی طرح جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کا زمانہ قریب آیا تو آپ نے چھ شخصوں کو افضل جان کر ان میں خلافت چھوڑی اپنے اقرباؤں اور فرزندوں میں سے کسی قریب اور عزیز کو خلیفہ بنایا تمام آدمیوں نے صرف اپنی رائے سے ان چھ شخصوں میں سے ایک کو اختیار کیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اس مقام پر خاموش ہو گئے۔

ضروری وضاحت

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے اس گفتگو میں حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کا نام نہ لیا وجہ یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو سخت انکار تھا اس بنا پر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے یہاں ان کا نام نہ لیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا گو صراحۃً نام نہ لیا مگر ضمناً بیان کر دیا اور کہا آدمیوں نے چھ شخصوں میں سے ایک کو اختیار کر لیا اور وہ مختار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔

اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کچھ جواب تو نہ دیا مگر اتنا کہا اچھا کل میں خطبہ دوں گا اتنا ہونا چاہیے کہ میرے خطبہ دینے تک کوئی شخص میرا کلام قطع نہ کرے۔

دوران خطبہ یزید کی بیعت سے انکار

ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ اس مجمع میں حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ بھی تشریف رکھتے تھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر حمد و ثنا کے بعد یزید پلید کے فضائل اور شجاعت اور شہامت اور جلاوت بیان کیے اور اہل شام کی بیعت کا اظہار کیا فوراً حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر اور حضرت سیدنا امام حسین

بن علی اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم وغیرہ اُس جلسہ سے کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ ہم نے یزید کی بیعت نہیں کی مگر بعض لوگوں نے ان کی تصدیق نہ کی اور یہ خبر اڑادی کہ ان صاحبوں نے بھی بیعت کر لی ہے۔

مال ودولت کا لالچ پھر بھی انکار

ترجمہ متعارف طبری میں مذکور ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن زیاد کو اطراف ممالک اور اکناف بلاد میں یزید پلید کی بیعت کے لیے تمام مسلمانوں کے شہروں میں بھیجا سب نے اس کی طوعاً وکرہاً بیعت قبول کی مگر پانچ بزرگان مذکور نے یزید کی بیعت کا ربقہ اپنی پاک گردنوں میں ڈالنا مناسب نہ سمجھا۔ مگر جب موسم حج میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نہ آئے تو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے بہت مال رکھ کر کہا آپ یزید سے بیعت کرلیں گو ظاہری طور پر ہی سہی کیونکہ آپ کی بیعت سے کسی کو چون وچرا کی گنجائش نہ رہے گی۔ آپ نے فرمایا اگر حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر اور حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم یزید سے بیعت کرلیں گے تو میں بھی کرلوں گا مگر ان بزگواروں کے بغیر ابد تک اس بیعت پر راضی نہ ہوں گا۔ پس یہ بات یزید کی کوفت اور رنج کا باعث بنی اور اس دن سے وہ ملعون حضرت سیدنا امام حسین اور حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم سے بے حد دشمنی، عداوت رکھنے لگا۔

یزید کی ایک اور وجہ نزع حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ

تاریخ طبری میں ایک اور وجہ نزاع مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی منکوحہ کو کسی وجہ سے طلاق دیدی تھی۔ یزید نے ابوموسیٰ اشعری کو

اپنے نکاح کے لیے اس عورت کے پاس بھیجا اتفاقاً رستہ میں حضرت قثم ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی حضرت قثم رضی اللہ عنہ نے پوچھا اے ابوموسیٰ کہاں جارہے ہو جواب دیا یزید نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی مطلقہ کے پاس مجھے بھیجا ہے تاکہ یزید کی مواصلت پر اسے راضی کروں۔ حضرت قثم نے کہا اگر ہوسکے تو میری جانب سے بھی اسے پیغام پہنچا دینا اتفاقاً حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ بھی کسی شخص کو بھیج کر اس عورت سے خواستگاری کر چکے تھے جب ابوموسیٰ اس عورت کے پاس گئے اور یزید و حضرت قثم کا پیغام دیا اس عورت نے کہا اس سے پہلے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا بھی پیغام میرے پاس آچکا ہے اب میں تم سے پوچھتی ہوں کہ ان تینوں میں سے میرے حق میں کون بہتر ہے اس بارے میں ٹھیک طور پر مجھے صلاح دو۔ ابوموسیٰ نے کہا اے پاک بی بی اگر تجھے دنیا مطلوب ہے تو یزید اختیار کر اور اگر جمال صورت منظور ہے تو حضرت قثم کو پسند کر اور اگر آخرت میں کوئی درجہ اور نسب درکار ہے تو امیر المومنین حضرت سیّدنا امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی خواہش کر۔ اس عورت نے حضرت قثم اور یزید پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اختیار کر لیا۔ پس یہ امر یزید کی اور بھی کوفت خاطر اور رنجیدگی کا باعث ہوا اور قسم کھائی کہ اگر میں حسین پر قادر ہوں گا تو جان سے جیتا نہ چھوڑوں گا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو مشورہ

"تہذیب التہذیب" میں اسکا دوسرا سبب مذکور ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفیوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں خروج کی تحریص و ترغیب دلائی حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس سے انکار کیا حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو جو کبار صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے کوفیوں کی اس

استدعا کی خبر پہنچی تو آپ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا اے ابوعبداللہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ آپ کے شیعان اور قبیلہ کے لوگ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خروج پر آپ کو ترغیب دلا رہے ہیں آپ بھول کر بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر خروج نہ کریں اور کوفیوں پر کسی قسم کا اعتماد نہ فرمائیں کیونکہ میں نے آپ کے والد ماجد سے کوفہ میں بالمشافہ سنا ہے کہ فرماتے تھے گو میں ایک عرصہ تک کوفیوں پر حاکم رہا لیکن انھوں نے مجھے ہمیشہ دشمن رکھا اور میں نے کبھی ان میں وفا کا نشان بھی نہ دیکھا ہر چند کہ میں ان کے ساتھ سلوک سے رہا مگر بجز نیزہ کے طعن اور شمشیر کے زخم کے کچھ فائدہ حاصل نہ ہوا خدا کی قسم ان میں ثبات نہیں درست عزم نہیں ۔ کامل ارادہ نہیں دشمن کے نیزہ کھانے اور تلواروں کے زخم کی طاقت نہیں۔

مروان کا خط

رسالہ مذکورہ میں یہ بھی روایت آئی ہے کہ انہوں نے حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد جناب حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جامع مسجد میں طلب کر کے کہا ہم کو آپ کی اور آپ کے بھائی حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی رائے معلوم ہوئی یعنی حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت کو دیدۂ دانستہ ترک کیا اور تم خروج کا ارادہ رکھتے ہو۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں دنیا سے علیحدہ رہنے اور اس کی چاہت سے باز رہنے کی خدا سے توفیق چاہتا ہوں مجھے امید ہے کہ دنیا کی کشمکش سے باز رہنے کی خدا توفیق دے یا ظالموں سے جہاد کرنے کا درست عزم عنایت فرمائے۔

غرض کہ جب مروان کو اس مشورہ کی اطلاع ہوئی تو اس نے فوراً

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک خط بایں مضمون لکھ بھیجا کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے میں کسی طرح بے خوف نہیں ہوں ان کا ارادہ تیرے خروج اور مخالفت پر مضبوط اور قوی ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے نام خط

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک خط حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے نام لکھا جس کا ترجمہ یہ ہے جس شخص کو حق سبحانہ وتعالیٰ پیمان کی دوستی اور عہد کی مضبوطی عطا فرمائے اسے عہد کا وفا کرنا لائق اور سزاوار ہے میں نے سنا ہے کہ آپ کی قوم میری مخالفت اور خروج پر آپ کو دعوت دیتی ہے آپ یہ بھی خوب جانتے ہیں کہ اہل عراق نے آپ کے والد مکرم آپ کے بھائی کے ساتھ کس قسم کی کاروائیاں کی ہیں۔ پس خدا سے ڈر کر اپنے عہد کی نگہداشت کرنا ضروری بات ہے۔

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا خط

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس شقہ کا جواب اس طرح لکھا کہ آپ کا خط میرے پاس آیا حال مندرجہ معلوم ہوا۔ جس نے میرے دعوئ خلافت اور خروج کے ارادہ کی خبر تم تک پہنچائی ہے وہ محض نادرست اور افترا پرداز ہے میں ایسے شخص کے حق میں صرف اتنا کہنا مناسب سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اسے کبھی راہ راست کی توفیق نہ دے میرا ارادہ تم سے جنگ کرنے کا تو کیا اس امر کا خیال و وہم بھی نہیں ہے آپ سے بھی امید ہے کہ میری مخالفت کا بیج اپنے سینہ بے کینہ میں کبھی نہ بوئیں میری نظروں میں آپ کی اور آپ کی خلافت کی وقعت والد اور بھائی سے کچھ کم نہیں اس وقت تم جیسے امیر اور خلیفہ مسلمانوں کے نام پر اگر میں مباہات اور فخر کا علم اٹھاؤں تو زیبا ہے۔

جب یہ جواب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو پہنچا پڑھ کر بہت ہی مسرور ہوئے اور کہا میں نے ابوعبداللہ حسین رضی اللہ عنہ کو بمصداق الولد سرلابیہ نہایت دانشمند پاکباز راست عہد نیک اطوار پایا یہ خبر شاید ان کے کسی بے دین دشمن نے اڑائی ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا خطبہ

''تاریخ الخلفاء''اور''رسالہ ماثبت بالسنہ''میں ہے کہ عطبہ بن قیس کہتے ہیں کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ شام میں پہنچے تو ایک دن اس مضمون کا خطبہ تمام حاضرین جلسہ کو سنایا کہ اے خدا میں نے اپنا ولی عہد اپنے فرزند یزید کو کیا کیونکہ میں نے اسے بزرگوں میں ایک پاکباز بزرگ اور فاضلوں میں سے ایک بڑا فاضل پایا۔ اے خدا جس فضیلت اور بزرگی کا میں اسے خیال کرتا ہوں اس کو اُسے پہنچا مولیٰ کریم! اگر میں نے اسے محض محبت پدری اور شفقت کی وجہ سے والی خلافت بنایا ہو تو میں سچے دل سے کہتا ہوں کہ اسے مرتبہ خلافت تک پہنچے سے پہلے درمیان سے اٹھا لے یہ کہہ کر یزید کو بلایا اور اپنا خلیفہ بنایا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیدنا امام حسین کے بارے میں وصیت

''تہذیب التہذیب''اور''ترجمہ طبری''میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارہ میں مزید وصیت کی کہ جہاں تک ہو سکے حضرت سیّدنا امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے مرتبہ کی نگہداشت ضرور کرنا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کی وجہ سے سب لوگ انہیں بے حد دوست رکھتے ہیں تیری سلطنت و امارت کی درستی اور کمال کا باعث ان کے ساتھ اچھا سلوک اور مدارا ہی کرنا ہے خلافت کے اعلیٰ غرفہ کا زینہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی اطاعت ہے۔

صحابہ کرام اوراہل حرمین کے بارے میں یزید کووصیت

طبری میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید سے کہا اے میرے فرزند جہاں تک مجھ سے ہوسکا تیری خلافت پر میں نے کوشش کی اور بڑے بڑے مبارزان جہان اور شجاعان عرب کوشکست دے کر تیری بیعت پر آمادہ کیا لیکن پانچ آدمیوں نے اس بیعت سے انکار کیا ہے سو میں ان کی بابت تجھے وصیت کرتا ہوں تو میری وصیت کے موافق ان کے ساتھ سلوک کرنا (۱) حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ ایک مرد عافیت طلب ہے اسے گوشہ نشینی اور عزلت گزینی مطبوع ومطلوب ہے جو تجھ سے بن سکے اسے دینا۔(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ایک بڑے عابد اور زاہد شخص ہیں وہ ہمیشہ عبادت کو دوست رکھتے ہیں اور اس میں اسے ملک وغیرہ کی بالکل تمنا نہیں ان کی بھی دلجوئی مدنظر رکھنی چاہیے ہاں (۳) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے حیلہ سے غافل مت رہنا اگر وہ بیعت کرے بہتر ورنہ اسے قتل کر ڈلنا اور (۴) ابوعبداللہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ اگر بیعت پر راضی ہوں فبھا ورنہ ان کی عزت کو نگاہ میں رکھنا اور اپنے آپ کو ان سے بچانا اہل مکہ ومدینہ کو نیک رکھنا اور ہمیشہ حسن سلوک سے پیش آنا کیونکہ یہ لوگ خدا اور رسول کے ہمسایہ ہیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا وصال

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان نے رجب کی بائیسویں تاریخ ۶۰ ہجری موضع دمشق میں آخرت کا سفر اختیار کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے جنازہ پر قیس نے نماز پڑھی بعض کہتے ہیں یزید ہی نے نماز پڑھائی اور دروازہ صغیر متصل دارالامارۃ دمشق میں علیحدہ مقبرہ میں مدفون ہوئے۔

فصل چہارم

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر

واضح ہو کہ ''تاریخ الخلفاء'' میں آیا ہے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ ایک حلیم مزاج آدمی تھے۔

اضعف المسکین محمد اکرام الدین حشرہ اللہ تعالیٰ فی زمرۃ محبین اہل بیت الطاہرین عرض کرتا ہے کہ گو کتب تواریخ کے متتبع اور صحائف سیر کے تجسس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے مزاج میں ایک قسم کی دنیا کی چاہت اور محبت تھی وہ غایت درجہ کے دنیا دوست تھے اسی دنیا کی طلب وچاہت نے انہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے جدال وقتال پر ابھارا اور امام برحق کی بغاوت وطغیان کا سکہ صفحہ ناصیہ پر قیام قیامت تک لگایا۔

اہم مسئلہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو برائی سے یاد کرنا مسلمان کا شیوہ نہیں ہے اور اس کی کئی وجہیں ہیں:

(۱) ...... کہ آپ کا ایمان لانا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یقینی بات ہے اور دوسری باتیں جو کتب تواریخ میں مذکور ہیں اکثر ظنی ہیں اور یقینی بات کا ظنی بات سے مقابلہ نہیں ہوسکتا ''لان الیقین لایزول بالشك'' ۔

(۲) ...... یہ کہ اگرچہ حطام دنیوی کی وجہ سے کبائر کا صدور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہوا بھی تو اہل سنت وجماعت کا اتفاقی مسئلہ ہے کہ مرتکب کبیرہ جیسے زنا لواطت اور عقوق والدین ترک صلوٰۃ یعنی فساد وغیرہ مستحق لعنت کبھی نہیں ہوسکتا۔ پس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ امام برحق کی بغاوت اور خلیفہ مطلق کی سرتابی

سے یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نافرمانی سے جو درحقیت گناہ کبیرہ سے ہرگز مستحق نہیں ہو سکتے۔

(۳) ...... یہ ہے کہ ترجمہ مختصر طبری میں مذکور ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خود اس بات کے مقر تھے کہ بیشک میں بغاوت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وجہ سے غلطیاں ہوئیں اور اس کے بھی معترف تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، آل ابی سفیان سے افضل و اعلیٰ ہیں اور اس کے بھی مقر تھے کہ خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کو راست اور برحق تھی میں نے ان سے اس باب میں ناحق نزاع کیا۔ پس جب ہم اس وجہ کا اور اپنے اعتقادات کا صحیح میزان میں موازنہ کرتے ہیں تو صریح ظاہر ہوتا ہے کہ معترف گناہ کے صفحہ احوال پر رقم کفر کھینچ نہیں سکتی۔ کیونکہ بندہ گناہ کی وجہ سے کافر نہیں کہلایا جاتا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّ اٰخَرَ سَیِّئًا الخ۔ (سورۃ توبہ)

ترجمہ: ''اور ملایا ایک کام اچھا، اور دوسرا بُرا''۔

(۴) ...... یہ ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے مناقب و فضائل میں جن کا مفصلاً سابق میں بیان ہو چکا ہے نہایت بسط کے ساتھ واضح ہو گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا اس فرزند کے سبب سے مسلمانوں کے دو فرقوں میں صلح ہو گی اور یہ ظاہر ہے کہ ثانی فرقہ کے امیر اور سردار حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں اور حدیث مذکورہ کے بموجب دوسرا فرقہ مسلمان تھا۔ پس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ دوسرے مسلمانوں کے گروہ کے سردار تھے اگر خدانخواستہ وہ کافر ہوتے تو حدیث میں ایسا نہ فرمایا جاتا یعنی حدیث میں لفظ مسلمان کی تصریح نہ واقع ہوتی۔

(۵)...... یہ ہے کہ حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے اعوان وانصار کے حق میں خود فرماتے ہیں کہ "اخواننا بغوا علینا" فی الجملہ جو شخص مشائخ اہل سنت و جماعت کے قدم بقدم چلے گا اور حزب الاعظم کے رستہ میں منتظم ومنسلک ہوگا اسے اس بات کا لحاظ ضرور ہوگا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور مغیرہ اور عمرو بن العاص پر طعن ولعن کی زبان نہ کھولے کیونکہ ان کے کفر دار تداد پر کوئی بھی صریح دلیل اور واضح برہان قائم نہیں ہے۔

اہل سنت کا عقیدہ

چنانچہ قدوۂ علماء زبدۂ فضلا حضرت شاہ عبدالعزیز مدظلہ "تحفہ اثنا عشریہ" میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب اہل سنت کسی مرتکب کبیرہ پر لعنت کے مجوز نہیں تو باغی اور طاغی پر جو درحقیقت مرتکب کبیرہ ہے لعنت کیوں جائز رکھنے لگے اور اس باب میں اہلسنت کا متمسک کتاب اللہ اور عترۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مبارک قول ہے کتاب اللہ ناطق ہے کہ "استغفر لذنبك وللمومنين و المؤمنات" قرآن مجید کی پاک اور مفید تعلیم سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ہر مومن کے حق میں استغفار اور طلب عفو مطلوب ہے اور کسی چیز کے کرنے کا حکم درحقیقت اس کے خلاف کو منع کرتا ہے۔

پس قاعدہ اصولیہ امامیہ کے موافق بھی کسی کے باب میں استغفار کا امر کرنا اس پر لعنت کرنے سے باز رکھنا ہے اور چونکہ ہر مرتکب کبیرہ باتفاق شیعہ و سنی مومن ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا۔ (سورۃ الحجرات)

ترجمہ ''اور مسلمانوں کا دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان میں صلح کراؤ''۔

(کنزالایمان)

لہٰذا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لعنت کرنا منع اور ناجائز ثابت ہوا وہاں لعن بالوصف اہل کبائر کے حق میں آیا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

الا لعنة الله على الظلمين، فنجهل لعنة الله على الكاذبين۔

لیکن درحقیقت لعنت ایک صفت ہے صاحب صفت نہیں اور اگر بالفرض لعنت صاحب صفت بھی ہو تو بھی وجود ایمان مانع لعنت ہے گو کوئی امر مجوز لعن بھی پایا جائے۔

شیعہ امامیہ کے اصول میں بھی صراحت کے ساتھ یہ قاعدہ مذکور ہے کہ جب اباحت و حرمت دونوں ایک جگہ جمع ہوں تو وہاں حرمت ہی کو غلبہ ہوتا ہے۔ نیز وجود مقتضی باوصف تحقق یا اقتضائے حکم وہیں کرتا ہے۔ پس لعنت فقط وجود صفت پر کبھی مترتب نہ ہوگی تاوقتیکہ رفع ایمان جو مانع لعن ہے حاصل نہ ہو اس کی مثال یوں سمجھنی چاہیے کہ جیسے کافر جس کی موت کفر پر متیقن ہے اب اگر اس میں کسی قسم کے نیک صفات اور عمدہ خصائل پائے جائیں تب بھی اس کے لیے استغفار جائز نہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ (سورۃ حشر)

ترجمہ: ''اور وہ جو ان کے بعد ہے عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان

لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھا
اے ہمارے رب بے شک تو ہی نہایت مہربان رحم والا ہے''۔

(کنزالایمان)

میں بھی طلب مغفرت اور ترک عداوت کو صرف ایمان پر بغیر تقیید عمل صالح کے مترتب کیا ہے۔ پس عداوت و بغض کو چھوڑنا اور احتراز عن اللعنۃ جو طلب مغفرت کو لازم ہے کرنا ہر ذی عقل صاحب ایمان کو ضروری بات ہے۔

رہی عترۃ سو کتب امامیہ میں تواتراً منقول ہے کہ حضرت امیر نے اہل شام کی لعنت سے منع کیا ہے۔ پس حضرت امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ کے منع کرنے پر کاربند اور عامل نہ ہونا اہل سنت کا کام نہیں ہے۔ چونکہ یہاں کلام بہت طول طویل ہے لہٰذا اسی اختصار پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

☆=☆=☆

فصل پنجم

واقعہ کربلا

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا مدینہ پاک سے عراق میں آنے کا سبب اور حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت کا تذکرہ تفصیلاً مندرجہ ہے۔

واضح ہو کہ یہاں سے ماجرائے ہوش ربا اور واقعہ جگر گداز قیامت نما یعنی احوال شہداء آل عبا کا ذکر ہوتا ہے جس کو سن کر ہر ایک فرد بشر کا رونگٹا رونگٹا کھڑا ہوتا ہے اور زبان حال سے زار زار روتا ہے۔

یزید تخت سلطنت پر

روایت ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو یزید پلید بادشاہ ہوا اور تخت سلطنت پر بیٹھ کر حکمران ہوا اور اس وقت تمام اہل شام نے اس سے بیعت کی ۔ یزید نے تخت حکومت پر بیٹھتے ہی ہر اقلیم و ولایت میں اپنی بیعت کے لیے تمام امراء اور اعیان کو خطوط لکھے۔

یزید کا حاکم مدینہ کو خط

چنانچہ ایک خط ''ولید بن عتبہ بن سفیان'' کو جو مدینہ منورہ کا حاکم تھا بایں مضمون لکھا کہ روئے زمین کے خلیفہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے اس عالم فانی کو چھوڑا اور میں بجائے اس کے حاکم مقرر ہوا تمام مہمات امور سلطنت میرے قبضہ اقتدار اور حیطہ تصرف میں ہیں تم کو چاہیے کہ اہل مدینہ سے عموماً اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ وغیرہم سے خصوصاً میری بیعت لو اگر یہ لوگ میری بیعت پر راضی نہ ہوں اور بجائے اقرار کے انکار پیش کریں تو فوراً طلب کر کے

برکات کر میرے دربار میں بھیج دو۔ اُس زمانہ میں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اکثر اوقات اپنے بزرگوار نانا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر عبادت الٰہی میں مشغول رہا کرتے تھے۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا بیعت سے انکار

ولید، حاکم مدینہ نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا اور یزید کے خط کا مضمون اول سے آخر تک پڑھ سنایا فرزند رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے یزید کی بیعت سے کھلم کھلا انکار کیا کیونکہ وہ فاسق وفاجر اور ستم گار شخص تھا۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا خواب

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ بدستور قدیم اپنے جد بزرگوار کے روضہ مبارک پر تشریف لے گئے۔ شب کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر زانوے مبارک پر رکھے ہوئے بدیدۂ پرنم فرماتے ہیں کہ اے میرے دل کے ٹکڑے اور آنکھوں کی ٹھنڈک دشمن تیری ایذا رسانی پر آمادہ ہیں عنقریب تو میدان کربلا میں بے یار ومددگار اپنا گلا کٹائے گا اور ظالموں کے ظلم بھرے ہاتھوں سے شہید ہو جائے گا میرے فرزند یہ لوگ یوم قیامت میری شفاعت سے محروم رہیں گے۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو یہ خواب دیکھتے ہی شوق شہادت دامن گیر ہوا اور رضائے خالق پر دل کو مضبوط کر کے رضا بالقضا کا نعرہ مارا۔

یزید کے خط کا مضمون

ترجمہ متعارف طبری میں مذکور ہے کہ یزید کے خط کا مضمون یہ تھا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جو بندگانِ خدا میں سے ایک خاص بندہ تھا اس نے وفات پائی اب میں اپنی بیعت وانقیاد سب لوگوں سے چاہتا ہوں۔ پس لوگوں کو چاہیے

کہ بیعت میں جلدی کریں اور تاخیر کو جائز نہ رکھیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہر چند کہ ان چار شخصوں سے بیعت لینی چاہی مگر انھوں نے انکار کیا اب جس طرح ہو اوّل ان سے بیعت لینی چاہیے۔

جب ولید بن عتبہ کے پاس یزید کا خط پہنچا تو اس نے مروان کو بلا کر ں بارے میں مشورہ کیا مروان نے کہا اے ولید تو امیر المومنین یزید بن معاویہ لی اطاعت ہاتھ سے نہ دے اور ان چاروں حضرات کو طلب کر کے اس کا حکم سنا اگر وہ بیعت کر لیں فبہا اور اگر تاخیر کریں تو چاروں کے سر اتار کر اس کے پاس بھیج دے۔

ولید نے جواب دیا "سبحان اللہ" اے مروان حضرت فاطمہ اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کے فرزندوں کے حق میں اس قسم کی بات نہ کہو ان اولوالعزم اور افاضل کی تصویروں کو مٹانا نہ چاہیے آخر کار ولید نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا چونکہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو پہلے ہی سے اس امر کا علم ہو چکا تھا آپ نے خیال کیا کہ نہ معلوم ولید نے مجھے کس کام کے لیے بلایا ہے اپنے ہمراہ پچاس جوان مسلح لے گئے اور سب کو دروازے پر کھڑا کر کے کہا تم ٹھہرو اور میری آواز غور سے سنتے رہو جب میں تمہیں آواز دوں فوراً چلے آنا یہ کہہ کر ولید کے پاس گئے وہ نیک مرد آپ کو دیکھتے ہی تعظیماً کھڑا ہو گیا۔ اور یزید کا خط پڑھ کر سنایا حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ خط چار آدمیوں کے نام پر ہے ان سب کو بلاؤ تاکہ ہم سب اکٹھے ہو کر بیعت کریں۔ ولید نے کہا بہتر۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ وہاں سے کھڑے ہو گئے۔ مروان نے کہا اے ولید امام حسین رضی اللہ عنہ کو اسی مجلس میں قتل کر ڈال اور جانے کی فرصت نہ دے امام نے سن کر فرمایا اے مروان، تو مجھے قتل نہیں کر سکتا

اگر تیری ہمت اور جوانمردی تجھے میرے قتل پر اُبھارتی ہے تو بسم اللہ حاضر ہوں شاید تو نے بنی ہاشم کی تلوار کی چمک نہیں دیکھی اور اسی رات حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ تشریف لے آئے۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی مکہ روانگی

قرطبی اور ابی حاتم وغیرہ روایت کرتے ہیں کہ جب ولید نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو طلب کیا تو انہوں نے صاف کہلا بھیجا کہ اب شام ہوگئی ہے ہم علی الصباح علی رؤس الاشہاد بیعت کریں گے تاکہ سب لوگ اس سے واقف ہوں اور وہاں سے دولت خانہ تشریف لا کر اعزا و اقارب کو جمع کر کے مشورہ کیا آپ کے جملہ عزیوں اور محبوں نے عرض کی کہ آپکے بھائی حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دانستہ خلافت دی تھی اب چونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فوت ہوگئے ہیں ہم آپ کے دست مبارک پر بیعت کرتے ہیں امام حسین رضی اللہ عنہ نے بڑی خوشی کے ساتھ سب سے بیعت لی اور خفیہ راتوں رات اٹھائیسویں (۲۸) رجب المرجب کو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مکہ شریف روانہ ہوئے۔

تاریخ روانگی (از مترجم)

ابو عمر کہتے ہیں جب ماہ رجب ۶۰ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا اور خلافت کی مہمات یزید مقرر ہوئی تو ولید حاکم مدینہ کو حکم آیا کہ اہل مدینہ سے بیعت لو تو اس نے رات کو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو بلا کر کہا آپ حضرات یزید کی بیعت کر لیں۔ تو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہم چھپ کر بیعت کرنا پسند نہیں کرتے کل صبح کو تمام لوگوں کے سامنے بیعت کریں گے یہ کہہ

کر اپنے گھر چلے آئے اور اسی رات ہی مکۃ المکرمہ روانہ ہو گئے۔ اور وہ ۲۸ رجب المرجب اور یکشنبہ کی رات تھی۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ماہ شعبان، ماہ رمضان اور ماہ شوال تک مکہ شریف رہے اور یوم الترویہ یعنی آٹھ ذی الحج کو کوفہ کے ارادہ سے سفر شروع کیا۔ (ہکذہ ذکرہٗ علامہ ابن عبدالبر)

(محمد عبدالاحد قادری)

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ آپ نے چار ماہ شعبان المعظم کو مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کی طرف کوچ کیا پہلے والد اور والدہ کے روضہ مبارک پر جا کر کلمات رخصت اور سخنانِ ودیعت زبان پر لائے پھر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ منورہ میں تشریف لائے اور کلمات رخصت فرمانے لگے۔ اس کے بعد سب مدینہ والوں سے رخصت ہوئے آپ کی مفارقت میں عموماً اہل مدینہ کو رنج تھا بالخصوص حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو تو بہت ہی بڑا رنج و غم تھا ادھر آپ کوچ کی تیاری کر رہے تھے اور اُدھر تیاری کے وقت سب حاضرین کی زبان پر یہ شعر جاری تھا۔

کردهٔ سفر حفظ خدا یار تو باد
فضلِ حق از ہمہ آفات نگہدار تو باد

الغرض سب کو نالاں اور گریاں چھوڑ کر معظمہ میں تشریف لائے۔ جب یہ خبر کوفیوں کو پہنچی تو ان کے سرداران قبائل نے ڈیڑھ سو خط پے درپے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فوت ہونے کی تہنیت اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے طلب میں شامل تھے بھیجے اور باہم اتفاق کر کے لکھا کہ ہم آپ پر جان و مال قربان کرنے کے لیے حاضر اور حضور کی زیارت کے ایک مدت سے مشتاق ہیں اور سب سے پیچھے جو اہل کوفہ نے معتبرین قاصدین کے ہاتھ آپ کو خط روانہ کیا

اس کا یہ مضمون تھا:

اہل کوفہ کے خط کا مضمون

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

للحسین بن علی من شیعة و شیعة ابیه علی امیرالمومنین سلام علیك۔ امّا بعد فان الناس ینتظرونك ولارأی لهم فی غیرہ العجل یا بن رسول اللہ العجل۔

ہم باہم متفق ہو کر سچے دل سے عرض کرتے ہیں کہ یہاں بہت سے لوگ حضور کی تشریف آوری اور ملاقات کے منتظر ہیں اور اس رائے کے سوا ہمارے خیالوں اور وہموں میں اور کوئی بات نہیں آپ بہت جلد تشریف لائیں۔

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی روانگی

جب اس قسم کے خطوط اور اکثر ایلچی یہاں جمع ہوئے تو آپ نے انہیں مختصر طور پر جواب لکھا اور اپنے چچا زاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی طرف روانہ فرمایا تا کہ ان لوگوں کی وفا داری اور دوستی ملاحظہ فرمائیں چلتے وقت ان سے یہ بھی فرمایا کہ وہاں کے لوگوں کی مفصل کیفیت جاتے ہی لکھ بھیجنا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مشورہ

ترجمہ طبری میں مذکور ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کے جملہ خطوط حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو دکھائے انہوں نے فرمایا میری رائے میں یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ تو یہیں تشریف رکھیں اور اوّل اپنی طرف سے ایک وکیل وہاں بھیج دیں تا کہ وہ ان کو اچھی طرح دیکھے کہ کس چیز پر ہیں اور کیا ارادہ رکھتے ہیں کیونکہ اہل کوفہ بڑے بے وفا آدمی ہیں۔ آپ کو معلوم نہیں یہ وہی لوگ تو ہیں جنھوں نے آپ کے والد کے ساتھ ظلم و جفا کی۔ حضرت سیّدنا

امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا شیعہ میں سے بارہ ہزار آدمی میرے ہمدم اور ہمقدم ہیں اور میری اطاعت و بیعت کا ربقہ اپنی شوق کی گردنوں میں ڈالنے پر آمادہ ہیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے صاحبزادے اس جمعیت پر کبھی بھروسہ نہ کریں امتحان مشروط ہے۔ اگر آپ ضرور ہی جانا چاہتے ہیں تو کسی کو پہلے بھیج کر دیکھیں اگر آپ کا قاصد ان لوگوں کا حسن سلوک تحریر کرے اور وہ اس کے مطیع فرمان ہوں پھر آپ شوق سے جائیں۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ ہے رائے بہتر اور صواب معلوم ہوتی ہے۔ یہ مشورہ ترجمہ طبری کے علاوہ اور کسی کتاب میں نہیں دیکھا گیا ہے۔

اہل کوفہ کی حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت اور خط

بہرصورت آپ نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو بھیجنے پر مجبور کیا اور فرمایا وہاں جا کر ایک گوشہ میں بیٹھنا اور بشرط اس کے کوفی تمہاری اطاعت کریں مجھے طلب کرنا۔ تاکہ میں بھی پہنچوں۔ پس جب حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کوفہ میں پہنچے اور ایک محفوظ گوشہ میں بیٹھے اور تمام کوفہ میں یہ خبر پھیل گئی کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے پہلے ان صاحب کو اپنی بیعت کے لیے بھیجا ہے اور پیچھے وہ بھی تشریف لا رہے ہیں تو اس وقت ایک کثیر جماعت اور جم غفیر حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئی اور بارہ ہزار لوگوں سے زیادہ نے حضرت مسلم رضی اللہ عنہ سے بیعت کی اور بظاہر سب نے انکے ساتھ محبت کا دم اور دلاسہ کا نعرہ مارا جب تیس ہزار لوگوں کے قریب حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کی رفاقت میں جمع ہو گئے تو حضرت مسلم رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنا اور کوفے کے بڑے بڑے سرداروں جیسے سلیمان بن شرط اور مسیّب بن ناعیہ اور رفاعہ بن شداد اور حبیب بن مظہر اور ہانی بن عروہ وغیرہ کا خط بایں مضمون امام ہمام کی خدمت میں

روانہ کیا کہ۔

تمام اہل کوفہ میرے یہاں آنے سے بہت خوش اور آپ کے دیدار کے منتظر ہیں اور ایک ایک شخص آپ کا آرزومند ہے۔

جب یہ خط حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا آپ نے بے حد خوشی کے ساتھ کوچ کا پکا ارادہ کیا اور حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجا کہ تم مطمئن رہو میں بہت جلد آ رہا ہوں۔ پس دوسرے روز قاصدوں کو رخصت کیا اور جس قدر آپ کے رفیق اور شیعہ بصرہ میں موجود تھے ان سب کے پاس اپنا غلام بھیجا اور بصرہ کے سرداروں کو جیسے احنف بن قیس اور مالک بن شریح اور سعید بن عمر کو تاکیدی خط لکھا کہ جو تمہارے شیعہ میں سے ہیں اور جو ہماری دوستی کا دم بھرتے ہیں وہ سب کوفہ میں جمع ہو جائیں۔ اُدھر امام حسین رضی اللہ عنہ نے کوچ کیا یہاں تو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے بلاخوف وخطر کوچ کیا اُدھر قضاوقدر نے کچھ اور ہی رنگ جمایا یعنی حضرت مسلم رضی اللہ عنہ اور ان کے دونوں بچوں خوردسال کو بے رحم کوفیوں نے شہید کر ڈالا۔

یزید کو عبداللہ کا خط اور یزید کی پریشانی

چنانچہ "تھذیب التھذیب" اور "ترجمہ طبری" میں ہے کہ یزید کے دوستوں میں سے ایک شخص جس کا نام عبداللہ بن مسلم تھا نعمان بن بشیر "حاکم کوفہ" کے پاس جا کر کہا کہ اے نعمان دس روز ہوئے کہ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کوفہ میں آئے ہیں اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیعت لے رہے ہیں اور یہ بھی سنا گیا ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ بھی آ رہے ہیں اور تیرے لیے لازم ہے کہ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر یزید کے پاس بھیج دے چونکہ نعمان بن بشیر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے کامل نصیبہ آور وافر

بہرہ پائے ہوئے تھے یہ سنتے ہی کلیجہ میں چوٹ سی لگ گئیں اور کہا اے عبداللہ اگر لوگ ان کو چھپائیں گے میں ظاہر نہ کروں گا اگر وہ میرے ساتھ جنگ کریں گے میں ہرگز نہ کروں گا۔ یہ سن کر عبداللہ بن مسلم نہایت دلبرداشتہ ہو کر باہر نکل آیا اور بطور خود یزید کو ایک خط بایں مضمون لکھا کہ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کوفہ میں آئے ہوئے ہیں اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ بھی آنے والے ہیں لوگوں کی بہت جمعیت ان کے ہمراہ ہے میں نے نعمان والی کوفہ سے یوں کہا اور اس نے یہ جواب دیا تو بہت جلد کوفہ کے لیے کوئی اور امیر بھیج۔ یزید اس خبر کے سننے سے بے حد پریشان ہوا۔

لوگوں کا بیعت کرنا

تاریخ ابی ابن حاتم وغیرہ میں آیا ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو تو کوفہ روانہ فرمایا اور آپ تہیہ اسباب میں مشغول ہوئے۔ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ منازل طے کر کے کوفہ پہنچے اور مختار بن عبیدہ کے مکان میں اترے پھر ہانی بن عروہ کے گھر تشریف لے گئے یہاں بقول بعض اٹھارہ ہزار لوگ اور بقول بعض تیس ہزار اور بقول بعض چالیس ہزار لوگوں نے ان سے بیعت کی اور جب یزید پلید کو اس کی خبر لکھی گئی تو سخت حیران ہوا۔

گورنر کوفہ معزول اور ابن زیاد مقرر

ترجمہ طبری میں ہے کہ جب یزید نے وہ خط پڑھا تو اپنے باپ کے مولا کو جس نے یزید کی پرورش کی تھی بلا کر کہا کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ میری مخالفت کے لیے مکہ سے آ رہے ہیں اگر کوفہ میں آ گئے تو یہ سمجھنا کہ عراق ہاتھ سے جاتا رہا ایسا کوئی شخص تجویز کرو جوان کے اعوان و انصار کو قتل کر ڈالے اور یہ فتنہ کی آگ اور فساد کا شعلہ دب جائے اس نے کہا یہ کام بجز عبیداللہ بن

زیاد کے اور کسی سے نہ ہوگا۔ پس یزید پلید نے نعمان بن بشیر کو فوراً معزول کر کے حاکم بصرہ عبید اللہ بن زیاد کو کوفہ اور عراق کی امارت پر مقرر کر کے بھیجا اور بتاکید لکھا کہ بصرہ میں کسی کو اپنا خلیفہ کر کے کوفہ میں بہت جلد پہنچ کر حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو اور جنھوں نے اُس سے بیعت کی ہے سب کو قتل کا شربت پلا پھر حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے اگر ملاقات ہو تو ان سے بیعت لے اگر وہ بیعت سے انکار کریں اور تو فوراً ان کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دے۔

''فصول المہمہ'' میں ہے کہ ان دنوں یزید، عبید اللہ بن زیاد سے ناخوش تھا اور اس کو بصرہ سے عنقریب معزول کرنا ہی چاہتا تھا مگر اس مہم کے انجام کے لیے اسے لکھا کہ میں نے بصرہ کا حاکم تجھے برقرار رکھا اور مزید برآں کوفہ کا تمام اختیار تجھے دے دیا۔

اہل بصرہ کو ابن زیاد کا دھمکی دینا

ترجمہ طبری وغیرہ میں بھی لکھا ہے کہ عبید اللہ ابن زیاد اس سے بہت خوش ہوا اور اپنے بھائی عثمان کو بصرہ میں اپنا نائب بنا کر کوفہ کا ارادہ کیا اسی رات کو مسلم بن جارود، عبید اللہ بن زیاد کے پاس آ کر کہنے لگا کہ یہاں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا قاصد آیا ہے مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دوستوں اور مہتران بصرہ نے اسے پوشیدہ رکھا ہوا ہے اگر تو وہاں جائے تو شاید وہ لوگ تیرے ڈر سے اسے ظاہر کر دیں۔ عبید اللہ بن زیاد نے اسی رات کو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے غلام سلیمان نامی شخص کو بلایا اور مار پیٹ کی وجہ سے اس سے اقرار کرایا اور آمد و رفت کی خبر سے پریشان حال ہوا اس نے مجبور ہو کر کہا بیشک میں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا قاصد ہوں اور ان کا خط اہل بصرہ کے پاس لایا تھا اس موذی نے دوسرے دن تمام اہل بصرہ کو جمع کر کے کہا مجھے اچھی طرح

سے معلوم ہوگیا ہے کہ تم میں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا قاصد آیا اور ان کا خط لایا ہے۔ چنانچہ میں نے اس کو پکڑا اور اس سے اقرار کرایا تم میری سفا کی اور بیباکی اچھی طرح جانتے ہو۔ دیکھو اب میں کوفہ جا کر حضرت مسلم رضی اللہ عنہ اور ان کے تابعین کو کس طرح تہ تیغ کرتا ہوں اب تم ہوشیار رہو اور آگاہ ہو جاؤ یہ کہہ کر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاصد سلیمان کو اسی مجمع میں بلا کر آرہ سے دو پارہ کر ڈالا اور کہا جن لوگوں کے پاس حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا خط آیا ہے انہیں بھی اسی طرح قتل کروں گا۔

الغرض عبید اللہ بن زیاد بصرہ سے کوفہ پہنچا اور لوگوں کو بہت ڈرایا دھمکایا یہاں تک کہ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کی جماعت کو بالکل پریشان اور تتر بتر کر دیا۔

ابن زیاد کا مکاری سے کوفہ آنا

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ عبید اللہ ابن زیاد بے حد سپاہ لے کر کوفہ روانہ ہوا جب مقام قادسیہ میں پہنچا تو لشکر سے علیحدہ ہو کر حاجیوں کی صورت بنا کر ایک بڑا سا عمامہ سر پر رکھ کر اونٹ پر سوار ہو کر مغرب وعشاء کے درمیان اس رستہ سے جہاں سے حاجی آتے ہیں آیا۔

نیز طبری اور دیگر کتب میں جن سے یہ بیان گیا ہے مذکور ہے کہ ابن زیاد صرف دس سواروں کے ساتھ آیا چونکہ اہل کوفہ برابر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی تشریف آوری کے منتظر تھے اور مردود اس راہ سے آیا جہاں سے قافلہ حجاز آتا ہے اس وجہ سے اسے دیکھ کر سب کو یقین ہوگیا کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائے ہیں دیکھتے ہی سلام اور مرحبا کے نعرے مارنے لگے اور "قدمت خیر قدوم" کا دم بھرنے لگے اور خوشی خوشی "یا ابن رسول

اللہ قدمت خیر قدوم " کہتے اور دف بجاتے ہوئے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے خیال میں اس مردود کے آگے آگے قدم اٹھائے چلے جاتے تھے اور ہر ایک اپنے گھر میں اتارنے کی استدعا کرتا تھا مگر یہ ملعون خاموشی سے چلا جا رہا تھا اور کسی کا جواب نہ دیتا تھا ہاں یہ بات بخوبی سمجھ گیا کہ انہوں نے حضرت سیّدنا امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ مجھے سمجھا ہے اور انکے دلوں میں امام کی بڑی محبت جمی ہوئی ہے۔ غرضکہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ کوفہ کے دارالامارت میں گیا۔

دارالامارت میں داخل اور اہل کوفہ کو ڈرانا دھمکانا

ترجمہ متعارف طبری میں مذکور ہے کہ جب عبید اللہ بن زیاد، دارالامارۃ میں پہنچا تو نعمان بن بشیر نے دارالامارت کا دروازہ بند کرلیا اور ہجوم خلائق کی وجہ سے کوٹھے پر چڑھ گیا اور گھبرا کر بآواز بلند کہا اے ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ یہاں سے کسی اور جگہ تشریف لے جائیں آپ کے لیے یہاں ہرگز مناسب نہیں پھر عبید اللہ بن زیاد کے لوگوں نے نعمان کو بہت سی گالیاں دیں اور سختی کے الفاظوں سے یاد کیا اور چاہا کہ زبردستی دروازہ توڑ کر اندر چلے جائیں نعمان نے کہا میں کبھی دروازہ نہ کھولوں گا میں اس امر کو ہرگز جائز نہ رکھوں گا کہ سیدنا حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما میرے کوٹھے پر قتل کیے جائیں اس وقت عبید اللہ بن زیاد ملعون سے ضبط نہ ہوسکا سر سے عمامہ اتار کر پھینک دیا اور غصہ سے کہا اے نعمان تجھ پر خدا کی لعنت ہو جلدی دروازہ کھولو پھر تو جو لوگ اس کے ہمراہ تھے اور اسے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ خیال کیے ہوئے تھے ان کے رنگ فق ہوگئے چھکے چھوٹ گئے بالکل پسپا ہوگئے اور نعمان نے دروازہ کھول دیا۔ پس عبید اللہ دارالامارۃ میں داخل ہوا اور صبح ہوتے ہی اس نے تمام لوگوں کو مسجد میں جمع کرکے اوّل اپنی سرداری کا فرمان ریاست کا حکمنامہ پڑھ کر سنایا یا

پھر تمام حاضرین کو یزید کی مخالفت اور حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی موافقت پر بیحد تحذیر اور لاانتہا تخویف دلائی اور باوجود قلت سپاہ ایک ہی دن میں تمام لوگوں کو پریشان کر دیا۔

فائدہ

بعض روایات میں ہے کہ جب ابن زیاد قصر امارت میں داخل ہوا تو رات وہیں بسر کی اور سوچتا رہا کہ صبح کو کون سی چال چلوں جس سے کوفیوں پر فتح ہو اور کوئی حیلہ کروں جس سے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو قتل کر ڈالوں۔ غرضیکہ صبح ہوتے ہی سب لوگوں کو جمع کیا فصال وجال وقال وحال اور ایک بڑی جماعت اہل کوفہ کو عبرت کے لیے قتل کر دیا۔ واللہ اعلم

(محمد عبدالاحد قادری)

حضرت مسلم رضی اللہ عنہ اور حضرت ہانی رضی اللہ عنہما کی شہادت

روایت ہے کہ جب حضرت مسلم رضی اللہ عنہ نے کوفے کی مسجد میں نماز مغرب کی نیت باندھی تو اس وقت تک آپ کے ہمراہ پانچ سو آدمی تھے مگر سلام پھیرنا تھا اور اپنے آپ کو بیشک تن تنہا دشمن کے ہاتھ میں دیکھنا اس وقت نہ کوئی مونس نہ غمگسار کوفیوں کی بے وفائی سے جگر خستہ اور دلفگار جس طرف جاتے راہ نہ پاتے اور جدھر دیکھتے قضا کو سامنے پاتے آخر الامر آپ نے حضرت ہانی بن عروہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں پناہ لی۔ یہاں عبیداللہ بن زیاد کو خبر پہنچی اُس بد بخت نے حضرت ہانی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کی خبر پوچھی ہانی نے کہا بیشک آج کی رات حضرت مسلم رضی اللہ عنہ میرے گھر میں پناہ گزیں ہیں۔

ترجمہ طبری میں یوں ہے کہ عبیداللہ ملعون نے حضرت ہانی بن عروہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر پوچھا کہ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ تیرے گھر میں چھپے ہوئے

ہیں۔ حضرت ہانی رضی اللہ عنہ نے انکار کیا عبیداللہ نے کہا تو قسم کھا۔ حضرت ہانی رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی عبیداللہ نے ہانی کو حوالات میں بند کر دیا اور کئی لوگوں کو ہانی کے گھر بھیجا انہوں نے حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کو پکڑ لیا اور گرفتار کر کے عبیداللہ کے پاس لائے عبیداللہ نے حضرت مسلم رضی اللہ عنہ اور ہانی دونوں کو حوالات میں رکھا اور مخلوق کثیر پچاس ہزار لوگوں سے زیادہ جمع ہو گئے۔ پس عبیداللہ نے اپنے کارندوں کو حکم دیا کہ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ اور حضرت ہانی رضی اللہ عنہ کی گردن مار کر کوٹھے سے نیچے پھینک دیں۔ (رضی اللہ عنہم)

تاریخ ابی حاتم وغیرہ میں حضرت ہانی رضی اللہ عنہ کا حضرت مسلم رضی اللہ عنہ سے پہلے قتل کیا جانا مذکور ہے اور اس کا تتمہ یوں ہے کہ جب عبیداللہ بن زیاد بے رحم نے حضرت ہانی بن عروہ کو لوگوں کی عبرت کے لیے قتل کر ڈالا اور جب حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کو اس کے قتل کی خبر پہنچی تو آپ تیس ہزار آدمیوں سمیت عبیداللہ بن زیاد کے قتال و جدال کے لیے چل پڑے مگر جب ابن زیاد نے لوگوں کا ہجوم اور لشکر کی کثرت دیکھی تو خلاف اندیشہ میں دھنس گیا اور کہا کوئی ایسی مصلحت آمیز تدبیر کرنی چاہیے کہ باوجود قلت سپاہ محفوظ و مامون رہیں۔ پس بجز قلعہ میں بند ہونے کے اور کوئی بھی تدبیر نہ سوجھی اور ادھر جب حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ ابن زیاد کے قلعہ تک پہنچے تو آپ کے سب ہمراہی بھاگ نکلے صرف تین سو لوگوں کے قریب ساتھ رہے۔ آپ یہ دیکھ کر بہت پریشان ہوئے اور دائیں بائیں حیرت کی نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ کہ آپ کے شیعان بھاگے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ دس بارہ آدمیوں سے زیادہ آپ کے پاس کوئی نہ رہا تب تو آپ پریشان ہو کر چلا اٹھے اور فرمایا اے لوگو! تم نے متواتر ڈیڑھ سو خط بھیج کر ہم کو بلایا اور اب دشمنوں کے ہاتھ میں چھوڑ کر چلتے بنے ابھی دو ہی قدم پیچھے

ہٹے ہوں گے کہ وہ بارہ آدمی بھی چلے گئے یہاں ابن زیاد قلعہ کی کھڑکی سے بیٹھا ہوا یہ تماشا دیکھ رہا تھا اتنے میں رات کی تاریکی نے آسمان کے کناروں اور اربعہ جہات کے اطراف کو گھیر لیا۔

حضرت مسلم رضی اللہ عنہ ایک بوڑھی عورت کے مہمان اور اس کے بیٹے کی بغاوت

اس وقت حضرت مسلم رضی اللہ عنہ تنہا عبید اللہ بن زیاد کے گھر کے دروازہ پھر کھڑے ہوئے تھے کہ ایک بوڑھی عورت طوعہ نامی کا دروازہ آپ کو نظر آیا اس کے پاس تشریف لے گئے اور پانی مانگا اس نے پانی پلایا اور آپ کا حسب ونسب دریافت کیا۔ فرمایا میں ایک شخص گرفتار غم زدہ غریب الوطن اجڑے ہوئے خاندان نبوت کا ایک بجھتا ہوا چراغ ہوں حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نام حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا چچازاد بھائی اگر تو اس رات مجھے اپنے گھر جگہ دے گی اللہ تعالیٰ اُس کے عوض تجھے بہشت عطا فرمائے گا اُس عورت فرخندہ خصال نے آپ کی بہت تعظیم کی۔ اور اپنے گھر میں لے جا کر کھانا پانی کھلا کر حفاظت سے ایک علیحدہ مکان میں رکھا شام کو اس کا بیٹا تیرہ دل گھر میں آیا۔ اور اپنی ماں کو ایک عظیم الشان مہمان کی خدمت میں مصروف پا کر پوچھا تیری ایسی خوشی کا کیا باعث اور سرور کی کیا وجہ ہے اُس نے جواب دیا اے بیٹا اگر خوشی سے کلاہ افتخار کا گوشہ آسمان پر پہنچاؤں اور مسرت سے پھولی نہ سماؤں تو سزاوار اور لائق ہے آج حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے میرے خانہ بے فروغ کو رشک بستان افروز بنا دیا ہے۔ دیکھ بیٹا میں نے اپنی سعادت آخرت جان کر انہیں چھپا رکھا ہے۔

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا مقابلہ

ابن زیاد بدنہاد کی فوج ان کی متلاشی ہے کہیں کسی سے ان کا حال مت کہنا۔ وہ سنگدل سن کر رات کو تو سو رہا اور صبح ہوتے ہی ابن زیاد کے پاس جا کر

حضرت مسلم کا احوال ظاہر کر دیا۔ اس ملعون نے فوراً محمد بن اشعث کو آٹھ لوگوں سمیت حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے گرفتار کرنے کو بھیجا۔ محمد بن اشعث نے آتے ہی طوعہ کے گھر کا محاصرہ کر لیا جب حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی تو آپ مصلے سے اٹھے اور سلاح جنگ نازک بدن پر آراستہ کر کے میان سے تلوار لی اور رگ ہاشمی ایسی جوش میں آئی کہ شیر غراں اور فیل ژہان کی طرح گھر سے باہر نکل کر اس گروہ وخیمت پر وہ اور اس جماعت رہ باہ خصلت پر حملہ کیا اور ایک ہی حملہ میں اکثر لوگوں کو جہنم واصل کر دیا جس طرف تلوار پکڑ کر حملہ کرتے تھے برابر دس پانچ شقیوں کو اپنی تیغ بیدریغ کا علف کرتے تھے اور آپ پر کسی کو حملہ کرنے کی مجال نہ تھی البتہ وہ بے دین دور ہی سے تیر چلاتے اور درو بام پر سے پتھر مارتے تھے آخر کار محمد بن اشعث اور اس کے ہمراہیوں نے آپ سے صلح کر لی اور امن دے کر باہم اتفاق کر کے کہنے لگے بہر خدا آپ تلوار کو میان میں رکھیں اور ہمارے ساتھ دارالامارۃ تک قدم رنجہ فرمائیں غرضیکہ اس مکر وحیلہ سے آپ کو گھر سے باہر لائے اور ابن زیاد کے پاس لے گئے حضرت مسلم رضی اللہ عنہ تہلیل وتکبیر میں مشغول ہوئے اور

اللھم احکم بیننا وبین قومنا دعونا وکذبونا حسہ دفعنا الی مادفعنا ثم غربونا۔

ترجمہ: ''اے اللہ ہم میں اور ہماری قوم میں انصاف کے ساتھ حکم کر پہلے تو ہمیں خود ہی بلایا پھر خود ہی تکذیب کے درپے ہوئے ہم ہر چند کہ طرح طرح سے واضح کرتے رہے مگر یہ لوگ انکار کرتے رہے''۔

پڑھتے ہوئے اندر تشریف لے گئے۔ پس حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ

کی ایک دیوار کے کنارہ پر گردن ماری اور آپ کی لاش لوگوں کے روبرو ڈال دی اور اسی وقت ہانی کو بھی شہید کیا۔ پھر حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ اور حضرت ہانی بن عرہ کا سرہانی بن وجیہ اور زبیر بن ارواح تمیمی کے ہاتھ یزید کے پاس بھیجا اس ملعون نے حضرت مسلم رضی اللہ عنہ اور حضرت ہانی رضی اللہ عنہ کا سر باغیوں کے سر کے مانند کوچہ بازار میں پھرایا جس سے نابکار کوفیوں کے دل میں یوں بھی آیا ہے کہ اثناء ہیبت و وقار بیٹھ گیا۔

کون سنائے گا داستان شہادت (از مترجم)

محلف از تذکرہ وغیرہ بعض روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ اثناء قتال ہی میں کسی ملعون نے حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کی نورانی پیشانی پر ایک پتھر ایسا تاک کر مارا کہ تمام کپڑے خون میں تر بتر ہو گئے اسوقت آپ روبقبلہ ہو کر فرمانے لگے کہ اے حسین بن علی رضی اللہ عنہ تمہیں کچھ مسلم خستہ جگر اور اپنے قاصد دل سوختہ کی بھی خبر ہے آپ کو کیا معلوم ہے کہ مجھ پر کیا گزری۔ افسوس میرا تو یہاں یہ حال ہے کہ مگر سب سے بڑا آپ کا خیال ہے۔ کاش میرے پاس اس وقت کوئی ایسا قاصد ہوتا جو آپ کو یہاں آنے سے روکتا حیف جناب کو میرا حال زار کون سنائے گا اور میری خبر شہادت آپ تک کون پہنچائے گا۔ غرض کہ پھر تو گروہ اشقیا اور جماعت ناحق آشنا نے حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کو زخموں سے چور چور کر ڈالا حتیٰ کہ آپ کو حملہ کی طاقت نہ رہی پھر آپ دیوار سے تکیہ لگا کر روبقبلہ ہو بیٹھے کہ اتنے میں ایک شقی بدذات نے آپ کے نورانی چہرے پر ایسا ہاتھ مارا کہ لب مبارک کٹ کو گر پڑا مگر حضرت مسلم رضی اللہ عنہ نے سنبھل کر اس حالت میں اپنی تیغ جہاں سوز سے اسے داصل جہنم کیا پھر تو عقیل کے چاند پر ظلم کی گھنگور گھٹا امنڈ آئی اور ستم کی آندھی چاروں طرف سے آ گئی ہر جانب سے نیزہ و شمشیر کا مینہ برسنے لگا۔ جب حضرت مسلم رضی اللہ عنہ نیم جان ہو گئے اور دم واپسی باقی رہا تب اشقیا نے آپ کو

اٹھا کر ابن زیاد بدنہاد کے پاس پہنچایا اس بدبخت نے (۳) ذی الحجہ کو آپ کا سر معہ اعانی کے سر کے یزید پلید کے پاس شہر دمشق میں بھیج دیا۔

(محمد عبدالاحد قادری)

انا للہ و انا الیہ راجعون ط

اب اس غریب الوطن مسافر راہ عدم کے تن بے سر کی تجہیز و تکفین کون کرے اور آپ کی خبر شہادت حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ تک کون پہنچائے اور شہر کوفہ میں آپ کے غم میں کون آنسو بہائے گا۔

حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے بچوں کی تلاش

الغرض جب حضرت مسلم رضی اللہ عنہ شہادت پا چکے تو ابن زیاد بدنہاد نے ہر گلی کوچہ میں ڈھنڈورا پٹوایا کہ میں نے سنا ہے حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے دو صغیر سن بچے اسی شہر میں روپوش ہیں جو شخص ان دونوں کے سر کاٹ کر دارالامارۃ میں پیش کرے گا مورد انعام اور محل احسان ٹھہرے گا بخلاف اس کے جس کے گھر میں وہ مخفی ہوں گے اس کا گھر لوٹ لیا جائے گا وہ عزیز جان سے مارا جائے گا اس منادی کو سن کر بہت سے اوباش کوچہ گردن اٹھائی کیرے درو بام تکنے لگے اور چیونٹیوں کی طرح زمین میں نقب لگانے لگے یہ دونوں صاحبزادے قاضی شریح کے گھر میں جو اہل بیت سے دلی محبت کرنے والا تھا کے گھر محفوظ تھے۔ قاضی نے اس منادی کو سنکر دونوں صاحبزادوں کو اپنے پاس بلایا اور آنکھوں میں آنسو بھر لایا محمد اور ابراہیم قاضی کو روتے دیکھ چلا اٹھے اور نہایت غمگین ہو کر رونے کا سبب پوچھنے لگے اُس نے حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کی شہادت اور ان کا سر دمشق میں روانہ کرنے کی ساری کیفیت بیان کی اتنا کہنا تھا اور ان یتیموں مہجور الوطنوں بے کسوں کا بغلگیر ہو کر زار زار رونا پھر قاضی نے منادی کا حال اور ان کی تلاش میں

گروہ بدمآل کا تفحص کرنا سنایا اور کہا اے یتیم بچوں غریب الوطن کے فرزندو مصلحت امراس میں ہے کہ آج تمہیں مدینہ کے قافلہ کے ساتھ روانہ کردوں۔

صاحبزادگان کی مدینہ روانگی

چنانچہ جب شام ہوئی تو قاضی نے اپنے لڑکے کو ان دونوں صاحبزادوں کے ہمراہ کر کے کہا کہ بیٹا دروازہ عراقین سے ایک قافلہ مدینہ طیبہ کو جا رہا ہے وہاں جا کر کسی صالح مرد اور نیک بخت شخص کے ان دونوں صاحبزادوں کو سپرد کر دینا اور ہوشیاری کے ساتھ قافلہ میں روانہ کر دینا۔ قاضی کا بڑا لڑکا اسد نام دونوں کو ہمراہ لے کر مقام پر آیا مگر تقدیر کی خوبی سے قافلہ کوچ کر چکا تھا اس کا گردوغبار سامنے سے اڑتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ اسد نے کہا صاحبزادوں دیکھو وہ سامنے قافلہ جا رہا ہے جلدی دوڑو اور اس میں جا ملو یہ تو بتلا کر ادھر آیا ادھر قضاوقدر نے اور ہی ڈھنگ دکھایا یعنی چونکہ رات کا وقت تھا اور غم کی گھنگور گھٹا اور رنج کی کالی بدلی چاروں طرف جھوم جھوم کر آ رہی تھی دونوں یتیم بچے راہ بھول گئے اتفاقاً ابن زیاد بداعتقاد کے پیادے دونوں شہزادوں کو پکڑ کر کوتوال شہر کے پاس لائے اس نے اسی وقت حوالات میں بھیج دیا اور بے رحم نے بیحد بیبا کی اور نہایت سفا کی وجہ سے یتیموں کی مظلومی اور بے کسی پر اصلاً رحم نہ کیا۔

محب اہل بیت داروغہ

قید خانہ کا داروغہ ایک مسلمان پرہیزگار مشکور نامی محب اہلبیت اطہار تھا اس نے ان دونوں آفت رسیدہ مظلوموں کو گلے سے لگایا اور دلاسا تسلی دے کر اپنے پاس بٹھایا جب رات ہوئی تو اپنے ہمراہ دونوں شہزادوں کو لے کر مقام قادسیہ میں آیا اور اپنی انگوٹھی بطور نشانی دے کر کہا کہ قادسیہ میں پہنچ کر میرے

بھائی کو تلاش کرنا وہ تمہیں مدینہ طیبہ بلا خوف وخطر پہنچا دے گا یہ دونوں بیچارے مصیبت کے مارے قضا سر پر سوار خود پیادے مشکور سے رخصت ہو کر چل نکلے مگر قضا وقدر کے دائرہ سے کسی کا پاؤں کبھی باہر نکلا ہے۔ دونوں راہ پیمائے ملک عدم رات بھر چلے مگر صبح کو جہان سے چلے تھے پھر وہیں اپنے آپ کو دیکھا تو خوف کے مارے ایک کھوکھلے درخت کی کھوہ میں جا چھپے اور حضرت زکریا علیہ السلام کی طرح رضا وتسلیم کے عرصہ میں قدم جمائے رہے۔

چشمہ کے کنارے پر

اس درخت کے قریب ایک پانی کا چشمہ بھی بہتا تھا۔ جب روز روشن ہوا تو ایک لونڈی آفتابہ لے کر چشمہ پر آئی شاید ان دونوں نونہالان باغ کا اس چشمہ میں عکس پڑتا ہوگا دیکھ کر حیران رہ گئی اور ادھر ادھر ہر جستجو کے بعد اس درخت کے پاس آ کر کیا دیکھتی ہے کہ دو صاحبزادے جن کی نورانی پیشانی سے سعادت کا آفتاب درخشاں اور ناصیہ سیم سیما سے نیک بختی کے آثار تاباں ہیں درخت کی کھوہ میں چھپے بیٹھے ہیں ان سے پوچھا اے صاحبزادوں تم کون ہو اور کس اُجڑے ہوئے باغ کے پھول ہو ان دونوں یتیموں نے ہمدردی کی آواز سن کر اپنا سارا حال بیان کیا۔

محبۂ اہل بیت

لونڈی حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کا نام سن کر مضطربانہ اپنی بی بی کے پاس آئی اور سارا قصہ بیان کیا بی بی تو اہلبیت کے نام پر جان و مال پہلے ہی سے قربان کر چکی تھی۔ بولی جلد جا اور ان دونوں یتیموں کو فوراً لے آ۔ لونڈی آئی اور بہت سا دلاسا اور دلجوئی کر کے اپنے ہمراہ لے گئی۔ اُس بی بی فرخندہ خصال نے اس خوشی میں لونڈی کو تو آزاد کیا اور آپ خوشی خوشی ان کی خدمت گزاری میں مصر

وف ہوئی اور مہربان ماں کی طرح کہتی تھی اے بیکساں مظلوم اے فرزندان معصوم تم گھبراؤ نہیں میں تمہارے لیے جان دینے سے بھی دریغ نہ کروں گی۔
غرضکہ اپنے ہاتھ سے کھانا کھلا کر ایک علیحدہ مکان میں آرام سے سلا دیا رات کو اس عورت کا شوہر جو حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے فرزندوں کا متلاشی تھا گھر میں آیا اور بغیر کھانا کھائے سر شام ہی سے سو رہا۔

صاجبزادوں کا خواب اور شہادت

جب آدھی رات گزری تو ان دونوں صاجبزادوں میں سے بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی کو جگا کر کہا اے برادر اب سونے کا وقت نہیں رہا۔ میں نے ابھی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے کہ حضور روضہ جنان میں جناب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے ساتھ گلگشت کر رہے ہیں اور بہشت کی خوبصورت وادیوں اور جدولوں پر ٹہل رہے ہیں ہمارے والد اور ہم بھی وہاں موجود ہیں مگر جس وقت جناب کی نظر ہم دونوں پر پڑی تو آپ نے فرمایا اے مسلم تم چلے آئے اور ان دونوں بچوں کو تنہا ظالموں میں چھوڑ آئے۔ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ بھی میرے پیچھے پیچھے حاضر ہونے والے ہیں۔ سوائے بھائی یہ خواب یقین دلاتا ہے کہ ہم دونوں بھی والد مکرم کی طرح شہادت پائیں گے اور جنت کو سدھار جائیں گے یہ کہہ کر دونوں باہم بغل گیر ہو کر ایسے چلا کر روئے کہ ان کی دردناک آواز سے اس حارث کمبخت کی آنکھ کھل گئی۔ عورت سے پوچھا آج گھر میں کون ہے وہ نیک بخت اس کمبخت کے جاگنے سے ڈر گئی اور کچھ جواب نہ دیا تب اس تیرہ دل نے خود اٹھ کر چراغ جلایا اور جہاں یہ دونوں یتیم بچے رو رہے تھے آیا دیکھا کہ دونوں صاجبزادے دست و بغل ہو کر رو رہے ہیں پوچھا تم کون ہو؟ چونکہ وہ

بیچارے آفت کے مارے اس گھر کو پناہ کی جگہ سمجھے ہوئے تھے بیساختہ بول اٹھے کہ ہم فرزندان مظلوم حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ ہیں باپ کی جدائی میں بکثرت مغموم ہیں اس بے رحم نے صاحبزاوں کے عنبرین گیسو جن کی خوشبو سے خطا وختن معطر تھی پکڑے اور قسم قسم کی ایذا رسانی کے ساتھ گھر سے باہر لایا اور فرات کے کنارہ پر دونوں مظلوموں کو ذبح کر ڈالا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔

حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے فرزندوں کی شہادت ذی الحجہ ۶۰ھ ہجری میں واقع ہوئی اور یہ ہی تاریخ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے خروج کی ہے۔

☆=☆=☆=☆

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا عراق کی طرف کوچ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا منع کرنا

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر جب اہل کوفہ بیعت کر چکے اور حضرت مسلم رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی طلبی کا خط لکھا تو ساقی کوثر اور سردار جنت یعنی حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے سفر کا ارادہ ٹھانا مگر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس سفر سے مانع ہوئے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے فرمایا اے نور دیدۂ بتول اور اے لخت جگر رسول آپ عراق کی جانب تشریف نہ لے جائیں اہل کوفہ سے ملاقات کا ارادہ نہ کریں یہاں سے خروج نہ کریں دیکھئے اللہ تعالیٰ نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو دین و دنیا کا مختار بنایا تھا مگر آپ نے دنیا پر تھوکا اُسے قبول نہ کیا آپ بھی چونکہ جگر پارۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس پیرزال دنیا پر لات مارئیے اور ہرگز التفات نہ کیجئے۔ نیز اہل کوفہ کی کج ادائی اور بے وفائی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانہ سے اس وقت تک شہرۂ آفاق ہے کوئی مخفی بات نہیں۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے نہ مانا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو گلے سے لگایا اور رو کر رخصت کیا اسی طرح حضرت جابر اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور ابوواقد لیثی رضی اللہ عنہم نے بھی اس بات میں آپ سے گفتگو کی۔ اور اس سفر سے منع کیا مگر امام نے کسی کی نہ مانی اور سفر کی تیاری کر دی۔

ابوعمرو بن حارث مخزومی کا مشورہ

ابوعمرو بن حارث نے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ

میں ایک ضروری کام کی غرض سے آیا ہوں اور خیر خواہی کے طور پر ایک گزارش کرتا ہوں اگر آپ مجھے اپنا ناصح و خیر خواہ سمجھیں تو جو حق مجھ پر واجب ہے اسے ادا کروں اور اگر آپ کو میری خیر خواہی پر اعتماد نہیں تو پھر جو امر پیش کرنا چاہتا ہوں اس سے باز رہوں۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہو۔ اس نے کہا مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ عراق جانے کا ارادہ رکھتے ہیں مجھے ڈر لگتا ہے آپ ایسے شہر میں نہ جائیں جہاں یزید لعین کے عمال اور امراء میں ان کے پاس بیت الاحوال میں آج کل درہم و دینار کے پجاری ہیں مجھے سب سے زیادہ اس بات کا خوف ہے کہ جن لوگوں نے آپ سے مدد کا وعدہ کیا وہ کہیں آپ کے ساتھ مقابلہ نہ کریں اور جن کو آپ دوست سمجھتے ہیں وہ آپ کے دشمن نہ بن جائیں۔

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے آپ نے اچھی نصیحت کی ہے۔ (لیکن آپ نے تو مصمم ارادہ کرلیا تھا اور ناصح کو دعائے خیر دی ہے)۔ اس قسم کے اور واقعات بھی کتب تاریخ میں منقول ہیں مگر بخوف طوالت ترک کر رہے ہیں۔ (از محمد عبدالاحد قادری)

ہر ایک کا منع کرنا

طبری میں مذکور ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ جب مکہ سے باہر نکلے تو جو شخص آپ کو دیکھتا تھا منع کرتا تھا اور کہتا تھا اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا کوفہ جانا مناسب نہیں آپ کوفیوں پر ہرگز اعتماد نہ کیجئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا کہ آپ حرم مکہ سے کہ خانہ خدا ہے نہ نکلیں اور نہایت الحاح سے یہ بھی عرض کیا کہ اے جگر پارۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ اہل کوفہ کی ظاہری بیعت پر دھیان نہ دیں دیکھئے وہ لوگ آپ کے والد اور برادر کے ساتھ کس طرح پیش آئے اور اگر آپ جاتے ہی ہیں تو اپنی بیبیوں بچوں کو یہیں چھوڑ

جائیں کیونکہ انجام کار نہیں معلوم کیا ہوتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ اگر کوفی آپ کے دوست ہوتے تو وہ ضرور یزید کے عامل کو کوفہ سے نکال دیتے مجھے ان کی کج ادائی اور بے وفائی خوف دلا رہی ہے کہ خدانخواستہ وہ غدار آپ کو گرفتار کر کے یزید کے پاس بھیج دیں یا وہیں قتل کر ڈالیں اور آپ کے بال بچے آپ کا یہ حال دیکھیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس قسم کی بہت سی نصیحتیں پیش کیں مگر امام نے ایک نہ سنی اور جب کوفہ میں جانے کا مصمم ارادہ اور جازم عزم کر چکے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے چلتے وقت صاف طور پر یہ بھی کہہ دیا تھا کہ اے ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخدا میرا غالب گمان ہے کہ جس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے زن و فرزند احباب و اقارب کے سامنے شہید ہوئے تھے تم بھی کہیں اس سفر میں شہید نہ ہو جاؤ مگر حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے نہ مانا آخر کار حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے رو کر فرمایا میں جانتا ہوں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے تمہیں اس بات پر آمادہ کیا ہے یہ کہہ کر حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے حق میں کچھ کہا اور اس کے بعد سے جہاں کہیں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو دیکھتے تو فرمایا کرتے اے ابن زبیر اب تو تیری منہ مانگی مراد آئی۔ تو ایک مدت سے یہ بات چاہتا تھا۔ سارا ملک تیرے لئے ہو۔

تاریخ طبری میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ان دنوں مکہ کے امیر تھے اور اپنی امارت پر لوگوں سے آشکارا اور کھلم کھلا بیعت لیتے تھے بنا بریں دل سے خواستگار تھے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کہیں اور چلے جائیں تو یہ حکومت بلا شرکت غیرے میرے ہی قبضہ میں آ جائے۔

گو بعض مؤرخین نے اس روایت کو شد و مد سے بیان کیا ہے مگر مترجم

کے نزدیک یہ روایت ضعیف ہے۔

حرمت کعبہ کا خیال

اور یہ بات تواتر سے ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے دلی دوست اور مخلص محب تھے چنانچہ انھوں نے بھی اس سفر کی تصمیم سے منع کیا تھا جس کے جواب میں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ میں نے اپنے والد ماجد حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بارہا یہ حدیث سنی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مکہ میں ایک مینڈھا ہوگا جس کی وجہ سے کعبہ کی حرمت حلال ہو جائے گی (حدیث کے معنی یہ ہیں کہ خانہ خدا میں مینڈھے کی طرح ایک شخص کا خون ہوگا۔ پس مکہ میں قتل وخونریزی حرام ہے اس شخص کی وجہ سے حلال ہوجائے گی) مبادا وہ مینڈھا میں ہی ہوں اور میرے ہی باعث کعبہ کی بے حرمتی ہو۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ (از مترجم)

ایک صحیح روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں آئے اور کچھ دیر گفتگو کرتے رہے پھر عرض اے نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنے ارادہ اور دلی خواہش کے بارے میں اطلاع کریں کہ میں نے سنا ہے کہ آپ عراق جانے کا اردہ رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں میرا یہی ارادہ ہے کہ عراق کی سیر کروں۔ کیونکہ میرے محب اور قوم کے اشراف لوگوں کی ایک بڑی جماعت نے مجھے خطوط لکھے ہیں اور اس بات پر آمادہ کیا ہے کہ وہاں جاؤں اور وہ لوگ اپنے جان و مال سے میرے دشمنوں پر میری مدد کریں میں بھی ان کے پاس جانے کا وعدہ کر چکا ہوں اور اب اللہ تعالیٰ سے اس بارے میں دعا کرتا ہوں۔

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ اگر آپ کے رفیق جیسے میرے رفیق ہوتے تو ان سے کبھی عدول نہ کرتا۔ مگر حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ یہ کہہ کر ڈرے بھی کہ کہیں یہ لوگ مجھے متہم نہ کریں تب یہ عرض کیا آپ اگر یہ مناسب جانے تو حجاز مقدس میں رہیں اور ہمارے امیر بنیں ہم آپ کے ساتھ آپ کی خیر خواہی اور نصرت پر ہم بیعت کرتے ہیں مگر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا۔

اہل مکہ کا عراق جانے پر رونا

الغرض تمام ساکنین مکہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے جانے سے بے حد روتے اور سر پر خاک ڈالتے تھے۔

ترجمہ صواعق میں منقول ہے کہ جب حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے عراق جانے کی خبر آپ کے بھائی حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کو ہوئی جو مدینہ میں مقیم تھے تو وہ اس قدر روئے کہ جو طشت وضو کے لئے رکھا رہا کرتا تھا آنسوؤں سے بھر گیا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں

ترجمہ مختصر طبری میں ہے کہ جب امام ہمام نے کوچ کا عزم بالجزم کر لیا تو ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا کوچ کا ارادہ ظاہر کیا اور فرمایا کہ میں اپنے آپ کو مسلمانوں کے شہر میں ڈالنا چاہتا ہوں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سنتے ہی رو پڑیں اور فرمانے لگیں اے فرزند رسول تمہاری شہادت کا زمانہ نزدیک آ پہنچا ہے کیونکہ مجھے ایک دن کا ذکر یاد ہے کہ تم رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی کنارہ عاطفت میں بیٹھے ہوئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ کو لیے ہوئے نہایت مسرت کے ساتھ تشریف رکھتے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام

تشریف لائے اور فرمانے لگے یا رسول اللہ ﷺ حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے جسے آپ گود لیے ہوئے تشریف رکھتے ہیں۔ آپ کی امت اس کو اُس بکرے کی طرح جسے قصاب ذبح کرتے ہیں قتل کریگی۔ رسول اللہ ﷺ یہ سن کر بہت ہی مغموم ہوئے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دشت کربلا کی خاک رسول اللہ ﷺ کو دے کر کہا کہ اس خاک کا سرخ ہونا حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا وقت ہے چنانچہ وہ خاک رسول اللہ ﷺ نے مجھے دی اور فرمایا اسے ایک بوتل میں نہایت حفاظت سے رکھوائے حسین میں نے اس خاک کو حفاظت سے رکھ چھوڑا ہے اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تم قریب الشہادت ہو کیونکہ وہ خاک سرخ اور خون ہوتی ہوئی نظر آرہی ہے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی گفتگو سن کر دل پر درد سے ٹھنڈا سانس بھر کر فرمایا:

رضینا برضاء اللہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا گریہ

''الصواعق المحرقہ'' میں بھی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ممانعت جو ترجمہ طبری میں بعینہ بیان ہوئی ہے مذکور ہے اور یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے گریہ کر کے کہا کہ "افوض اللّٰہ" اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی روئے اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے مبارک منہ کو بوسہ دیا اور عرض کیا جایئے خدا کو سونپا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا نہ جانے کا دوبارہ مشورہ

''تھذیب التھذیب'' کی ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ مدینہ سے مکہ میں آئے ہی تھے جو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے کوفہ جانے کی خبر دریافت کی کو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ مکہ سے دو منزل

تھے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے وہیں پہنچ کر امام حسین رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور آگے جانے سے منع کیا لیکن حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے نہ مانا اور کوفہ کی جانب تشریف فرما ہوئے۔

''تھذیب التھذیب'' میں بھی ان بزرگان مذکورین کی ممانعت منقول ہے جیسا کہ مفصلاً بیان ہو چکا ہے پھر اس کے بعد صاحب تہذیب کہتے ہیں کہ جب حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے افسوس کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے ہمارا کہنا نہ مانا اور بزور خروج کیا وہ خود کوفیوں کی فریب دہی اور حیلہ سازی کے دام میں گرفتار ہوئے حالانکہ ان کے حسن سلوک کو اپنے والد اور برادر کے ساتھ دیکھ چکے تھے آپ اس کو مکہ سے حرکت ہی مناسب نہ تھی اور مسلمانوں کی جماعت میں ہی رہنا ضروری تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا دوبارہ منع کرنا

''تھذیب التھذیب'' کی ایک روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کوچ کے وقت حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے حسین کہاں جا رہے ہو میں آپ کے اس سفر سے سخت ناراض ہوں آپ ایسے لوگوں میں جا رہے ہیں جنہوں نے آپ کے والد کو شہید کر ڈالا۔ آپ کے بھائی کو زخمی کیا آپ خدا کی قسم یہاں رہو یہاں سے ہرگز ہرگز کہیں کا ارادہ نہ کرو۔

مسورہ بن مخرمہ کا عراق نہ آنے کا خط

صاحب تہذیب یوں فرماتے ہیں کہ مسورہ بن مخرمہ نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بایں مضمون خط لکھا کہ آپ بھول کر بھی کوفہ اور عراق میں تشریف نہ لے جائیں اور اہل کوفہ کی فریب دہی میں ہرگز نہ آئیں علی

ہذا القیاس ۔ بہت سے قدیمی خیر خواہوں اور دلی دوستوں نے اس قسم کے بکثرت خطوط لکھے۔

مکہ کی حرمت کا خیال

''تہذیب التہذیب'' میں یہ بھی آیا ہے کہ جب ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو عراق جانے سے منع کیا تو آپ نے فرمایا اے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ تم بوڑھے ہوگئے ہو اور عقل سے بعید رائے دیتے ہو میرا دوسری جگہ قتل ہونا مکہ میں قتل ہونے سے کہیں بہتر ہے ایسا نہ ہو کہ مکہ کی حرمت میرے سبب سے حلال ہو جائے۔

مکہ سے جانب عراق کوچ

القصہ مکہ میں کوئی بھی فرد ایسا نہ تھا جس نے آپ کو منع نہ کیا مگر تقدیر الٰہی دوسری ہی راہ بتا رہی تھی اور امام کی ہر وقت کوچ پر ابھارتی تھی یہاں تک کہ ذی الحجہ کی آٹھ (۸) تاریخ سہ شنبہ کے دن بیاسی (۸۲) لوگوں کے ساتھ جو آپ کے اہل وعیال اور خادم دوست تھے کوچ کیا اور حضرت فاطمہ صغریٰ کو بیماری کی وجہ سے ساتھ نہ لیا۔

تمام احباب اور اصحاب کبار، زار وزار رو رہے تھے اور زبان حال سے کہتے تھے۔

بسفر رفتنت مبارک باد
بسلامت روی و باز آئی

بعض صحیح کتب میں آپ کی روانگی آٹھ (۸) ذی الحج سہ شنبہ کے دن مرقوم ہے اور یہی صحیح تاریخ معلوم ہوتی ہے۔

بعض کتب تواریخ میں امام کی روانگی تین (۳) ذی الحجہ مذکور دیکھی ہے

مگر پہلی روایت صحیح معلوم ہوتی ہے۔

ترجمہ متعارف طبری میں منقول ہے کہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے اہل بیت اور چالیس سوار اور نوے پیادوں کے ساتھ کوچ کیا راہ میں ایک دہقان کا گروہ سالیانہ خراج یمن سے لئے ہوئے چلا آرہا تھا حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے ملا آپ نے ان لوگوں سے خراج لے لیا اور فرمایا امامت کا استحقاق مجھے پہنچتا ہے اور میں یزید سے زیادہ اس کا سزاوار ہوں۔ پس اس میں سے حق بیت المال تو لے لیا اور مسلمانوں کا حق واپس کر دیا۔

حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر

''الصواعق المحرقہ'' میں ہے کہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ منزل بمنزل رستہ طے کرتے ہوئے چلے جارہے تھے کہ راہ میں حر بن یزید الریاحی سے حضرت مسلم رضی اللہ عنہ اور ان کے فرزندوں کی خبر شہادت اور کوفیوں کی بے وفائی سنی اور اہل عراق کی بے وفائی یاد کر کے واپسی کا ارادہ کیا لیکن حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے بھائیوں نے نہایت مبالغہ اور بغاوت اصرار سے کہا کہ ہم کو حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے بعد یہ مستعار زندگی بھلی نہیں معلوم ہوتی اب تو حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے خون کا کوفیوں سے بدلہ لینا یا خود شہید ہو جانا منظور ہے اس وقت آپ کے آنسو ٹپکنے لگے اور فرمانے لگے تمہارے بعد میں زندہ رہ کر کیا کروں گا چلو رضا بقضا کا وظیفہ پڑھو اور عراق کی راہ لو۔

فرزدق شاعر آپ کی خدمت میں

ابھی آدمی منزل طے کی تھی کہ فرزدق شاعر اور ہمان بن غالب کوفہ سے امام حسین رضی اللہ عنہ کے ڈیرہ میں آئے مگر ان دونوں صاحبوں کو عبید اللہ بن زیاد کے کوفہ میں آنے کی خبر نہ تھی۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کوفہ میں میری کیا خبر

ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ کوفیوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں مگر میں نہیں جان سکتا کہ قضائے ایزدی کی کیا منشا ہے آپ نے فرمایا سچ ہے مشیت لم یزلی سے سب مجبور ہیں۔

اصل کتاب اور "فصول المهمه" میں یہ روایت یوں بیان ہوئی ہے کہ راہ میں جب فرزوق شاعر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے ملا تو سلام کر کے دست مبارک کو بوسہ دیا حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس سے دریافت کیا کہ ابو فراس تم کہاں سے آ رہے ہو۔ کہا اے ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوفہ سے چلا آ رہا ہوں۔ فرمایا کوفیوں کو کس طرح چھوڑا۔ عرض کی اے نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم دل تو ان کے آپ کے ساتھ ہیں اور تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں۔ آگے اللہ کے بھید اللہ ہی جانے۔ "یفعل اللّٰہ مایشاء" ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ کوفیوں کے دل تو آپ کے ساتھ ہیں اور ان کی شمشیریں آپ پر ہیں پس دونوں روایتوں کا ماحصل یہ ہے کہ وہ لوگ باطن میں آپ کے ساتھ ہیں اور ظاہر میں بنی امیہ کے ہمراہ۔

"تھذیب التھذیب" میں یہ روایت یوں ہے کہ جب حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ مکہ سے باہر نکلے تو جبہ پوش کی ایک جماعت جس میں فرزوق شاعر بھی تھا آپ سے ملی۔ آپ نے فرزوق سے کوفہ کے احوال دریافت کیے اس نے کہا میں زبان کے سخت مرض میں مبتلا ہوں بات کرنے کی تاب نہیں میں اشارہ سے کہتا ہوں کہ کوفہ مت جائیے۔ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادوں کی خبر شہادت حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو مکہ ہی میں کوچ سے پہلے لگ گئی تھی۔

حر سے ملاقات

پس جب کوچ کیا اور کوفہ دو منزل رہ گیا تو حر بن یزید الریاحی معہ ایک ہزار مسلح سوار کے ابن زیاد کی طرف سے آملا اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھے میرے سردار ابن زیاد نے حکم دیا ہے کہ جب تک میں آپ کو اس کے پاس نہ لے جاؤں آپ سے جدا نہ ہوں گو آپ کی گرفتاری میرے حق میں موجب شقاوت ہے مگر میں خدا کی قسم کھا کے عرض کرتا ہوں کہ آپ پر گرفتاری کا لفظ بھی اطلاق کرنا۔ برا جانتا ہوں اگر میں نے سچے دل سے اپنی قوم کی بیعت نہ کی ہوتی اور آپ کے لانے پر بیڑا نہ اٹھایا ہوتا تو کبھی آپ سے معترض نہ ہوتا۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اپنی خواہش دلی سے اس طرف نہیں آیا۔ تاوقتیکہ اہل کوفہ کے اکثر خطوط اور قاصد میرے پاس نہ آئے اور تم بھی اہل کوفہ سے ہو اگر اب بھی تم لوگ اپنے عہد و پیان پر قائم رہو اور ان اقرار و قول کو پورا کرو جو تم نے اپنے خطوط میں قائم کیے تھے تو میں تمہارے ساتھ کوفہ چلوں ورنہ یہیں سے پلٹ جاؤں۔

حر نے کہا خدا کی قسم مجھے اس بات کی خبر نہیں کہ کس نے آپ پاس خطوط بھیجے کس نے قاصد روانہ کیے اب نہ میں کوفہ جا سکتا ہوں نہ آپ کو چھوڑ سکتا ہوں اسکے علاوہ اور بہت سی طویل گفتگو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور حر کے درمیان ہوئی۔

کربلا پہنچنے کی تاریخ

الغرض حر نے آپ کو روکا اور آپ بحکم قضا و قدر حر کے ساتھ ہو لئے اور بتاریخ دو محرم ۶۱ھ ہجری میں معہ اپنے اصحاب اور اہل و عیال کے میدان کربلا میں اترے جب آپ وہاں فروکش ہوئے تو دشت کی اُداسی اور جنگل و بیابان کی

وحشت دیکھ کر لوگوں سے اس موضع کا نام پوچھا لوگوں نے کہا اس کا نام کربلا ہے آپ نے فرمایا کرب وبلا کی جگہ یہی ہے ہمارے مال واسباب کے اترنے کی جگہ اور ہمارے لوگوں کے قتل کی جگہ ہمارے اونٹ بیٹھنے کی جگہ یہی ہے۔ پس آپ کے ہمراہی وہیں اتر پڑے اور اونٹوں سے بوجھ کھول کر ڈال دیئے۔ حر بن یزید نے بھی وہیں آپ کے مقابل میدان کربلا میں اپنا لشکر اُتارا۔

''فصول المھمہ'' میں ہے کہ جب کوفہ ایک دومنزل رہ گیا تو آپ سے حر نے مع فوج ملاقات کی اور کہا یا ابن رسول اللہ ﷺ! ابن زیاد نے مجھے آپ سے قتال کرنے یا اپنے پاس زندہ گرفتار لانے کا حکم دیا ہے مگر میں آپکا قدیمی غلام ہوں مجھے منظور نہیں کہ ان دونوں باتوں میں سے ایک بات میں بھی مبتلا ہوں کیونکہ ہمیشہ کے عذاب وتکلیف سے خوف ہے اور آپ کو چھوڑنا بھی ممکن نہیں کیونکہ یہ امر بھی میری شامت حال کا موجب ہے مصلحت امر اس میں ہے کہ یہاں سے راتوں رات کوچ کر کے کہیں اور تشریف لے جائیں اور میں دوسرے رستہ سے چلا جاتا ہوں اور ابن زیاد کو لکھ دیتا ہوں کہ حضرت سیّدنا امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ مجھے کہیں نہیں ملے۔ چنانچہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے یاروں نے تمام رات قطع مسافت کی صبح کو پھر حر بن یزید آپ سے ملا اور عرض کی کہ آج رات کو ابن زیاد کا ایک اور خط بایں مضمون آیا ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل وقید میں کسی قسم کا قصور نہ کرنا ورنہ اپنے آپ کو یزید کا مخالف تصور کرنا۔ اب میں کیا کروں آپ کو چھوڑے بن نہیں آتی وجہ یہ کہ اُس کے جاسوس اور مخبر لوگ میرے ساتھ موجود ہیں اگر مَیں آپ کو چھوڑتا ہوں تو وہ اس کو خبر کر دیں گے اور میری شامت آجائے گی۔

پس حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو وہاں سے کوچ کرا کر کربلا میں پہنچایا۔

سات روز کی مسافت کے باوجود میدان کربلا میں

ترجمہ طبری میں ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سات شبانہ روز برابر قطع مسافت کرتے رہے مگر پھر وہی زمین کربلا تھی جب آپ نے لوگوں سے کہا کہ اس موضع کا کیا نام ہے کہا اسے کربلا کہتے ہیں آپ ہر روز کوچ کیا کرتے ہیں پھر اسی زمین میں موجود رہتے ہیں آخرکار یہاں تک نوبت پہنچی کہ اونٹوں کو مارتے تھے مگر وہ اپنی جگہ سے نہ ہلتے تھے خادم جہاں میخ گاڑتے یا ہرے درخت سے ٹہنی توڑتے تھے وہاں سے تازے خون کا فوارہ جوش مارتا تھا آخرکار حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے رضاءِ الٰہی پر راضی ہو کر فرمایا ہمارے وعدہ کی جگہ اور ہمارا مقتل گاہ یہی ہے اب یہیں اترو اور کہیں نہ جاؤ۔

یزید کا ابن زیاد کو خط

ترجمہ متعارف طبری میں ہے کہ جب حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے خروج کی خبر یزید کو پہنچی اور ابھی آپ کوفہ نہ آئے تھے کہ اس کا خط ابن زیاد کو بایں مضمون پہنچا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ مکہ سے باہر آئے ہیں۔ ان کی گرفتاری کے لئے راہ میں لشکر مقرر کرنے چاہئیں۔ ابن زیاد نے مکہ کے راہوں میں لشکر روانہ کئے اور عمرو بن سعد کو بلایا وہ حسب الطلب اعزہ محرم کو چار ہزار سواروں کے ساتھ آپ پہنچا ادھر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے قادسیہ سے تین کوس پر سے نزول فرمایا کہ عمرو بن سعد نے حر بن یزید کو منزل اور کنوؤں کی درستی اور انتظام کے لیے روانہ کیا چونکہ حر بن یزید، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دوستوں اور خادموں میں سے تھا۔ اس نے آکر دیکھا کہ آپ معہ عیال واطفال اور بتہ باد کے تشریف رکھتے ہیں۔ دیکھتے ہی کہا اے فرزند رسول یہاں سے جلدی کوچ کرو۔ دیکھو عمرو بن سعد کا لشکر پیچھے پیچھے آرہا ہے۔ آپ نے فرمایا میں ان اہل وعیال کو لے کر

کدھر کوچ کروں۔ حر نے کہا آپ جلد اٹھیے اور کسی گوشہ میں تشریف رکھئے۔ آپ نے وہاں سے کوچ کیا اور قضاء وقدر نے ہاتھ پکڑ کر میدان کربلا میں ڈالا۔

ابن زیاد کا امام حسین رضی اللہ عنہ کے نام خط

طبری کی اس روایت میں کاتب الحروف نے بہت اختصار کیا ہے جس کا بیان آئندہ کی روایت میں آتا ہے۔ بہرصورت جب حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کربلا میں آگئے تو عبیداللہ بن زیاد نے آپ کو ایک خط لکھا اور یزید کی بیعت کا مطالبہ کیا۔ آپ نے خط پڑھ کر پھینک دیا اور قاصد سے زبانی فرمایا کہ ہمارے پاس اس کا کچھ جواب نہیں قاصد نے جا کر ابن زیاد سے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے جواب کی مفصل کیفیت بیان کی اس مردود کا اس لفظ کو سننا تھا اور نارۂ غضب اور جوش میں آنا تھا اسی وقت لشکر جمع کیا اور عمرو بن سعد کو جو رَے کا حاکم تھا آپ کے قتال کے لیے طلب کیا۔ عمرو بن سعد نے لکھ بھیجا کہ میں اس کام سے معافی چاہتا ہوں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں مجھ سے نہ جیا جائے گا۔ عبیداللہ بن زیاد نے جواب لکھا کہ یا تو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کے لیے تیاری کر یا، رَے کی حکومت سے دست بردار ہو کر سند حکومت واپس کر اور خانہ نشینی اختیار کر۔ چونکہ ابن سعد کا دامن حطام دنیاوی نے زور سے پکڑ لیا تھا۔ لہٰذا اس سے رَے کی حکومت نہ چھوڑی گئی۔ آخر الامر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں آ ہی پڑا۔ پس عبیداللہ بن زیاد ہمیشہ لشکر جمع کرتا اور عمرو بن سعد کے پاس بھیجتا تھا یہاں تک کہ عمرو بن سعد کے پاس بائیس ہزار سوار اور پیادے جمع ہو گئے اور اکثر ان میں سے وہی لوگ تھے جنہوں نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے طلب میں خطوط لکھے تھے اور جنہوں

نے آپ سے بیعت کی تھی۔ پس اس لشکر نے نہر فرات کے قریب قیام کیا اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور پانی کے درمیان حائل ہو گیا تا کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے اہل و عیال کو ایک ایک قطرہ پانی سے ترسا دیں اور اہل بیت اطہار اور ذریت احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم مطلق پانی نہ پائے اسی طرح ''فصول المهمه'' میں بھی آیا ہے اس میں اس قدر اور بھی زائد ہے کہ سب سے پہلے جو شخص عمرو بن سعد سے ملا وہ شمر بن ذی الجوشن تھا۔

تنبیہ

''مفتاح النجا'' اور طبری کی روایات میں باہم ذرا سا اختلاف بھی ہے۔ مفتاح کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے کربلا پہنچنے کے بعد ابن زیاد نے عمرو بن سعد کو رَے سے بلایا تھا اور طبری کی روایت سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پہنچنے سے پہلے ہی ابن سعد یہاں پہنچا تھا۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی بے قراری

روایت ہے کہ جب حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کربلا میں پہنچے تو حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا آپ کی ہمشیرہ نے بھائی کی پریشانی اور بے سروسامانی نیز ہوا کے گرد و غبار کو دیکھ کر فرمایا اے بھائی اس دشت کی اداسی سے تو میرا دل اڑا جاتا ہے بے قراری اور اضطراری سے کلیجہ پھڑکا جاتا ہے اور جب آپ کے گیسوئے عنبر بن غبار آلود دیکھتی ہوں اور بھی زیادہ پریشان ہوتی ہوں۔ خدا کے واسطے یہاں سے جلد کوچ فرمائیے اور ہم کو کسی اور طرف پہنچائیے۔ آپ نے حضرت ام کلثوم کو کلمات صبر و رضا تلقین فرمائیے۔

پانی بند کرنے کے لیے یزید کا خط

ترجمہ مختصر طبری میں ہے کہ یزید پلید نے عبید اللہ بن زیاد کو لکھ بھیجا کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے اہل وعیال پر پانی بالکل بند کر دیئے۔ ایک قطرۂ آب ان تک پہنچنے پائے۔ اس بناء پر ابن زیاد نے پانی قطعاً بند کر دیا۔ ہر چند کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے پہلے ہی سے چاہا تھا۔ کہ پانی کو گھیر لیں مگر یہاں آپ کے پہنچنے سے پہلے ہی فوج ابن زیاد کے لکھنے کے بموجب امام تشنہ کام پر پانی بند کر دیا تو ننھے ننھے بچے پیاس کے مارے بے تاب ہوئے جاتے اور مثل ماہی بے آب بیقرار پڑے تڑپتے تھے پانی کسی طرح میسر نہ ہوتا تھا۔ حتی کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے دوستوں میں سے ایک شخص یزید بن حفیر الہمدانی نام جو امام تشنہ کام کا دلی دوست اور اعلیٰ درجہ کا زاہد تھا آگے آیا اور عرض کی اگر آپ فرمادیں تو عمرو بن سعد کے پاس جاؤں اور پانی کی بات کچھ کہوں آپ نے فرمایا تو مختار ہے اگر مناسب سمجھے۔

یزید ہمدانی کی ابن سعد سے گفتگو

یزید ہمدانی امام حسین رضی اللہ عنہ، کے رفیق عمرو بن سعد کے پاس گئے اور سلام علیک نہ کیا۔ عمرو بن سعد بولا اے یزید سلام کو جو رسم اسلام اور سنت خیر الانام ہے تم نے کیوں ترک کیا، کیا میں مسلمان نہیں ہوں اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتا ہوں۔ یزید نے کہا حیف تیرے اسلام پر اور افسوس تیرے دعویٰ اطاعت اللہ و رسول پر مسلمانی کا یہی اقتضا ہے کہ اوّل تو فرزند رسول پر تو نے خروج کیا اور اس کے قتل کے درپے ہوا دوسرے دریائے فرات جس سے تمام چرند پرند سیراب ہوتے ہیں حتیٰ کہ کتے، سور، گدھے آمد و رفت کرتے اور سیر ہو کر پانی پیتے ہیں اور تم اہل بیت اطہار اور ذریت احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ایک قطرہ

پانی سے ترساتے ہو اور پھر اپنے آپ کو مسلمان ٹھہراتے ہو اور اللہ و رسول ﷺ کا مطیع جانتے ہو۔ عمرو بن سعد نے کہا یہ سچ ہے اے اخا ہمدانی ان کی بزرگی اُن کی علو ہمتی اور اس کے علاوہ اور اوصاف جوان میں ہیں انہیں میں خود پہنچانتا ہوں۔ مگر

دعانی عبید اللّٰہ من دون قومہ
الی خطۃ خرجت فیہا الحسینی
فو اللّٰہ ما ادری وانی لواقف
علی خطر لا ارتضیہ و بین
اخذ الوی و الری و رغبتی
ام ارجع مظلوم بدمہ حسینی
وفی قتلہ النار والتی لیس دونہا
حجاب وملک الری قرۃ عینی

اے اخا ہمدانی میرا نفس اس بات کو قبول نہیں کرتا کہ ملک رے کی حکومت اپنے غیروں کو دوں اور خود معطل اور بیکار گھر میں بیٹھا رہوں یہ سن کر یزید ہمدانی حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا اے حضرت سیّدنا امام حسین (رضی اللہ عنہ) عمرو کی حکومت رَے نے اس کو آپ کے قتل پر ابھارا ہے اور وہ ولایت رے کے سبب سے آپ کے قتل ہی پر راضی ہے۔

یزیدی فوج سے خطاب

ابن الاخضر، یحییٰ بن ابی بکر سے اور وہ اپنے بعض مشائخ سے روایت کرتے ہیں کہ جو وقت حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابل میں لشکر یزید کے آدمی آئے تو آپ نے پہلے حمد خدا اور نعت رسول بیان کی پھر فرمایا اے لوگوں

میرے نسب کو بیان کرو پھر نہایت تامل سے دیکھو اور غور کرو کہ میں کون ہوں تم کو میرا خون بہانا میرے اور میرے اہل وعیال کی ہتک حرمت کرنا درست ہے یا نہیں، کیا میں تمہارے نبی کا نواسہ اور ان کے چچا کے بیٹے کا بیٹا نہیں ہوں، کیا میں بہترین شخص اور جو سب سے پہلے (یعنی بچوں میں) اللہ اور رسول پر ایمان لایا اس کا بیٹا نہیں ہوں ، کیا حضرت حمزہ سید الشہدا رضی اللہ عنہ، میرے چچا نہیں ہیں، کیا میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور فرمانبرداری سے خارج ہوں آیا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ:

" الحسن والحسين سيد الشباب اهل الجنة"

تم نے نہیں سنا کیا اس حدیث میں میرے خون بہانے اور بے حرمتی کرنے کی ممانعت نہیں ہے۔

مطلب یہ کہ یہ حدیث تمہارے لیے میرے خون کی حفاظت اور حرمت کا باعث ہوسکتی ہے اس موثر اور پیاری تقریر نے لوگوں پر کچھ ایسا اثر ڈالا کہ سب کے سب عالم سکوت میں نیچے گردنیں ڈالے ہوئے کھڑے رہے اور کسی کو تاب جواب نہ رہی مگر بعض ازلی کم بختوں نے ڈھٹائی اختیار کر کے کہا کہ صاحب ہمیں خبر نہیں کہ تم کیا کہتے ہو اور نہ ہم نے یہ حدیث سنی فرمایا ابھی تک کوفہ میں ایک شخص موجود ہے اگر تم اس سے پوچھو گے تو وہ میری تصدیق کرے گا اور تمہیں ضرور خبر دے گا۔

حدیث مذکور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرے اور میرے بھائی کے حق میں اس نے سنی ہے اور حضرت زید بن ثابت، حضرت براء بن عازب، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم اور ابھی کوفہ میں موجود ہیں اور جنہوں نے اپنی آنکھوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور اپنے کانوں سے یہ حدیث سنی ہے ان سے دریافت

کرو کہ انہوں نے یہ حدیث میرے اور بھائی جان کے حق میں سنی ہے یا نہیں، چلو جانے دو اگر اس حدیث میں تمہیں شک ہے تو یہ بھی نہ سہی کیا میرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسہ ہونے میں بھی تمہیں شک ہے خدا کی قسم جب سے میں نے سنا ہے کہ جھوٹے پر اللہ کا غضب نازل ہوا کرتا ہے اس وقت سے کبھی میں نے جھوٹ کا خیال بھی نہیں میں ''رب المشرقین'' اور ''رب المغربین'' کی قسم کھاتا ہوں کہ مغرب و مشرق کے درمیان تمہارے پیغمبر کا نواسہ بجز میرے اور کوئی بھی نہیں ہے کیا میں نے تم میں سے کسی کا خون کیا ہے جو اس کے مطالبہ میں میرے قتل کے درپے ہو یا میں نے کسی کا مال مارا کہ اس کا عوض مجھ سے چاہتے ہو، کیا میں نے کسی کو زخمی کیا ہے جس کا قصاص مانگتے ہو یہ کہنا تھا کہ پھر جواب کی نوبت کہاں۔

ضروری وضاحت

صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا یہ قول ازروئے عجز کے نہ تھا کیونکہ آپ میدان جنگ اور عرصہ بہادری میں کامل شہسوار اور پورے پہلوان اور تجربہ کار تھے نیز اپنی شہادت کی خبر اپنے جد بزرگوار صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی سنی ہوئی تھی پھر عجز کا ہے کا مگر اس امر کا اظہار اور اس ارشاد کی تکرار صرف اس وجہ سے تھی کہ دشمنوں پر حجت قائم ہو جائے تا کہ ان غداروں بے وفاؤں کو اللہ تعالیٰ کے سامنے عذر کی کوئی جگہ نہ رہے چنانچہ حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝ (سورۃ بنی اسرائیل)

ترجمہ: ''اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں''۔

(کنزالایمان)

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے تین مطالبات

"تہذیب التھذیب" میں ہے کہ جب دشمن بے دین نے فرزند ساقی کوثر کے اطفال خوردسال اور رفقائے فرخندہ خصال پر پانی بند کر دیا اور پیاس کی شدت سے کسی کو بات کرنے کی تاب نہ رہی تو اس وقت حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے عمرو بن سعد کو اس مضمون کا خط لکھا کہ تو تین کاموں میں سے ایک کام کر:

(۱) یا تو مجھے حجاز مقدس میں جانے کی اجازت دے

(۲) یا مجھے یزید کے پاس بھیج دے اگر ان دونوں باتوں کو جائز نہیں رکھتا ہے۔

(۳) تو ہمیں ترکستان میں جانے کی اجازت دے تاکہ میں وہاں جا کر کفار ترک سے جہاد کروں۔

پس عمرو بن سعد نے یہ پیغام عبید اللہ بن زیاد بدنہاد کو لکھ بھیجا عبید اللہ، حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو یزید کے پاس بھیجنے پر راضی ہوا مگر مایہ فساد شمر ذی الجوشن نے کہا اے عبید اللہ جب تک وہ تیرے حکم پر راضی نہ ہوا ور تیری مرضی کا تابع نہ ہوا سے یزید کے پاس نہ بھیج۔

ابن زیاد کا خط

اس کے بعد عبید اللہ بن زیاد نے عمرو بن سعد کو لکھ بھیجا کہ اگر امام تشنہ کام بیعت قبول کریں بہتر ورنہ جلد قتل کر ڈال۔ چنانچہ عمرو بن سعد نے جواب مذکور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا کہ جب تک آپ ابن زیاد کی اطاعت کا بجا نہ لائیں گے یزید کے پاس نہ جا سکیں گے۔

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا ابن زیاد کے پاس جانے سے انکار

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ابن زیاد کے پاس کبھی

نہ جاؤں گا۔ عمرو بن سعد نے ابن زیاد کے اس حکم کو تو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا مگر خود سوچتا رہا کہ کیا کروں اور جنگ امام سے پہلو تہی اور تغافلی کرتا رہا اس وقت شمر ملعون نے عمرو بن سعد کی ملازمت میں اہل کوفہ میں سے تیس (۳۰) آدمی موجود تھے انہوں نے کہا اے عمرو بن سعد جب نواسہ رسول خدا تین امروں میں سے ایک امر کی اجازت چاہتا ہے تو تجھے اس کے قبول کرنے میں چون وچرا کیوں ہے یہ کہہ کر وہ سب کے سب اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے لشکر میں آ ملے اور بڑی بڑی جانباز، زبان دکھا کر آپ پر سے اپنی جانیں فدا کر ڈالیں۔

ابن سعد کا مشورہ

ترجمہ طبری میں ہے کہ جب عمرو بن سعد کوفے سے چل کر بادیہ میں آیا اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے کربلا میں موجود ہونے کی خبر پائی تو اس نے بھی اپنا لشکر وہیں امام کے مقابلہ میں اتارا جب سعد کا لشکر نمودار ہوا تو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ چالیس سوار اور سو پیادوں کے ساتھ میدان حرب میں تشریف لائے اور دشمن کے مقابل میں صف باندھی۔ عمرو بن سعد لشکر سے نکل کر آیا اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو سلام کر کے عرض کی ہر چند کہ امر خلافت کے آپ ہی مستحق ہیں مگر اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ یہ کام تم سے دوستی پائے تمہارے والد نے جو کامیابی ان میں حاصل کی ہے وہ آپ سے ممکن نہیں مگر تاہم انہوں نے جنگ وجدال سے کیا فائدہ پایا جو تم پاؤ گے ہر چند کہ وہ آپ سے لشکر زیادہ رکھتے تھے تب ہی اس کو انجام نہ دے سکے اور جب تک زندہ رہے تلخ کلامی اور کدورت عیشی سے رہے آخر مخالفوں کے ہاتھ سے مارے گئے اور آپ کے بھائی نے نہایت عقلمندی کی وجہ سے اچھی طرح جان لیا کہ یہ کام مجھ سے درستی اور

نیک انجامی نہ قبول کرے گا چنانچہ امر خلافت کو چھوڑ کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر کے اپنی عمر مزے سے گزار گئے تم بھی اس مخصمہ کو چھوڑو اور یزید کی بیعت اختیار کرو۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا جواب

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے سعد تو تین کاموں میں سے ایک کام کر:

(۱) یا تو مجھے چھوڑ دے کہ مکہ چلا جاؤں اور پھر اس کام کے گرد بھی نہ پھروں۔

(۲) یا مجھے اجازت دوسرے شہر میں جانے کی دے تا کہ وہیں رہوں۔

(۳) یا مجھے چھوڑ دے کہ یزید کے پاس چلا جاؤں وہ جو چاہے سو کرے۔

عمرو سعد نے کہا بہتر، آپ صبر کیجئے میں عبید اللہ بن زیاد کو ابھی خط لکھتا ہوں یہ کہہ کر لشکر میں واپس آیا اور اس مضمون کا خط ابن زیاد کو لکھ بھیجا وہاں سے اس نے جواب دیا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو پہلے ہماری ملازمت میں آنا چاہیے پھر ہم یزید کے پاس بھیج دیں گے۔

ابن زیاد کا شرائط ماننے سے انکار

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں براہ راست یزید کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ ابن زیاد کو دو تین دفعہ اسی طرح لکھا مگر ابن زیاد ملعون نے اس بات کو قبول نہ کیا۔ عمرو بن سعد نے دو تین دفعہ اسی طرح لکھا مگر ابن زیاد بدنہاد نے صاف طور پر لکھ دیا کہ تاوقتیکہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ میرے پاس نہ

آئیں اور میرے ہاتھ پر ہاتھ نہ رکھیں اس قسم کی حیلہ سازیاں مفید نہ ہوں گی اس سوال و جواب میں تھوڑا عرصہ گزرا کہ عبید اللہ بن زیاد نے جھنجلا کر کسی آدمی کو عمرو بن سعد کے پاس بھیجا اور کہا اے عمرو میں نے تجھے لڑائی کے لیے بھیجا ہے کچھ صلح کے لیے نہیں بھیجا اگر تو بہت جلد لڑائی کا سرانجام دے بہتر ورنہ میں تیرے قائم مقام لڑائی کے لیے دوسرے شخص کو مقرر کروں۔ عمرو بن سعد اسی وقت صف آرائی میں مشغول ہوا اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے بآواز بلند کہا اے حسین میں نے بے حد کوشش کی کہ آپ مکہ چلے جائیں مگر وہ سودمند نہ ہوئی میں نے بہت کوشش کی کہ آپ کے خون میں گرفتار نہ ہوں مگر ابن زیاد کی طرف سے منظوری نہ ہوئی اور یہ کام سرانجام نہ پایا اب میں بالکل بے بس ہوں اور قتال کئے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ جانتا ہوں آپ نے فرمایا اچھا آج کا دن مجھے مہلت دے کل جیسا ہوگا دیکھا جائے گا۔

ابن زیاد کا حکم

عمرو بن سعد نے اس روز کی امان دی مگر ابن زیاد کو یہ خبر پہنچتے ہی سخت غصہ آیا اور شمر کو بلا کر مشورہ کیا کہ عمرو بن سعد ہمارے ساتھ منافقت کرتا ہے درحقیقت وہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے اُس کا دل ان سے مل گیا ہے تو وہاں جا، اگر وہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے جدال وقتال پر آمادہ ہو بہتر ورنہ اس کا عہدہ تو لے لے اور اس لشکر کی سپہ سالاری اپنی تفویض میں کر کے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو یا تو زندہ میرے پاس بھیج یا بہت جلد اسکا کام تمام کر کے سر میرے دربار میں روانہ کر۔

شمر مردود باد صرصر کو مرکب بنا کر جناح استعجالی کے ساتھ وہاں سے اڑا اور عصر کی نماز کے وقت آ پہنچا یہاں آتے ہی عمرو بن سعد سے کہا تو نے لشکر

کشی میں دیر کیوں کی میں انہیں ایک ساعت کی بھی امان نہ دوں گا۔ عمرو بن سعد سپاہ خیمہ اطہر کے قریب گیا اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے کہا میں تو اپنے عہد پر قائم تھا مگر ابن زیاد نے دوسرا حاکم بھیجا ہے وہ آپ کو ایک لمحہ کی بھی امان نہیں دینا چاہتا۔ آپ نے فرمایا بہتر ہے اب تو رات نزدیک ہے صرف ایک رات ہم کو امان دو۔ شمر نے بھی صبح تک امان دینے کو پسند کیا یہاں رات بھر امام نے ہتھیاروں کی درستی اسباب کی صلاحیت کر کے بدن مبارک کو آراستہ کیا۔

پانی بند

ابن زیاد کا قاصد آدھی رات کے وقت آیا اور کہا امام کے خیموں میں ایک قطرہ پانی کا نہ پہنچنے دو۔ اور بہت جلد لڑائی کرو، تاکہ وہ لوگ تشنگی کی حالت میں جانیں دیں اور بعد قتل امام حسین رضی اللہ عنہ کا نازک جسم گھوڑوں کے سم سے پامال کرو۔ عمرو بن سعد نے اسی وقت عمرو بن حجاج کو پانچ سو سوار کے ساتھ لب فرات پر بھیجا اس نے آتے ہی پانی بند کر دیا پھر تو شدت تشنگی کی وجہ سے خلف ساقی کوثر مالک بحر و بر صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سوکھ کر کانٹا ہوگئی کہ اشارات سے گفتگو کرتے تھے اور آپ کا خیمہ میں ایستادہ دشمن قتل پر آمادہ، نہ کوئی نہ مونس، نہ کوئی غمخوار، بے بسی کی حالت میں نہ کوئی یار و مددگار

تمام رات عبادت میں مصروف

چنانچہ روایت ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ صبح کی نماز پڑھ کر تلاوت قرآن مجید میں مصروف تھے اور چشم پرنور سے آنسوؤں کا دریا بہہ رہا تھا اسی حال میں کسی شخص نے آپ کا حال دریافت کیا فرمایا میں نبوت کے باغ کا ایک پژمردہ پھول غریب الوطن مبتلائے رنج و محن ''حسین بن علی رضی اللہ عنہما'' ہوں کوفیوں نے ڈیڑھ سو خط سے زیادہ لکھ کر باصرار تمام مجھے بلایا اور بلاوجہ خود ہی میرے خون

کے پیاسے ہوئے سوچتا ہوں کہ کیا کروں اوران ظالموں بے رحموں کے پنجہ ظلم سے کس طرح نجات پاؤں۔

جنگ کی تیاری

جب روز روشن ہوا اور مخالف کے لشکر سے طبل جنگ اور کرنا کی آواز سنی تو آپ نے رسول اللہ ﷺ کا بزرگ عمامہ سرمبارک پر رکھا اور حسن مجتبیٰ کا پٹکا زیب کمر فرمایا حیدر کرار کی ذوالفقار ہاتھ میں لے کر خیمہ اطہر میں رخصت ہونے کے لیے آئے اس وقت علی ابن الحسین یعنی سید الساجدین حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کا بستر بیماری پر پڑے پڑے اپنے والد بزرگوار کو اس ہیئت کے ساتھ دیکھ کر زار وزار رونا خیمہ اطہر میں شور قیامت برپا ہونا۔ حضرت ام کلثوم اور حضرت زینب کا جو بھائی کی عاشق زار تھیں کہنا (اے بھائی کشتی آل محمد ﷺ کے تم ہی ناخدا ہو ہمیں چھوڑ کر کہاں جارہے ہو اور دریائے غم میں غرقاب کرتے ہو) گریہ وزاری کرنا پھر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا ہر ایک کو کلماتِ صبر وتسکین تلقین فرما کر گھوڑے پر سوار ہونا اور سواری کے وقت سب کو دیکھ دیکھ کر رونا اور سب سے پہلے لشکر کے مقابلہ میں تن تنہا آنا کس زبان سے ادا ہوسکتا اور کون سے دل سے بیان کیا جاسکتا ہے۔

صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس روز شمر ذی الجوشن، ابن زیاد کی طرف سے کربلا پہنچا اس رات حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ مطلق نہ سوئے اور تمام شب اپنے جسم مبارک پر ہتھیار آراستہ کرتے رہے۔ حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ جو ایک مدت سے بستر بیماری پر پڑے تھے خواب راحت میں تھے جونہی حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے شعر پڑھا وہیں حضرت سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سن کر رو دیئے اور انکے ساتھ سارے گھر والے رونے لگے حتیٰ

کہ بیبیوں کی آواز خیموں سے باہر نکلی جس وقت خیمہ اطہر سے رونے کی آواز آئی تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے رونے سے سخت ممانعت فرما کر کہا خاموش رہو ایسا نہ ہو کہ دشمن خوش ہوں۔

شوق شہادت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت

ترجمہ طبری میں ہے کہ جب حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے کربلا میں نزول کیا تو اہل بیت اطہار گرفتار پنجہ ظالمان خونخوار بھوکے پیاسے شہادت کی شب میں سرشار ہی سے سجادۂ عبادت پر نگونسار ہو گئے تھے اور شوق شہادت میں سب کے سب جینے سے بیزار خاص کر عازم ملک اہل دغا امام حسین رضی اللہ عنہ یاد الٰہی میں بہت ہی مشغول تھے اسی عالم میں آپ کو نیند آ گئی دیکھتے کیا ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم معہ ایک جماعت ملائکہ میدان کربلا میں تشریف لائے اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو بغل میں لے کر فرمایا اے میرے فرزند میں جانتا ہوں دشمن بے دین تیرے خون کے پیاسے ہیں یہ لوگ میری شفاعت سے قیامت کے دن بے نصیب ہوں گے میرے فرزند استقلال موروثی کے سررشتہ کو ہاتھ سے نہ چھوڑنا عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں شہادت کے درجہ پر فیضیاب فرمائے گا کو پہنچانا ہے فرزند دل بند جنت تیرے لیے آراستہ کی گئی ہے میں اور تیرے والدین آنے کے انتظار میں نشستہ وایستادہ ہیں میرے لخت جگر اور آنکھوں کی ٹھنڈک تجھ کو یہ مرتبہ اسی وقت ملے گا جب شربت شوق شہادت کا ذائقہ پائے گا یہ فرما کر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سینہ فیض گنجینہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:

اللّٰھم اعط الحسین صبرا و اجرا۔

ترجمہ: ''اے اللہ حسین کو صبر اور اس پر اجر عطا فرما''۔

اتنے ہی میں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی آنکھ کھل گئی۔ آپ اٹھے

اور سارے اہل بیت کو اپنے پاس بلا کر یہ خواب بیان کیا اس وقت کی نہ پوچھو سب کے سب روتے اور آہ وفغان کا دھواں سینہ جگر سوز سے آسمان پر شرارے کی طرح پہنچاتے تھے حضرت زینب وحضرت کلثوم رضی اللہ عنہما برادر کے غم میں رورو کر فرماتی تھیں کہ دیکھئے آج کی صبح ہم بے کسوں غریب الوطنوں دشت وصحرا نوردوں پر کیا آفت ڈھاتی ہے ننھے ننھے بچے ماؤں کی گودیوں میں سہمے جاتے تھے اور پیاس کی شدت پانی کی تنگی سے بلکے جاتے تھے پھر عبید اللہ بن زیاد نے لشکر حسین پر پانی بند کر دیا۔

تشنگی سے بیتاب

عبہری اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں کہ عمرو بن سعد آب فرات کو پس پشت کر کے اترا اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا خیمہ فرات سے تین کوس دور ریگستان میں ایستادہ تھا جب اشقیا نے اہل بیت پر ایک ایک قطرہ پانی کا مضائقہ جانا، ناچار ہو کر آپ نے کنواں کھودنے کا حکم فرمایا آپ کے ہمراہیوں نے ستر ستر ہاتھ زمین کھود ڈالی مگر پانی نہ نکلا تمام اہلبیت تشنگی سے بیتاب مثل ماہی بے آب تڑپ رہے تھے تشنگی کی دشت سے کام وزبان خشک ہوئے جاتے تھے کسی کو گویائی کی مجال نہ تھی اشاروں سے باتیں کرتے تھے۔ معصوم بچے پیاس کی وجہ سے تڑپ رہے تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلبیت نے تین روز تک تیمم سے نماز پڑھی انجام کار حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس بن علی رضی اللہ عنہ کو مع بتیس رفقاء کے رات کو لب فرات پر بھیجا تاکہ تھوڑا سا پانی لائیں جب حضرت عباس لب فرات پر پہنچے تو اعدائے بے دین کی تیر بارانی سے سخت مجروح ہوئے اور بائیس آدمیوں نے جام شہادت سے تشنگی دور کی۔

"تہذیب التہذیب" میں جعفر بن سلیمان سے مروی ہے کہ میں نے

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ایک صحرا میں خیمہ ایستادہ کیے ہوئے ہیں اندر جا کر دیکھتا ہوں کہ آپ مصلا بچھا کر تلاوت قرآن میں مشغول ہیں اور آنکھوں سے آنسوؤں کی ندی برابر جاری ہے۔ میں نے عرض کی اے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند! آپکا یہاں کیونکر آنا ہوا۔ فرمایا مجھے اہل کوفہ نے خطوط بھیج کر، بلایا ہے اور اب بلا وجہ میرے خون کے پیاسے ہیں اگر وہ مجھے قتل کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر ایک ایسے شخص کو مسلط اور مقرر کرے گا جو ان کو بے حد ذلیل کرے گا حتیٰ کہ وہ تمام لوگوں سے زیادہ ذلیل وخوار ہو جائیں گے۔

''صواعق محرقہ'' میں مذکور ہے کہ جب حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ پر مصیبت کی گھنگھور گھٹا چھائی تو آپ کو اپنے برادر حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی وہ نصیحت یاد آئی جو رحلت کے وقت فرمائی تھی کہ اے بھائی، تم بیوقوف اور کم عقل کوفیوں پر بھروسہ اور اعتماد نہ کرنا اور ان بے وفاؤں کے کہنے سے ہرگز خروج نہ کرنا کیونکہ ان غداروں کے قول پر عمل کرنا سخت خفت و پریشانی کا موجب ہوگا۔

☆=☆=☆

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ذکر

اے محب اہل بیت سامعین ہوشیار ہو بیٹھو اور دونوں ہاتھوں سے خوب مضبوط کلیجہ تھام لو اس بیان کے تحریر سے قلم سینہ چاک اشک ریزاں اور مثل دیدۂ ماتم زدگان گریاں ہے جو سطر کہ خامہ مقطوع اللسان صفحہ قرطاس پر لکھتا ہے صف ماتم سے زیادہ ہے حقیقت تو یہ ہے کہ ماجرائے شہادت شہنشاہ کربلا ایک سانحہ قیامت خیز اور احوال پرملال جانبازان قیامت صغریٰ ایک واقعہ عبرت انگیز ہے۔

اہل اخبار نے فرمایا ہے کہ جب حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو کامل یقین ہوگیا کہ ایہ اعدائے نابکار قتل ہی کے درپے ہیں تو اپنے محبوں کو حکم فرمایا کہ خیمہ کے گردا گرد ایک ایسی خندق کھودو جس کا صرف ایک دروازہ آمدورفت کا ہو اور اسی دروازہ سے ایک ایک آدمی باہر آئے اور دشمن کا مقابلہ کرے غرضیکہ جب سپیدۂ سحر افلاک پر نمودار ہوئے امام حسین رضی اللہ عنہ کے لشکر میں اللہ اکبر کا غلغلہ بلند ہوا اور فوج اشقیا نے طبل جنگ بجایا قرنا میں دم پھونکا۔

لشکر ابن سعد نے آپ کا محاصرہ کرلیا اور نائرہ قتال نے اشتعال پایا ہر چند کہ بہادرانِ لشکر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ بھوک پیاس کی سخت تکلیف میں مبتلا تھے مگر شجاعت و جسارت ہمت و جرأت میں ہر ہر متنفس شہرۂ آفاق اور مشہور روزگار تھا چنانچہ جب لڑائی شروع ہوئی تو آپ کے لشکر میں سے ایک بہادر شجاعت پیشہ میدان میں جاتا تھا اور لشکر اشقیا کی ہاتھ سے شجاعت کی داد دے کر شہید ہوتا تھا امام حسین رضی اللہ عنہ دشمنوں کے لشکر سے تن تنہا رہ کر رفیقوں کی

لاشیں اٹھالاتے جب یکے بعد دیگرے پچاس آدمی شہید ہو چکے تو امام معصوم اور سید مظلوم چیخ اٹھے اور نعرہ مار کر فرمایا کیا کوئی ایسا شخص ہے جو خدا کے لیے مددگار اور فریاد رسی کرے اور حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اشقیائے بے دین کو دور کرے۔ پس اس فریاد کو سنکر حر بن یزید الریاحی کو جسکا قصہ پہلے گزر چکا ہے تاب نہ رہی دونوں ہاتھوں سے کلیجہ تھامے ہوئے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا اور عرض کی اے ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے حضور کے گرفتار کرنے کے لیے یزید کی طرف سے میں نے ہی خروج کیا تھا اور مشیت خداندی سے میں ہی آپ کو میدان کربلا میں لایا اب سب سے پہلے آپ کی فریاد سن کر میں ہی جان نثاری اور روح کو فداء کرنے کے لیے حاضر ہوں مگر اتنا فرمایئے کہ باوجود اس کے کہ میں اپنے گزشتہ کردار پر نادم ہوں اور جانتا ہوں کہ یہ منہ اس قابل نہیں جو کل قیامت کے دن رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھاؤں میری توبہ مقبول ہوگی یا نہیں۔ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا مجھ سے راضی ہوں گی یا نہیں۔ حضرت حیدر کرار رضی اللہ عنہ مجھ سے خوش ہوں گے یا نہیں۔ آپ کے جد بزرگوار کی شفاعت نصیب ہوگی یا نہیں۔

آپ نے حضرت حر رضی اللہ عنہ کو گلے سے لگا کر فرمایا اے حر تیری توبہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول میری والدہ تجھ سے راضی۔ میرے جد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تیرے شافع میرے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ تجھ سے خوش ہوں گے۔ پس حر بن یزید الریاحی خوش ہوا اور اپنی گوہر جان آپ کے قدموں پر نثار کرنے چلا اور ایک ہی حملہ میں لشکر میں کھلبلی مچادی بڑے بڑے بہادروں کے منہ پھیر دیئے مگر اکیلا چٹان اور پہاڑ کو کب تک پھوڑے گا۔ انجام کار شہید ہو گئے۔

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ حضرت حر کے ساتھ اس کا بھائی، بیٹا، غلام بھی شہید ہوا پھر تو آتش قتال کے شرارے خوب ہی چمکے یہاں تک کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے تمام رفیق بھائی بیٹے بھتیجے شہید ہو گئے۔ اس وقت آپ تن تنہا ایک آہ سرد دل پر درد سے کھینچ کر فرمانے لگے کہ آہ آج تنہائی اور بے کسی بیماری مونس وغمخوار ہے آج اس دشت کربلا میں نہ کوئی یار اور نہ مددگار رہے۔ اشقیائے بے دین خون کے پیاسے ہیں۔ پس شمشیر میان سے نکال لی۔

اور یہ اشعار پڑھتے ہوئے دشمن کے مقابل ہوئے:

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ میدان کارزار میں

انــا ابـن عـلـی الـخـیـر مـن آل هــاشـم
کـفـانـی بـهـذا مـفـخـراحـیـن افـخـر
وجـدی رسـول الـلّٰـه اکـرم مـن مشـی
ونـحـن سـراج الـلـه فـی الـنـاس ازهـر
وفـــاطـــمـة امـــی ســلالة احـــمـــد
وعـمـی یـدعـی ذاالـجـنـاحـیـن جـعـفـر
و فـیـنـا کـتـاب الـلـه انـزل صـادقـا
وفـیـنـا الهـدی والـوحـی والـخـیـر
یذکر و شیعتنا فی الناس اکرم شیعة
و مـبـغـضـا یـوم الـقـیـمة بـخـسـر

ترجمہ: "میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیٹا بہترین آل ہاشم ہوں اگر مجھے فخر کرنا ہوتا تو یہی فخر کافی ہے کہ میں حسین ابن علی المرتضی (رضی اللہ عنہ) ہوں۔ میرے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام سلف سے بزرگ

ہیں اور ہم لوگوں میں اللہ کے روشن چراغ ہیں ۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا میری والدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ہیں ۔ میرے چچا حضرت جعفر ہیں جن کا لقب ذوالجناحین اور طیار ہیں ۔ ہم ہی میں اللہ تعالیٰ کی کتاب کا نزول ہوا جو سب سے سچی اور ہدایت کرنے والی ہے ہم ہی میں ہدایت اور وحی اور بھلائی مذکور ہے ۔ ہمارا قبیلہ تمام قبیلوں سے بزرگ ہے اور ہمارا مبغوض یعنی جس پر ہمارا غصہ ہوا اور جو ہمیں غصہ میں لائے وہ قیامت کے دن خسارے میں ہوں ہوگا''۔

آپ یہ رجز پڑھتے اور دشمن بے دین پر حملہ کرتے تھے لشکر سعد سے جو پہلوان نکل کر آتا تھا حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ایک ہی وار میں واصل جہنم ہوتا تھا یہاں تک کہ آپ نے کشتوں کے پشتے لگا دیئے اس وقت بازوئے حسین بن علی سے بڑے بڑے بہادر بید کی طرح لرزاں اور ہراساں تھے اُس بہادر میدان کارزار سے عرب کے بڑے بڑے تکوریئے دنگ اور عاجز تھے اس شیر شجاع بنی ہاشم سے عراق کے نامی گرامی دلیر لومڑی کی طرح سوراخ تاکتے اور سامنے نہ آتے تھے ۔ جب حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ تادیر میدان میں مقابل کے منتظر کھڑے رہے اور لشکر اشقیاء سے کوئی بھی باہر نکل کر نہ آیا تو آپ ہی خود لشکر میں گھس گئے اور سینکڑوں نابکاروں کو دوزخ میں پہنچایا پھر تو ان مردودوں نے باہم اتفاق کر کے زہرا کے لعل پر چاروں طرف سے تیر بارانی شروع کی اور نیزوں تلواروں کے زخم سے اُس جسم نازک کو چور چور کر ڈالا۔

شمر ذی الجوشن السکونی ایک بڑی فوج ہمراہ لئے قتال کرتا تھا اس کے بعد وہ نامرد حرم محترم میں لوٹ کے ارادہ سے دوڑے۔

آپ نے زور سے للکار کر فرمایا اے بے عقلوں شیطان کے گروہ، گو تم کسی دین پر متدین نہیں ہو۔ اور قیامت کا خوف نہیں رکھتے ہو اور اپنے رسم و رواج اور عادات سے بھی غافل ہو مگر تم لوگ احرار ہو اپنی نسب کی طرف رجوع کرو اگر عربی ہونے کے مدعی ہو تو بتلاؤ اہل عرب کی لڑائی کا یہی طریقہ ہے میں تم سے مقابلہ کر رہا ہوں یا عورتیں۔ عداوت مجھ سے ہے یا عورتوں سے، بیعت یزید سے میں نے انکار کیا ہے یا عورتوں، نے بہتر یہ ہے کہ اپنے کمینوں اور نادانوں کو میرے حرم کے تعرض سے منع کرو کیونکہ عورتوں نے تم سے جنگ نہیں کی ہے۔

شہادت

شمر ذی الجوشن ملعون نے اپنے ساتھیوں اور ہمراہیوں سے کہا اے بہادرو، حسین کے حرم میں نہ جاؤ اور کہا افسوس کی بات ہے کہ ایک شخص اور وہ بھی زخموں سے چور تم سے نہیں مارا جاتا تم کس چیز کا انتظار کر رہے ہو، اگر انعام کے طالب ہو تو امام حسین رضی اللہ عنہ کا کام تمام کر دو۔ یہ سنتے ہی ان بے حمیتوں نے تیر اور تلوار کی بوچھاڑ شروع کی یہاں تک کہ آپ بیتاب ہو کر اسپ زین سے فرش زمین پر گر پڑے عمرو بن سعد نے اپنے رفیقوں سے کہا کہ گھوڑوں سے نیچے اتر آؤ اور جلد اس تن کو بے سر کو دو۔

پس نصر بن خرشہ گھوڑے سے کودا اور تلوار سے مذبح حسین کو کاٹنے لگا۔ سعد یہ دیکھ کر سخت غضبناک ہوا اور اس شخص کو جو اس کے سیدھے ہاتھ پر تھا کہنے لگا کہ گھوڑے سے اتر چنانچہ خولی بن یزید الاصحی گھوڑے سے اترا اور سید معصوم امام مظلوم کے تن خستہ سے سر کو جدا کر ڈالا۔ افسوس صد افسوس اسے دنیائے دوں۔

انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اہل بیت کی بے حرمتی

اُدھر اشقیا خیمہ اطہر میں دوڑے اور بارہ اہل حرم کو جن میں بنی ہاشم کے بچے، حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی بہنیں بیٹیاں اور بیبیاں وغیرہ تھے پنجہ ظلم میں گرفتار کرلیا اور عمرو بن سعد کے حکم سے شہداء کی لاشیں گھوڑوں کے سموں سے پامال کرائی گئیں۔

ساتھیوں سے خطاب

ترجمہ متعارف طبری میں مذکور ہے کہ جب خیمہ اطہر سے شور وفغاں کی آواز آئی آپ نے بیبیوں کو رونے سے منع کیا فرمایا اور آسمان کی طرف نظر کر کے کہا مولیٰ کریم! تو جانتا ہے کہ اس قوم ناحق شناس نے مجھ سے خود ہی بیعت کی۔ اب عہد شکنی کر کے خود ہی میرے خون کے پیاسے ہیں اے میرے پروردگار تو میرا بدلہ ان سے لے اسکے بعد آپ نے اپنے تمام اعزہ اور رفقاء جو آپکے ہمراہ تشریف لائے تھے جمع کر کے کہا اے لوگو، تم اپنے حق خدمت گزاری بجالائے اور تابعداری کے حقوق ادا کر چکے میں آج اشقیاء کے پنجہ ظلم میں گرفتار ہوں میں نہیں چاہتا کہ میرے سامنے تم اپنا گلا کٹاؤ اور یہ حال زار مجھے دکھاؤ میں تمہیں دشمنوں کی حرب کے لیے اور ان کے تلواروں کی چمک دکھانے کے لیے نہیں لایا مگر کیا کروں مشیت ایزدی اسی کو مقتضی تھی اب ہم تھوڑے ہیں اور وہ بہت۔ میں اپنی جان سے بالکل ناامید ہوں کسی طرح رہائی کی امید نہیں کی جاسکتی میں آج بخوشی تم کو جانے کی رخصت دیتا ہوں کہ جہاں تم چاہو چلے جاؤ تم نے مجھ سے بیعت کی اور وفا کی میں تم سے خوش ہوں اور میرے جد امجد تم سے راضی۔

محبان حسین رضی اللہ عنہ کا جواب

آپ کے رفیقوں نے عرض کی کہ اے فرزند رسول اور اے جگر گوشہ بتول یہ آپ کے کیسے خیال ہیں دین ودنیا کی دولت اور آخرت کی نعمت تو حضرت کے قدموں کے تلے ہے بھلا ہم ان قدموں کو چھوڑ کر کہاں جائیں اور روز قیامت خدا کو کیونکر منہ دکھائیں اور آپکے جد امجد کے سامنے کون سا عذر پیش کریں جب ان کے فرزند کو دشمنوں کے پنجہ ظلم میں دیدۂ دانستہ سونپیں۔ اب ہم کہاں جائیں یہ بے قدر جانیں آپ کے قدموں پر فدا کرنا دارین کی سعادت جمع کرنا ہے۔

پس آپ نے انہیں لوگوں کو اپنا لشکر بنا کر مورچال کا حکم فرمایا اتنے میں ایک شخص طرباخ نام جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قدیم خادم تھا اور اسی اطراف ونواح میں سکونت رکھتا تھا آپ کی گرفتاری کی خبر سن کر اونٹ پر بیٹھا ہوا آیا اور حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے عرض کی اے حیدر کرار کی نشانی اٹھو اور اس اونٹ پر بیٹھو میں آپ کو ان ظالموں کے ہاتھ سے چھڑا کر اپنے قبیلہ میں پہنچا دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اے طرباخ زن وفرزند کو چھوڑنا اعزہ اور رفقاء سے منہ موڑنا بڑی بے حمیت اور اچھی بات نہیں ہے یہ سن کر اس نے کوئی جواب نہ دیا اور زار زار روتا ہوا واپس چلا گیا اور اسی رات کو آپ نے وہ خواب دیکھا جو مفصل پہلے بیان ہو چکا ہے اور اسی رات کی صبح جو عشرۂ محرم اور جمعہ کا دن تھا۔ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے تیمم کر کے صبح کی نماز پڑھی ابن سعد نے لشکر آراستہ کیا اور منتظر پیکار رہا۔

یزیدی فوج سے خطاب

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نماز سے فارغ ہو کر دلدل علی پر سوار ہوئے اور خیمہ اطہر میں سب کو رخصت کر کے میدان وغا میں تشریف لائے اتمام

حجت کے لیے گھوڑے سے اتر کر ناقہ پر سوار ہوئے حتیٰ کہ سب لوگوں نے آپ کو دیکھ لیا سب سے پہلے خطبہ پڑھا پھر فرمایا اے لوگو دیکھو اور غور کرو ترسا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گدھے کے سم کو کیسا عزیز رکھتے ہیں۔ یہودی اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیز علیہ السلام کی کوئی چیز پالیتے ہیں کیسی تعظیم وتوقیر کرتے ہیں اسی طرح ہر دین وملت کے لوگ اپنے پیشواؤں کی یادگار کو دوست رکھتے ہیں میں تمہارے پیغمبر کا نواسہ ہوں اگر میرے ساتھ اچھا سلوک نہ ہو نہ سہی مگر ایذا بھی نہ دو اور میرے قتل اور خونریزی سے ہاتھ اٹھاؤ۔ میں مدینہ میں اپنے جد بزرگوار کی قبر انور کے نزدیک بیٹھا تھا وہاں سے مکہ بلایا اور مکہ سے سینکڑوں خطوط بھیج کر کوفہ بلایا جب میں یہاں آیا تو تم میرے مقابلہ میں آئے اور میرے ساتھ بیوفائی کی بھلا سوچو تو کوئی میزبان کسی مہمان کے ساتھ ایسا کرتا ہے جو تم میرے ساتھ کر رہے ہو۔ آپ یہ فرما رہے تھے اور دشمن بے دین خاموش کھڑے سنتے تھے جب کوئی جواب نہ ملا تو فرمایا الحمد للہ میں اتمام حجت کر چکا اب حجت خدا تم پر ہے اور تمہارے لیے مجھ پر کوئی حجت نہیں پھر آپ نے دوبارہ نام لے لے کر فرمایا کہ اے فلانے فلانے کیا تمہیں یاد نہیں کہ تم نے مجھے قاصد بھیج کر بلایا اب میرے خون کے پیاسے ہو، ان بے غیرتوں نے اتنا جواب دیا کہ ہم تمہاری بیعت سے بیزار ہیں۔ فرمایا الحمد للہ کہ تمہاری خدا پر کوئی حجت باقی نہ رہی پھر آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

اور یہ کلمات زبان پر لائے۔

اللهم انت ثقتي في كل كربة وعدتي عن كل شدة وقوى عند كل ملتمد وجاري في كل حالة وانت ولي في كل نعمة و منتهي في كل غاية اكفني ياارحم الراحمين۔

یہ فرما کر اونٹ کو بٹھایا اور گھوڑے پر سوار ہوئے۔

ایک دشمن جل گیا

لشکر کی صف آرائی اور ترتیب کر کے لشکر کے آگے منتظر مقابل کھڑے ہوئے تا کہ انہیں سے ابتدا ہو اور فرمایا ہاشمی بازو کا زور جسے امتحان کرنا ہے اور رگِ حیدری کا جوش جسے جھیلنا ہے وہ آج میدان میں آئے اور ذوالفقار علی کے لیے سینہ سپر کرے اتنے میں لشکر سعد سے ایک خرانٹ عبداللہ نامی گھوڑے کو جولان دیتا فراٹے بھرتا ہوا آیا، دیکھا کہ امام کے اہل وعیال کے خیمہ کے گرد خندق ہے اور چاروں طرف آگ روشن ہو رہی ہے۔ آپ نے صرف حفاظت اہل وعیال کے لیے خندق کھود کر آتش زدگی کی تھی تا کہ وہاں کوئی جانے نہ پائے۔ عبداللہ بولا اے حسین تمہیں بشارت ہو کہ تم نے آخرت کی آگ سے پہلے ہی دنیا میں آگ اختیار کی۔ آپ نے کہا اے خدا اس ملعون کو ہلاک کر، تا کہ دروغ گوئی کی سزا پائے ابھی زیرلب تک یہ الفاظ نہ آئے تھے کہ گھوڑا دبائے ہوئے دوڑا اور خندق کے قریب پہنچا وہاں اس کے پاؤں لڑکھڑائے اور خندق میں جا پڑا، اللہ تعالیٰ نے اس ملعون کو ایک آن میں جلا کر راکھ کر دیا۔

سب سے پہلا تیر ابن سعد نے چلایا

پھر عمرو بن سعد نے ترکش سے تیر کھینچا اور کمان پر رکھ کر کہا دیکھو گواہ رہو پہلے پہل امام پر میں ہی تیر چلاتا ہوں اس کے بعد دو شخص ابن زیاد کے غلاموں میں سے زیاد اور سالم لشکر سعد سے باہر آئے اور مبارز طلب کیے امیر المومنین حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے لشکر سے حیدر بن مظہر اور یزید بن الحسین نام باہر نکلے اور دونوں بہادروں نے ان بدبختوں کو ایک ہی وار میں واصل جہنم کیا۔

پھر لشکر سعد سے ایک اور شخص معقل بن یزید نامی باہر آیا اُدھر سے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے وہی فرزند و دل بند نکلے اور بات کی بات میں اس مردود کو تہ تیغ کر ڈالا پھر ایک اور شخص نکلا اسے بھی قتل کر ڈالا اس کے بعد لشکر سعد سے مزاحم بن حرب جو عراق کے نامی گرامی اور بہادروں میں سے ایک بڑا بہادر شخص تھا آیا اور لشکر امام سے نافع بن ہلال نامی نکلے اور ایک ہی ضرب تیغ میں اس موذی کو دوزخ میں پہنچایا۔ جب دن چڑھا اور گرمی پیدا ہوئی تو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے رفقاء پر تشنگی غالب ہوئی عمرو بن الحاج نے جو لشکر سعد کا سردار تھا اور میمنہ پر جگہ رکھتا تھا اپنی فوج سے کہا اے لوگو حسین نے دل مرگ پر رکھا ہے اور اب ان میں سے کوئی بھی باہر نکل کر نہیں آتا ہے ہم کو اتفاق کر کے ایک ہی دفعہ حملہ کرنا چاہیے۔ عمرو بن سعد کو بھی یہ رائے بہت پسند آئی تیر انداز کی جماعت کو آگے آگے روانہ کیا تاکہ چاروں طرف سے تیر بارانی کریں جس سے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے رفقا زخمی ہوں پھر تو اشقیا نے نیزوں کا مینہ اور تیروں کی بوچھاڑ شروع کر دی حتی کہ لشکر امام میں سے بیس اعزا نے شربت شہادت پیا اس وقت حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے خود لشکر سعد میں جانے اور ان سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا مگر باقی عزیزوں نے آپ سے دست بستہ عرض کی کہ اے ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک ہمارے دم میں دم ہے اور ایک بھی ہم میں سے زندہ ہے اس وقت تک آپ کو حرب کے لیے نہ جانے دینگے کیا ہم اپنی آنکھوں سے آپ کے حال زار کو دیکھیں اور زندہ رہیں اس پر اثر تقدیر سے آپ کے آنسو نکل پڑے اور فرمایا:

احسن اللہ لکم جزاء عمر الجزل۔

تمام رفقاء شہید

الغرض لشکر امام میں سے ایک ایک نکلتا اور شربت شہادت نوش کرتا تھا اور جو شخص جاتا تھا دوسرا کہتا تھا کہ میں بھی تیرے پیچھے آتا ہوں اسی طرح تمام رفقاء جو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی شہید ہو گئے اور بجز بھائیوں بھتیجوں فرزندوں کے دوسرا نہ رہا پھر تو سید معصوم اور امام مظلوم چلا اٹھے اور لوگوں کو وداع کر کے کہنے لگے لو اب میری باری آئی ہے میں بھی اپنے یاروں جیسا ظالموں کے ہاتھوں سے مارا جاؤں گا اور اشقیا اپنے دل کا حوصلہ نکالیں گے اس وقت باقیماندہ اہل بیت اطہار نے عرض کی جب تک ہم میں سے ایک بھی زندہ ہے آپ کے لڑائی میں جانے کو گوارہ نہ کریں گے ہمارے بعد آپ مختار ہیں۔

حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کی شہادت

پس سب سے اوّل آپ کے بڑے فرزند حضرت علی اکبر قدموں پر گر کے التجا کرنے لگے کہ بابا جان علی اکبر کے وہ دن سامنے نہ آئے کہ آپ تو شربت شہادت نوش فرما کر روضہ رضوان تشریف فرما ہوں اور میں یتیم تنہا پنجہ ظالموں میں گرفتار رہوں بہتر یہ ہے کہ مجھے اجازت دیجئے اور اپنے اوپر سے فدا کیجئے آپ فرط محبت فرزند سے رخساروں مبارک پر آنسوؤں کی ندی بہاتے اور فرماتے تھے اے علی اکبر کون سے دل سے رن میں جانے کی اجازت دوں۔ اور تیرے نازک بدن کو زخموں سے چور چور دیکھوں مگر زیادہ اصرار سے حضرت امام مغموم نے دل کو تھاما اور فرزند کے بدن پر اپنے ہاتھ سے ہتھیار لگا کر میدان کی اجازت دی تب تو حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ لشکر اعدا سے لڑنے پر آمادہ ہوئے اور ایک ہی وار میں صف دشمن کو پریشان کر دیا اُس شہسوار عرصہ کارزار نے پے

درپے دس حملہ کئے ہر حملہ میں دو تین نامی گرامی پہلوانوں کو دوزخ میں پہنچاتا تھا۔

غرض کہ اسی طرح تادیر لڑتے رہے مگر جب تشنگی نے غلبہ کیا اور شہر بانو کے لعل کی زبان سوکھ کر کانٹا ہو گئی تو باپ کے پاس آئے اور عرض کرنے لگے اے باپ کمال تشنگی نے مضطرب ماہی بے آب کی طرح کر رکھا ہے امام نے فرمایا اے فرزند میری جان تم پر سے فدا ہو میں کیا تدبیر کروں پھر اپنی زبان حضرت علی اکبر کے منہ میں دے دی جس سے فی الجملہ پیاس سے کچھ تسکین حاصل ہوئی۔

آپ پھر میدان میں آئے اور ایک ہی حملہ میں عراق کے بڑے بڑے بہادروں شیث اور طلحہ بن طارق وغیرہ اکثر اشقیاء کو داخل جہنم فرمایا آخر کار قرہ بن سعد پیچھے کی جانب سے آیا اور اس نبی کی تصویر پر ایسے زور سے تلوار ماری کہ آپ زمین پر گر پڑے اشقیا دوڑے اور حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کی لاش کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ حال دیکھ کر آنسو بہائے اور آواز بلند کی اور اندرونِ خیمہ سے باہر آئے اور اپنی آپ کو حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ پر ڈال دیا اور ایک شور وغوغا برپا ہوا۔

حضرت عبداللہ اور جعفر بن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت

ان کے بعد حضرت عبداللہ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے فرزند اجازت کے لئے آئے اور عرض کی اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند مجھے بھی رن میں جانے کی اجازت دیجئے تاکہ اپنے والد بزرگوار حضرت مسلم رضی اللہ عنہ اور اپنے دونوں بھائیوں سے جنت میں جا کر ملوں ۔ آپ نے چار ناچار انہیں بھی اجازت دی عبداللہ صف اعداء میں آئے اور شمشیر آبدار کے بہتوں کو جوہر دکھائے یہاں تک کہ مرد صبیح نامی نے ایسا تاک کر تیر مارا کہ آپ کا ہاتھ چھد گیا

اور پھرتے وقت اُسی ملعون نے ایک اور تیر مارا جو پشت سے نکل کر پار ہو گیا عبداللہ بھوکے پیاسے پہلے ہی ضعف سے نڈھال تھے دو چار زخموں سے چور ہو کر بے حال ہو گئے اور جام شہادت پیکر جنت الفردوس کو سدھارے پھر حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت جعفر بن عقیل رضی اللہ عنہ عرصہ کارزار میں آئے اور تادیر لڑ کر جنت کو روانہ ہوئے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کے یارومددگار

بجز ان پانچ بھائیوں حضرت عبداللہ، حضرت عباس، حضرت جعفر، حضرت عثمان، حضرت محمد اور محمد بن حنفیہ برادر حسین اور حضرت عمرو بن علی رضی اللہ عنہم (یہ دونوں معرکہ کربلا میں حاضر نہ ہوئے تھے) اور آپ کے ایک بھتیجے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے اور آپ کے فرزند امام زین العابدین رضی اللہ عنہ جو صاحب فراش تھے اور اس وجہ سے خیمہ سے باہر نہ آتے تھے اور کوئی باقی نہ رہا۔

حضرت قاسم بن سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ جن کا عنفوان شباب تھا یعنی ۱۹ سال کے تھے خیمہ سے نکلے اور شمشیر کھینچی حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے قاسم تم میرے بھائی کی نشانی ہو ابھی خورد سال بھی ہو تمہیں شہادت کی کس دل سے اجازت دوں۔ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ نے بے حد اصرار کر کے کہا اے میرے چچا میں پیغمبر خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ مجھ سے ہاتھ اٹھائیے۔

غرض کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے اجازت لیکر شمشیر میان سے کھینچ کر صف اعداء پر دائیں بائیں حملہ کرنے لگے جو سامنے آتا تھا جان سلامت لے کر نہ جاتا تھا پھر تو فوج اعداء میں کھلبلی پڑ گئی اور تلاطم عظیم پیدا ہوا۔ اتنے

میں لشکر اشقیاء میں سے ایک ظالم نے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا اور شمشیر سے دو نیم کر دیا۔ آپ نے اپنے عم بزرگوار کو پکارا حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ تن تنہا لشکر اعداء سے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کو خیمہ میں اٹھا لائے اور اپنے زانوئے مبارک پر ان کا سر رکھ کر گرد و غبار پوچھنے لگے کہ ناگاہ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کے قفس جسد عنصری سے طائر روح پرواز کر گئی۔ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کے بعد پانچویں بھائی ایک ہی دفعہ باہر نکلے ان کو دشمنوں نے گھیر لیا اور سب کو شہید کر ڈالا اب سوائے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور سید الساجدین حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے جو فرش مرض پر پڑے ہوئے۔

رفقا کا حال زار سحر آنکھوں سے آنسوں جاری ہو گئے خیمہ اطہر میں کوئی مرد باقی نہ رہا تب تو آپ ہی نے میدان میں گھوڑا ڈالا اور اعداء کو للکارا کہ لو تمام آل عبا کی ڈوبی ہوئی کشتی میں ایک میں ہی رہ گیا ہوں آؤ اور مجھے بھی غرقابہ ہلاکت میں ڈالو اعدائے بے دین دور سے تیر چلاتے اور نیزے اڑاتے تھے اچانک ایک ملعون کا تیر آپ کے گھوڑے پر لگا حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے پیادہ ہو کر لشکر دشمن پر حملہ کیا اور کشتوں کے پشتے لگا دیئے مگر تشنگی کے غلبہ گرسنگی کی شدت حملوں کی کثرت کی وجہ سے آپ بالکل ست اور پریشان ہو گئے اور زخموں سے چور ہو گئے تھے انجام کار ظہر کے وقت ادائے نماز کے لیے رو بقبلہ ہو بیٹھے اور جناب باری تعالیٰ سے راز و نیاز ہونے لگے اشقیاء بے دین میں سے کسی کو یہ جرأت نہ تھی کہ آپ پر ہاتھ اٹھائے جو شخص آپ کو شہید کرنے کے لیے آتا تھا وہ یہ سوچتا تھا کہ اگر میں ان کو قتل کروں گا تو ان کے خون کا وبال میری گردن پر ابدالآباد تک رہے گا اس وجہ سے جھجک کر واپس چلا جاتا۔

حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہ کی شہادت

اتنے میں خیمہ اطہر سے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے معصوم بچے علی اصغر جو ابھی یک سالہ ہی تھے رونے کی آواز آئی اور اس کی دردناک آواز نے آپ کو بے چین کر دیا یہاں تک کہ اسی حالت میں خیمہ میں دوڑے گئے اور اس ننھے سے معصوم بچے کو گود میں اٹھائے ہوئے لائے اور فرمایا اے ناعاقبت اندیشو اس معصوم صغیر بچے کو تو ایک گھونٹ پانی دو اور ہمیشہ کے عذاب سے بچو۔ آپ یہ ارشاد فرماتے اور آنسو بہاتے تھے کہ اتنے میں لشکر اعداء میں سے ایک ملعون نے پانی کے عوض ایسا جوڑ کر تیر مارا کہ حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہ کے کان میں لگا اور ساقی حوض کوثر کے ہاتھ سے جام شراب پیا آپ "انا للّٰہ و انا الیہ راجعون" پڑھتے ہوئے تشریف لائے اور کہا لو شہر بانو تمہارے فرزند دل بند ہم سے پہلے ہی جام کوثر سے سیراب ہو گئے یہ کہہ کر فرمایا اے خدا مجھے ان مصیبتوں اور سختیوں پر صبر عطا فرما۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی بہادری

الغرض جب امام حسین رضی اللہ عنہ پر پیاس کا غلبہ ہوا تو آپ لب فرات پر تشریف لے گئے اور چلو بھر کر پینے کا ارادہ کیا شمر لعین نے لشکر سے کہا خبردار حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے ہاتھ نہ اٹھاؤ اور ایک قطرۂ آب اس کے منہ تک نہ پہنچنے دو کیونکہ وہ پیاس کی وجہ سے سست وضعیف ہیں اگر پانی پی لیں گے تو از سر نو زندہ ہو جائیں گے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے تھوڑا سا پانی اٹھا کر منہ میں لے لیا اتنے میں ایک شقی نے ایسا تیر مارا کہ آپ کے منہ پر لگا آپ نے پانی منہ سے ڈال دیا اور تیر منہ سے کھینچ کر واپس آئے اور منہ سے خون ٹپکتا تھا پھر خیمہ کے پاس آ کر کھڑے ہوئے ادھر عمرو بن سعد آپ کے قتل کا ارادہ کر کے

نزدیک آیا حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو مجھے قتل کرنے آیا ہے عمرو شرمندہ ہوکر خود تو لوٹ گیا اور یزیدیوں سے کہا اے لوگو اب سستی کیوں کرتے ہو اور مخالف کا محاصرہ کیوں نہیں کرتے یہ سنتے ہی یزیدیوں نے زوردار آپ پر حملہ کیا مگر تب بھی اس شیر کارزار نے حملہ کرکے ایک بڑے جرار لشکر کو پسپا کردیا۔ شمر اور سعد بن عمرو دور ہی سے دیکھتے اور لشکر کو للکارتے تھے انجام کار عمرو نے شمر سے کہا اے شمر تو نے حسین رضی اللہ عنہ جیسا بہادر آدمی کبھی دیکھا ہے۔ دیکھ اس کے تمام اہل بیت اس کے سامنے شہید ہو گئے اب تن تنہا بے یار و مددگار ہے۔ ان کے بدن پر چند جگہ کاری زخم بھی لگ گئے ہیں پھر بھی کس قدر جرار لشکر سے مقابلہ کر رہے ہیں یہاں امام حسین رضی اللہ عنہ ان یزیدیوں سے لڑتے رہے اور دس بارہ یزیدی اور چار سواروں کو تیغ بے دریغ سے دوزخ میں پہنچایا آپ کے نازک جسم پر چونتیس زخم کاری لگے تیس زخم شمشیر کے تھے اور تین نیزہ اور تیر کے۔ جب تمام بدن کا خون نکل گیا اور پیاس نے اور بھی غلبہ کیا تو آپ غایت ضعف سے نڈھال ہوکر زمین پر گر پڑے۔ شمر آپ کا یہ حال دیکھ کر بڑے بڑے بہادروں اور اپنے مخصوص دوستوں کو ساتھ لے کر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے لیے دوڑا۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ بھی تلوار پکڑ کر کھڑے ہو گئے اور ان سے جنگ کرنے لگے اُس وقت زرعہ نامی شخص نے امام کے ایک تلوار ماری آپ نے اُس تلوار کو اپنے ہاتھ پر روکا جس سے مونڈھے تک ہاتھ کٹ کر گر پڑا حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اُس ملعون کو قتل کرنے کے لیے اٹھے مگر پھر گر پڑے جس سے زرعہ بالکل جان گیا کہ بس اب امام حسین رضی اللہ عنہ کا کام تمام ہو گیا وہ ملعون آپ کا مبارک سر کاٹنے آیا مگر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اسی حالت میں خیمہ میں آنے کے ارادہ سے اٹھے اور جلد جلد قدم اٹھا کر خیمہ میں چلے زرعہ

لعین بھی پیچھے چلا آتا تھا۔ جو ہیں آپ خیمہ میں گئے اُس مردود نے پیچھے سے آ کر ایسا حربہ مارا کہ سینہ مبارک سے پار ہوگیا۔ اور آپ اوندھے گر کر وفات پا گئے۔ خیمہ اطہر سے رونے کی آواز آئی اور شور قیامت برپا ہوا۔ افسوس صد افسوس اے دنیائے دوں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

شمر ذی الجوشن یہ دیکھ کر دوڑا اور آپ کا سر تن سے جدا کر ڈالا اور قیس بن اشعث نے آپ کے تن مبارک سے پیراہن کھینچ لیا اور حبیب بن بدیل نے آپ کی شمشیر پر اپنا قبضہ کر لیا۔

خیموں سے لوٹ مار

شمر نے خیمہ میں اہلبیت اطہار کو جا لوٹا بیبیوں کے سروں کے دوپٹے اتار لیے اور بیبیوں نے رونا شروع کیا، عمرو بن سعد یہ آواز سن کر خیمہ میں آ کر دیکھتا کیا ہے کہ شمر شمشیر برہنہ کئے ہوئے ہے اور حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کو جو بستر علالت پر پڑے ہیں شہید کرنا چاہتا ہے اس نے جاتے ہی اس کی تلوار کے قبضہ کو پکڑ کر کہا تجھے شرم نہیں آتی کہ قطع نظر مریض ہونے کے یہ ابھی بچہ ہے تجھ سے مقابلہ کے لیے قدم نہیں اٹھایا۔ شمر نے کہا بیشک یہ بات ٹھیک ہے مگر عبیداللہ بن زیاد کا مجھے حکم ہے کہ آل عبا کا کوئی مرد بچہ باقی نہ چھوڑو۔ عمرو بن سعد نے اس کے جواب میں کہا مسلمانوں کے اصول میں کافروں کے بچوں بیبیوں کا مارنا بھی ناجائز ہے اور یہ تو مسلمان کا فرزند ہے تو اسے ابن زیاد کے پاس لے جا وہ جو چاہے گا اس کے حق میں کرے گا۔

جسم اطہر کی بے حرمتی

شمر اور عمرو بن سعد معہ لشکر کے، وہاں سے اپنے مقام میں واپس آئے

اور شہداء مظلومین کی لاشیں میدان میں پڑی ہوئی دیکھ کر شمر نے کہا عبید اللہ بن زیاد نے مجھے یہ کہا تھا کہ امام کی لاش گھوڑوں کے سموں سے پامال کرنا۔

چنانچہ اس موذی کی اجازت سے بیس گھوڑے دوڑائے گئے اور امام مظلوم کا نازک جسم ان کے سموں سے پامال کرایا گیا اور آپ کی مبارک ہڈیاں ان کے نعلوں سے چورا چورا کرائی گئی۔ وہ رات تمام اشقیا لعنتہم اللہ اجمعین نے شاہانہ جشن میں گزاری۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی خواہش

ترجمہ مختصر طبری میں یوں آیا ہے کہ حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سید الساجدین امام زین العابدین رضی اللہ عنہ جو ایک عرصہ سے بیمار تھے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے آئے اور عرض کرنے لگے یا امیر المومنین مجھے بھی رن میں جانے کی اجازت دیجئے تا کہ دشمن بے دین کو اپنی تیغ کے جوہر دکھاؤں اور آپ کے قدموں پر جان نثار کر کے حق فرزندیت ادا کروں اور اپنے بھائی حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کی طرح اپنے جد امجد کی خدمت بابرکت میں پہنچوں امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے پسر تیری وجہ سے میری نسل کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا اگر تو بھی آج دشمنوں کے ہاتھ سے شہید ہو گا تو میری نسل بالکل قطع ہو جائے گی۔

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی نصیحت

اتنے میں حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور خیمہ اطہر میں لے گئیں پس حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اہل بیت کو الوداع کیا۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو گلے لگا کر کہا لو بیٹا خدا حافظ میں نے تمہیں خدا کو سونپا۔ بیٹا میری شہادت کے بعد دشمنوں سے حرب نہ کرنا

مصیبتوں پر صبر ایذاؤں پر دکھ سہنا مگر کسی حال میں استقلال موروثی کو نہ چھوڑنا یہ کہہ کر بیبیوں سے رخصت ہوئے رسول اللہ ﷺ کا جامہ پہنا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذوالفقار کندھے پر رکھی حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا پٹکا زیب کمر کرکے صف کارزار میں باواز بلند فرمایا کہ اے میرے جدامجد کی شفاعت سے محروموں تمام اہل بیت اطہار رسول خدا میں ایک میں ہی یادگار رہا ہوں آؤ اور خبث باطن کا اظہار کرو یہ سنتے ہی فوج اشقیا آپ پر ٹوٹ پڑی اور چاروں طرف سے تیروتلوار کی بوچھاڑ شروع ہوگئی۔

اہلبیت اطہار سے شوروغوغا پیدا ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی یہی یادگار تھی حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے بھی نہایت دلیری سے دشمنوں کے ساتھ قتال کیا اور میمنہ ومیسرہ کو درہم برہم کرڈالا اور بہت سے لوگوں کو داخل جہنم کرکے خود شہید ہوگئے آپکا گھوڑا خیمہ طہر میں دوڑا ہوا آیا اس کتاب میں ایک طول طویل قصہ اور نئی نئی باتیں مندرج ہیں مگر مومنوں کے رقت قلب کے لیے اسی قدر کافی ہوسکتی ہیں۔

اللھم صل علی محمد والہ وسلم

القصہ جب امام مع اپنے رفقاء کے جنت کو تشریف فرما ہوئے تو کمبخت عمروبن سعد نے آپ کے اہل وعیال کو اسیر کیا اور امام مظلوم کا سر مع آپ کے یاروں کے سروں کے بشیر بن مالک کی ہمراہی سے ابن زیاد بدنہاد کے پاس کوفہ میں بھیج دیا چنانچہ سید مظلوم اور آپ کے ساتھیوں کے مبارک سر عبداللہ کے سامنے رکھے گئے اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل نے ابن زیاد کے دربار میں یہ اشعار پڑھے:

املاء رکابی فضۃ وذھبا انی قتلت السید المحجبا

قتلت خیر الناس اباً واماً و خیرھم اذیذ کروں نسبٌ

پس ان اشعار کے سنتے ہی اس موذی کے نائرہ غضب نے اشتعال پکڑا اور کہا اگر تو ان کو ان فضائل کے ساتھ موصوف جانتا تھا تو کیوں قتل کیا تجھے ان کے صلہ میں انھیں کے پاس بھیجتا ہوں چنانچہ اس وقت اس کی گردن ماری گئی۔

خَسِرَ الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃَ ذٰلِکَ ھُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ ○ (سورہ الحج)

ترجمہ: ''دنیا اور آخرت دونوں کا گھاٹا یہی ہے صریح نقصان''۔

(کنز الایمان)

قاتل امام کون؟

''فصول المھمہ فی مناقب الائمہ'' میں بھی اسی طرح منقول ہے واضح ہو کہ امام کے قاتل میں لوگوں کا اختلاف ہے بعض قائل ہیں کہ آپ کا قاتل شمر بن ذی الجوشن ملعون ہے۔ بعض کہتے ہیں تحقیقی بات یہ ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا قاتل منان ابن انس نخعی ہے۔ بعض حضرات ان دونوں کو چھوڑ کر خولی بن یزید اصحی کو کہتے ہیں۔ بعض بطور تطبیق یوں فرماتے ہیں کہ شمر ملعون نے تو آپ کے چہرۂ نورانی پر تلوار ماری اور سنان بن انس کمبخت نے پیچھے سے اس نازک پشت پر نیزہ کا زخم لگایا اور خولی بن یزید موذی نے گھوڑے سے اتار کر سر مبارک تن سے علیحدہ کیا مگر اسی اثناء میں اس کا ہاتھ کانپنے لگا چنانچہ اپنی مدد کے لئے اس نے اپنے بھائی شبل بن یزید کو بلایا اسی جہنمی نے سر اتار کر خولی کو دیا۔

واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

☆=☆=☆

تعداد شہداء اہل بیت کا ذکر

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ میدان کربلا میں آپ کے اہل بیت میں سے حضرت عباس، حضرت عثمان، حضرت محمد، حضرت عبداللہ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ (جو حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے صاحبزادے اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے اخیافی بھائی تھے) اور حضرت قاسم (یہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے تھے)، حضرت عبداللہ، حضرت عمر بعض کے نزدیک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی (جو امام حسن رضی اللہ عنہ کے فرزند اور آپ کے بھتیجے تھے) اور حضرت علی اکبر، حضرت عبداللہ (جو امام حسین رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے تھے) حضرت محمد، حضرت عون (جو آپ کے بھانجے اور حضرت عبداللہ بن جعفر کے فرزند تھے) اور حضرت عبداللہ، حضرت عبدالرحمٰن، حضرت جعفر (جو حضرت مسلم کے بھائی اور حضرت عقیل بن ابی طالب کے فرزند تھے شہید ہوئے اور اپنی پیاری جانیں اپنے بھائی اپنے عم بزرگوار اپنے والد اپنے ماموں پر فدا کیں۔ (رضی اللہ عنہم)

علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ ''کتاب استیاب'' میں حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک دن میں ستر آدمی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے شہید ہوئے اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے ساتھ اہل بیت میں سے سولہ آدمی کہ ان جیسا اس زمانہ میں تمام روئے زمین پر اور کوئی نہ تھا شہید ہوئے۔

اور اسی طرح ابوحاتم کی تاریخ میں بھی مذکور ہے مگر اتنا فرق ہے کہ اوپر کی روایت سے چند اسماء اس میں زائد ہیں چنانچہ سلمان سلح (امام حسن رضی اللہ عنہ کے غلام) اور حضرت محمد بن سعید بن عقیل بن ابی طالب (رضی اللہ عنہم) اور مہاجرین وانصا

رکی اولاد میں سے بھی کچھ آدمی آپ کے ساتھ شہید ہوئے تھے جن کے اسما تحقیق کے ساتھ مندرج کتاب نہیں ہیں نیز حضرت علی برادر رضاعی حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ شہید ہوئے۔

اور بعض مورخین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بابت یوں بھی تحریر فرماتے ہیں کہ ان کو قید کر کے کوفہ میں لے گئے اور وہاں ایک اونچے محل میں پڑسے نیچے پھینک دیا جس کے صدمہ سے ان کے پاؤں ٹوٹ گئے مگر یہ بہادر میدان اسی حالت میں کھڑے ہو گئے اور حملہ کرنے پر نہایت دلیری سے آمادہ رہے لیکن کوفیوں میں سے ایک کمبخت آیا اور انہیں شہید کر ڈالا اور حضرت عثمان بن علی اور حضرت اسد بن جعفر، حضرت عمر بن حسن رضی اللہ عنہم بھی اسی روز شہید ہوئے۔

تاریخ ابی حاتم میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت عباس بن علی رضی اللہ عنہ کو اس وجہ سے سقا کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو دریائے فرات سے پانی لا کر دیا تھا ابھی پینے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ ایک ظالم نے ایسا تیر مارا کہ ہاتھ میں سے پیالہ پھٹ گیا اور آپ کے گلوئے مبارک کو اس سے کسی قدر صدمہ پہنچا جس کی وجہ سے پانی پینا میسر نہ ہوا۔ اسی طرح اعدائے بے دین اور اشقیائے لعین کی تعداد میں بھی اختلاف ہے۔

ترجمہ متعارف طبری میں کل اٹھاسی آدمی لکھے ہیں مگر اس روایت میں صریح ضعف معلوم ہوتا ہے کیونکہ مختصر طبری میں نہایت وثوق کے ساتھ تحریر ہے کہ مخالفین میں سے سینکڑوں بلکہ ہزاروں واصل جہنم ہوئے۔ چنانچہ حضرت علی اکبر اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا ہر حملہ میں صدہا یزیدیوں کا قتل کرنا پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے اور حضرت حر بن یزید ریاحی رضی اللہ عنہ نے پہلے حملہ میں چالیس ملعونوں کو واصل جہنم کیا اسی طرح اور صاحبوں کی بابت بھی ایسا ہی لکھا ہوا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

اہل بیت کی اسیری اور دیگر واقعات کا مختصر ذکر

تاریخ طبری میں مذکور ہے کہ معرکہ کربلا کے بعد عمرو بن سعد نے صرف ایک روز کربلا میں قیام کیا اور اپنے کشتگان کو جمع کر کے تجہیز و تکفین کر کے قبروں میں دفن کیا مگر شہداء اہل بیت کی لاشیں اسی طرح چٹیل میدان میں پڑی رہیں کوچ کے وقت حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیبیاں اونٹوں کے خشک پالانوں پر بے پردگی کے ساتھ بٹھائی گئیں جن کے کپڑے پھٹے ہوئے اور سر برہنہ تھے۔ حضرت امام زین العابدین سید الساجدین رضی اللہ عنہ مغموم و محزون علیحدہ ایک اونٹ پر پڑے ہوئے چلے جا رہے تھے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ اہلبیت اطہار کا جب کوچ ہوا تو لوگوں نے رونے کی دردناک آواز سنی مگر کسی کو بظاہر نہ دیکھا رونے والے روتے تھے۔ اور یہ شعر پڑھتے تھے:

اترجوا امة قتلت حسینا
شفاعة جده یوم الحساب

ترجمہ: "کیا وہ جماعت جس نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا وہ ان کے نانا کی شفاعت کی امید رکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہماری سفارش قیامت کے دن مقبول ہو"۔

کبھی کبھی یہ آواز آتی:

ایها القاتلون جهلا حسینا ابشروا بالعذاب و التسکین
قد لعنتم علی لسان داؤد و موسی و حامل الانجیل

ترجمہ: ''اے حسین کے قاتلو، جاہلو تم کو عذاب کی خوشخبری ہو تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان پر ملعون ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان معجز بیان پر مردود و مطرود ہو''۔

شہداء کے تن بے سر مدفون

القصہ جب عمرو بن سعد اپنے لشکر کے ساتھ کوفہ کو روانہ ہوا تو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی لاش مع اپنے رفقا کے تین روز تک یوہی میدان میں پڑی رہی اور آپ کے تن بے سر کو کسی نے دفن نہ کیا لب فرات کے قریب ایک گاؤں بستا تھا جس کو عاصریہ کہا کرتے تھے وہاں کے کچھ آدمی شہر میں آئے اور کہا اے لوگو، اے خدا کے بندو ان شہیدوں کی جانور بے حرمتی کر رہے ہیں خدا کا خوف کرو اور ان کو چل کر دفن کر دو۔ پس سب لوگوں نے جمع ہو کر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے تن بے سر کو ایک قبر میں باقی شہداء کو ایک جگہ دفن کیا۔ اور جو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے اہل بیت سے تھا اس کی قبر امام کی قبر کے پاس بنائی۔

وہاں خولی بن یزید نے ابن زیاد بدنہاد کے دربار میں سید الشہداء حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک رکھا اور اس کے عقب میں دوسرے روز عمرو بن سعد بھی بیبیوں کو بے پردہ پیراہن دریدہ اونٹوں پر بٹھائے ہوئے کوفہ میں آ پہنچا۔

بے وفا کوفیوں کا رونا

جب کوفیوں نے اہل بیت کی یہ حالت دیکھی تو دھاڑیں مار مار کر روتے اور آنسوؤں کا دریا بہاتے تھے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا بیتاب ہو گئیں اور فرمانے لگیں اے کوفیو تم نے ہی تو اپنے ہاتھ سے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

اور ان کے بچوں اور رفیقوں کو قتل کیا اور اب خود ہی روتے پیٹتے ہو۔

اور یہ اشعار جناب کی زبان پر جاری ہوئے:

ماذا اتقولون اذ قال النبی لکم

ماذا افعلتم و انتم آخر الامم

بعترتی و باھلی بعد مفتقدی

منھم را اسانی وقتلی اخرجو بدم

وما کان ھذا اجزائی اذا نصحت لکم

ان تخلفونی یسوفی ذوی رحم

ابن زیاد کے دربار میں

عبیداللہ بن زیاد نے جب عمرو بن سعد کے آنے کی خبر سنی تو خود قلعہ میں گیا اور شاہانہ فرش سے مکان کو آراستہ کر کے بڑی شان وشوکت کے ساتھ بیٹھا اور عمرو بن سعد کو اندر آنے کی اجازت دی، حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک ایک طشت میں رکھا تھا اور آپ کی بیبیاں بچے مقید اس ملعون کے تخت کے گرداگرد برہنہ سر کھڑی کی گئیں۔ ابن زیاد انہیں دیکھتا تھا اور کہتا تھا:

"الحمد للّٰہ الذی کرب ذا کرب"۔

"یعنی خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمارے دشمنوں کو سختی میں مبتلا کیا"۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی ابن زیاد سے گفتگو

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے صبر نہ ہو سکا اور بے اختیار زبان فیض سے فرمایا:

"الحمد للّٰہ الذی اکرم بحمدہ و طھرنا تطھیرا"

عبیداللہ ملعون نے حضرت ام کلثوم سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"کیف رائیتم قدرۃ اللّٰہ"

''تم نے خدا کی قدرت کیوں کر پائی''۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے فرمایا

"سیجمع اللّٰہ بیننا و بینکم و سیصفنامنکم"

''قریب ہے کہ خدا ہمیں تمہیں قیامت کے دن جمع کر کے انصاف فرمائے گا''۔

اس ملعون نے کہا اے کلثوم تمہارا ابھی بل نہیں نکلا وہی کلام میں دلیری وہی باتوں میں جرأت وہی زبان میں طراری موجود ہے یہ کہہ کر چاہا کہ انہیں کچھ سزا دے مگر عمرو بن سعد نے کہا اے امیر عورتوں کی باتیں لائق اعتبار اور قابل سند نہیں ہوا کرتیں ان کے اقوال چنداں قابل التفات نہیں ہوا کرتے۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا حکم

اسی اثنا میں اُس مردود کی نظر حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ پر جا پڑی کہا یہ کون۔ عمرو بن سعد نے کہا حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہے جو بیماری کی وجہ سے مارا نہیں گیا۔ کہا اس کو بھی جان سے مارو کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ نسل فاطمہ سے کوئی بھی مرد بچہ زندہ نہ رہے یہ سن کر کوتوال کے کانسٹیبل نے حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور دارالامارۃ سے باہر مارنے کے لیے لے جانے کا ارادہ کیا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو تاب نہ رہی جھٹ اپنی چھاتی سے لگا لیا اور فرمایا اگر اس کے مارنے کا ارادہ ہے تو پہلے ہم سب کو مار ڈال کیونکہ اس بچے کا اپنے سامنے مارا جانا ہمیں گوارا نہیں نیز آل عبا کی ڈوبی ہوئی کشتی کا فقط یہی ایک فرزند باقی رہا ہے یہی بچہ ہمارا محرم ہے جب اس کو مار ڈالو گے تو ہم سب

عورتیں بے محرم رہ جائیں گی۔

غرض کہ ایسی ایسی نرم باتوں نے اس شقی کے سخت دل کو موم کر دیا اور حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی جان بچالی چنانچہ عبید اللہ بن زیاد نے کہا کہ میں نے تم کو اس کی جان بخشی۔

یزید کے دربار میں اور اس کی گستاخی

اس کے بعد حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک معہ بیبیوں بچوں کے اونٹوں پر بٹھا کر رحبہ بن قیس کے ہمراہ یزید لعین کے پاس بھیجا۔ یزید نے اہل بیت کی خبر سن کر شاہنہ دربار آراستہ کیا اور جملہ امراء رؤسا کو حاضر ہونے کا حکم اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیبیوں بچوں کو معہ لشکر کے اندر آنے کی اجازت دی۔ چنانچہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک اس ملعون کے آگے رکھا اور اہلبیت اطہار کو اس کے تخت کے دور کھڑا کیا یزید عنید کی نظر جب حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک پر پڑی تو کہنے لگا اے ابو عبداللہ خدا تجھ پر رحم کرے۔ ہم نے بہت چاہا کہ تو اس حال کو نہ پہنچے اور اہل عراق بغیر تیرے قتل کے ہمارے عالی حکم کے مطیع ہوں۔ مگر افسوس تو نے قطع رحم کر کے بغاوت اختیار کی اور جماعت سے علیحدہ ہو کر اس درجہ کو پہنچا اور جو چھڑی ہاتھ میں تھی اس سے بار بار آپ کے لب و دندان کو چھیڑتا تھا۔

حضرت ابو بدرق الاسلمی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت یافتہ تھے یہ لغویات دیکھ کر غصہ ہوئے اور کہنے لگے اے یزید حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے لب و دندان سے اپنی چھڑی دور رکھ خدا کی قسم میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر دیکھا ہے کہ ان مبارک لبوں پر بوسہ دیتے اور منہ سے منہ ملا کر پیار کرتے تھے۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا یزید کو جواب

یزید، امام الساجدین حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا اے علی بن حسین رضی اللہ عنہ تیرے باپ نے قطع رحم کیا اس نے میرا حق نہ پہچانا میرے حق سے نا آشنا رہا۔ اس کا منشا یہ تھا کہ یہ سلطنت خداداد مجھ سے چھین لے مگر خدا نے اس کی یہ تلافی کی۔

حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَھَا ط (سورۃ الحدید)

ترجمہ: ”نہیں پہنچتی کوئی مصیبت زمین میں اور نہ تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں ہے قبل اس کے کہ ہم اسے پیدا کریں“۔

(کنزالایمان)

یزید عنید نے کہا کہ ان کو قید خانہ میں لے جا کر رکھو چنانچہ دس روز تک زندان میں رکھ کر مدینہ جانے کی اجازت دی۔

ضروری وضاحت

واضح ہو کہ یزید پلید کا حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے حق میں (اے ابوعبداللہ خدا تجھ پر رحم کرے) کہنا ترحم کے لیے نہیں ہے بلکہ خیانت و گناہ ثابت کرنے کے لیے ہے کیونکہ اس جیسے کلمات عرب کے محاورہ میں مجرم اور خاطی کے حق میں استعمال کیا کرتے تھے اور سیاق کلام (تو نے قطع رحم کیا وغیرہ) اسی پر دلالت کرتا ہے ”کما لا یخفی علی من له ادنی تتبع“۔

دندان مبارک پر چھڑی مارنا ابن زیاد کی گستاخی

صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ اہل اخبار اس امر میں متفق الکلمہ ہیں کہ

جب اشقیاء نابکار اور اعداء ناہنجار نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر اُتارا اور اہلبیت کو قیدیوں کی طرح انٹوں پر بٹھا کر کوفہ میں ابن زیاد کی طرف روانہ کیا تو عبیداللہ بن زیاد قصر دارالامارۃ میں بیٹھا اور سب لوگوں کو عموماً دربار میں آنے کی اجازت دی جب دربار کا رنگ جم گیا تو سر مبارک اس ملعون کے سامنے ایک طشت میں رکھا گیا وہ مردود دیکھتا اور مسکراتا تھا اور اس لکڑی سے جو ظلم بھرے ہاتھ میں رکھتا تھا بار بار آپ کے لب و دندان مبارک پر مارتا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب عبیداللہ بن زیاد کے دربار میں امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر طشت میں لاکر رکھا گیا تو وہ ملعون آپ کے لب و دندان پر چھڑی مارتا اور آپ کے جمال جہاں آرا میں کچھ نقص بیان کرتا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا بخدا جیسے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تام مشابہت اور پوری مماثلت تھی! وہ کسی دوسرے میں نہ تھی۔ اس وقت آپ کے بال وسمہ کے خصاب سے رنگین تھے۔ (بخاری، ترمذی)

''تہذیب التہذیب'' میں مذکور ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر اور داڑھی کے بال بالکل سیاہ تھے مگر مقدم ریش میں کچھ بال سفید بھی تھے جن پر خضاب کیا ہوا تھا۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی جرأت و بہادری

ابن ابی الدنیا، حضرت زید بن ارقم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ عبیداللہ بن زیاد کے دربار میں جب حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر لایا گیا تو وہ بھی وہاں موجود تھے۔ پس جب ابن زیاد آپ کے لب و دندان پر چھڑی مارنے لگا۔ تو انہوں نے کہا اے بے ادب مردود خدا سے ڈر اور اپنی چھڑی اٹھا۔ بخدا میں نے اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ ان

لبوں کے درمیان بوسہ دیتے تھے یہ کہہ کر زار زار رونے لگے۔ ابن زیاد نے کہا خدا تیری آنکھوں کو ہمیشہ پرآب رکھے اگر تو پیر ضعیف اور بے عقل نہ ہوتا میں ابھی تجھے قتل کر ڈالتا۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ یہ سن کر اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا اے لوگو تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند کو قتل کیا۔ آج سے تم اس کے غلام ہوئے تم نے اپنا امیر، ابن مرجانہ، یعنی ابن زیاد کو بنایا ہے وہ تمہاری آبروریزی کا ہمیشہ درپے رہے گا تم میں سے بہتر اور بزرگ لوگوں کو قتل کرے گا اور جو تم میں سے شریر ہوں گے ان سے اپنی پرستش کرائے گا۔ پس ان لوگوں پر افسوس ہے جو ذلت و عار سے راضی ہو کر اس کی امارت کا تمغہ اپنے ناصیہ حال پر رکھتے ہیں چلتے وقت حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے عبید اللہ بن زیاد میں تجھے ایک بات اور سناتا ہوں جو اس سے زیادہ تجھے غصہ میں لائے گی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں زانوئے مبارک پر سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور بائیں مبارک ران پر حسین رضی اللہ عنہ کو بیٹھا ہوا دیکھا آپ نے اُن دونوں کے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا اے خدا میں اپنے بچوں کو تیرے اور تیرے نیک بندوں کی حفاظت میں بطریق امانت سونپتا ہوں۔ پس اے ابن زیاد امانت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تیرے آگے اسی طرح ہونی چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو صالحین مومنین کو یہ امانت سونپی تھی تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت برباد اور ضائع کی۔ اور اس ذلت وخواری کے درجہ پر پہنچائی۔

(اسد الغابہ میں بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے)۔

اے ملعون تو اور تیرا باپ جھوٹا ہے

عبید اللہ اس کے بعد مجلس سے اٹھا اور منبر پر چڑھ کر خطبہ پڑھا جس کا

ترجمہ یہ ہے:

"میں اس خدا کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے حق کو ظاہر اور اہل حق کو غالب کیا۔ آج خدا نے اپنے فضل وکرم سے امیر المومنین یزید بن معاویہ اور اس کے لشکر کو فتح کا تمغہ اور نصرت کا جھنڈا عنایت فرمایا اور کاذب ابن کاذب (استغفر اللہ) اور اس کی اہل بیت کو لشکر کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کرایا۔

اس وقت حضرت عبداللہ بن عفیف ازدی کو ان کلمات لایعنی سننے کی تاب نہ رہی۔ ابن زیاد کی طرف جا کر کہا اے خدا کے دشمن تو جھوٹا اور تیرا باپ جھوٹا ہے۔ جس نے تجھے امیر بنایا

اے خدا کے دشمن تو نے اولاد پیغمبر کو ذبح کیا اور ان کے معصوم ننھے بچوں کو بھوکا پیاسا خاک وخون میں ملایا اور اب منبر پر جو صدیقوں اور صالحوں کا مقام ہے کھڑا ہو کر لاف وگزاف اور جھوٹی بے اصل باتیں بناتا ہے۔

ابن زیاد نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ عبداللہ کو پکڑ کر قتل کرو، سپاہیوں نے عبداللہ کو گرفتار کرلیا۔ حضرت عبداللہ بن عفیف رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کو آواز دی۔ اس کی قوم کے سات سو آدمی جمع ہوئے اور سرکاری سپاہیوں کے ہاتھ سے چھڑا کرلے گئے۔ جب رات ہوئی تو ابن زیاد ملعون نے کسی شخص کو خفیہ طور پر بھیجا اُس نے حضرت عبداللہ بن عفیف رضی اللہ عنہ کو گھر سے باہر لا کر مار ڈالا اور سولی پر لٹکایا۔

جب روز روشن ہوا تو ابن زیاد بدنہاد نے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو لوگوں کے پاس بھیجا اور حکم کیا کہ اس کو نیزہ پر چڑھا کر کوفہ کی گلیوں اور

بازاروں میں پھراؤ۔ چنانچہ آپ کا مبارک سر کوفہ کے کوچوں اور بازاروں میں پھرایا گیا۔ اور کوفہ کے قبیلوں اور گروہوں کو دکھایا گیا۔

سرِ انور کا کلام کرنا

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر جب میرے مکان کے پاس سے گزرا اور میں اپنے بالا خانہ کی ایک کھڑکی میں بیٹھا ہوا قرآن مجید پڑھ رہا تھا جب پڑھتے پڑھتے اس آیت تک پہنچا۔

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ ۙ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ○

(سورۃ الکہف)

ترجمہ: ''کیا تمہیں معلوم ہوا کہ پہاڑوں کی کوہ میں اور جنگل کے کنارے والے ہماری ایک عجیب نشانی تھے''۔ (کنزالایمان)

تو اس فرق مقدس اور پاک سر نے یہ بات فرمائی ''ان حالي اعجب منه'' حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے جب یہ کلام امام مظلوم کے سر مبارک سے سنا تو میرے تمام بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے میں نے رو کر سر کو ندا کی بخدا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند آپ کا حال بیشک اصحاب کہف سے کہیں زیادہ تعجب خیز اور حیرت انگیز ہے۔

اسلام میں سب پہلا نیزے سر

ابن خضر، عاصی بن زر سے روایت کرتے ہیں کہ اسلام میں سب سے پہلے جو سر نیزہ پر چڑھایا گیا وہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا تھا اور جس قدر اس دن کوفہ میں مرد و عورت کے رونے اور چلانے کا کہرام مچا میں نے اس سے زیادہ کبھی نہیں دیکھا۔

بے پردہ کر دیا گیا

''فتاویٰ قرطبی'' میں ہے کہ اہل کوفہ پرے کے پرے جمائے کھڑے دیکھ رہے تھے۔ کہ قیدیوں میں حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کے ہاتھ گردن میں پر بندھے ہوئے تھے اور حضرت زینب وحضرت کلثوم اور حضرت فاطمہ وحضرت سکینہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم کی صاحبزادیوں کو کوفیان تباہ کار اور ظالمان شقاوت آثار بے پردہ لے جاتے تھے۔

جب ابن زیاد مردود، تمام کوفہ میں سر مبارک کو پھرا چکا تو خواتین اہل بیت اور حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے محبوں کے سروں کو یزید بن معاویہ کی طرف شمر ذی الجوشن ملعون روانہ کیا۔

تذکرہ قرطبی، میں لکھا ہے کہ اہلبیت کی بیبیوں کو اونٹوں پر بٹھا کر اور امام مظلوم کے سر کو نیزہ پر چڑھا کر روانہ کیا اور حکم کیا کہ جس شہر اور قریہ میں جائیں سر کو نیزہ پر چڑھائیں تاکہ اس شہر وقریہ کے لوگ بخوبی اسے دیکھیں۔

بت خانہ کی دیوار پر شعر

الغرض جب کچھ راہ قطع کی تو راستہ میں ایک بت خانہ تھا یہ لشکر قیلولہ (آرام) کے لیے وہیں ٹھہر گیا۔ دیکھتے کیا ہیں کہ اس بت خانہ کی ہر در و دیوار پر یہ ہے:

اترجوا امة قتلت حسينا

شفاعة جده يوم الحساب

ترجمہ: ''کیا وہ لوگ جس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا وہ ان کے نانا کی شفاعت کی امید رکھتے ہیں یوم قیامت کے دن''۔

یزیدیوں نے نہایت متعجب ہو کر بت خانہ کے راہب سے دریافت کیا

کہ یہ شعر کس نے لکھا اور کب سے لکھا ہوا ہے۔ راہب بولا کہ تمہارے پیغمبر نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پانچ سو سال پہلے کا یہ شعر لکھا ہوا ہے۔

ایک روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ دیوار سے پھٹ کر ایک ہاتھ نکلا جس میں یہ شعر لکھا ہوا تھا۔

روایت ہے کہ جب وہ نابکار کسی منزل میں فروکش ہوتے تھے تو سر مبارک کو نیزہ پر چڑھاتے تھے اور اس کی نگہبانی میں بے حد کوشش کیا کرتے تھے غرض کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک نیزہ پر آگے آگے چلتا اور بیبیوں بچوں کا برہنہ سر پیچھے پیچھے اونٹوں پر بے پردگی کے ساتھ جانا۔ ایک واقعہ قیامت خیز اور حادثہ عبرت انگیز ہے۔

چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہے ؎

گردند چو کوفیاں سوئے شام رواں
بر نیزہ سر حسین شاہ دو جہاں
زید فلک کہ شد قیامت پیدا
یک نیزہ برآمد آفتاب تاباں

پس اُس راہب نے بت خانہ میں سے امام حسین رضی اللہ عنہ کا مبارک سر دیکھا اور اس کی حقیقت حال دریافت کی ان ظالمان تباہ کار نے سید مظلوم کی ساری کیفیت بیان کی وہ سن کر کف افسوس ملنے لگا اور کہا تم بُری قوم ہو، کیا اپنے پیغمبر کی اولاد کے ساتھ کوئی ایسا کیا کرتا ہے۔ اگر تمہاری مرضی ہو تو دس ہزار درہم مجھ سے لو اور ایک رات اس مبارک سر کو میرے پاس چھوڑ دو جو لوگ سر کی حفاظت میں مامور تھے انہوں نے دس ہزار درہم لے کر سر مبارک راہب کے حوالے کیا اس ازلی سعادت مند نے سر مبارک کو پانی سے دھو کر صاف کیا۔ اور

بہت سی خوشبو ملی کر رات بھر ران پر لئے بیٹھا رہا اور اشک شرر بار صفحہ رخسار پر بکثرت بہاتا رہا۔ پھر اس کرامت کی وجہ سے کہ اس رات سر مبارک سے لے کر آسمان تک نور ہی نور پھیل گیا تھا۔ مسلمان ہو گیا۔ اور بت خانہ سے نکل آیا جس قدر مال و متاع بت خانہ میں موجود تھا سب چھوڑ کر اہلبیت اطہار کا دل سے مطیع اور خادم ہو گیا۔

عجیب واقعہ

یہاں ایک اور عبرت خیز اور تعجب خیز حادثہ واقع ہوا کہ لشکر سعد نے جو دینار و درہم حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے لشکر اور آپ کے خیمہ اطہر سے لوٹ میں لئے تھے اس مقام پر سب نے باہم اتفاق کر کے کہا کہ لاؤ اُس مال و متاع کو تقسیم کر لیں۔ تھیلیوں کے منہ کھول کر دیکھتے کیا ہیں کہ درہم و دینار ٹھیکریاں بن گئیں ہیں اور ان کی ایک طرف آیہ

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ۔ (سورۃ ابراھیم)

ترجمہ: ''اور ہرگز اللہ کو بے خبر نہ جاننا ظالموں کے کام سے''۔

(کنزالایمان)

لکھی تھی اور دوسری طرف

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ○ (سورۃ شعراء)

ترجمہ: ''اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے''۔

(کنزالایمان)

تحریر تھی۔

''صواعق محرقہ'' کی ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ جو لوگ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر کے محافظ تھے۔ انہوں نے یزید کے خوف

سے تقسیم غنائم کا ارادہ کیا کہ مبادا وہ ہم سے زبردستی چھین نہ لے۔

یزید کے دربار میں جنگ کا واقعہ بیان

القصہ اس میدان سے صبح ہوتے ہی کوچ کیا اور منزل بمنزل دمشق میں پہنچ کر یزید پلید کے پاس پہنچے۔ اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک اس کے سامنے رکھا اور شمر ذی الجوشن نے لڑائی کا حال اوّل سے آخر تک یزید کے گوش گزار کیا اور کہا اے امیر المومنین، حسین رضی اللہ عنہ نے ہم پر کل اٹھتر آدمیوں سے خروج کیا۔ جن میں سے اٹھارہ آدمی تو اہلبیت میں سے تھے اور ساٹھ ان کے دوست واحباب تھے ہم ان کے پاس گئے اور کہا دو باتوں میں ایک بات اختیار کیجئے یا تو عبیداللہ بن زیاد کی اطاعت اور بیعت کرو یا جنگ کرو۔ انہوں نے دوسری شق یعنی لڑائی اختیار کی۔ چنانچہ ہم نے سورج نکلنے کے قریب ان پر حملہ کیا۔ اور ہر طرف سے ان کا محاصرہ کرلیا۔ جس وقت ہماری شمشیریں ان کے نازک جسموں پر پڑنے لگیں۔ تو جس طرح کبوتر باز سے پناہ ڈھونڈھتا ہے اسی طرح وہ بھی ہم سے ہر طرف چھپتے اور پناہ لیتے تھے ہماری ان کی لڑائی صرف اتنی دیر رہی ہوگی، جتنی دیر میں قصاب اونٹ کو ذبح کر کے فارغ ہوتا ہے یا اس خواب کی مانند جو قیلولہ کے وقت آتا ہے یعنی تھوڑی ہی دیر میں ہم نے ان سب کو مار ڈالا۔ پس یہ ان کے ننگے بدن اور کپڑے خون آلود ہیں۔

یزید کا بظاہر افسوس کرنا

بعض روایت میں ہے کہ شمر کی اس گفتگو نے یزید کے دل کو ایک چٹکی سی لے کر ایسا بے چین کر ڈالا جس سے اس کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا آئیں۔ اور کہا تمہارے حال پر افسوس ہے میں تو محض تمہاری اطاعت سے راضی تھا۔ حسین کا قتل مجھے ہرگز منظور نہ تھا۔ سن لو بخدا اگر میں حضرت سیّدنا امام

حسین رضی اللہ عنہ کے مقابل ہوتا۔ تو کبھی اس طرح پیش نہ آتا بلکہ ان کے تمام خیالات سے تجاوز کرتا۔

ابن زیاد پر خدا کی لعنت ہو کہ اس خانہ خراب نے ہر نیک و بد کے دل میں میری عداوت کا بیج بو دیا۔ بخدا میں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر راضی نہ تھا یہ کہہ کر سر مبارک کی طرف مخاطب ہو کر کہا اے حسین اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے تجھے ایک ایسے بے باک شخص نے قتل کیا جو حق رحم سے نا آشنائے محض اور اجنبی تھا پھر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک حضرت زین العابدین سید الساجدین رضی اللہ عنہ کو دیا اور باقی جملہ ذریات کو آپ کے ہمراہ کر کے مدینہ منورہ روانہ کیا۔

''تھذیب التھذیب'' میں ہے کہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم دمشق میں پہنچے تو ایک شخص نے مجھ سے آ کر ملاقات کی اور اپنے گھر لے گیا۔ میں اس کے گھر میں کچھ راحت پا کر سو گیا مگر تھوڑی دیر میں گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز نے مجھے بیدار کر دیا۔ لوگ مجھے یزید کے پاس لے گئے وہ اہلبیت کی شکستہ حالی اور بے سروسامانی کو دیکھ کر زار زار رونے لگا اور اسی وقت جو ہم نے مانگا دے کر رخصت کیا چلتے وقت بھی نصیحت کی کہ اے علی ابن حسین تمہاری قوم میں طرح طرح کے قضیئے اور قسم قسم کے جھگڑے ہوں گے مگر تم ایک کونے میں بیٹھے رہنا اور کسی طرف ہو کر اپنی جان ضائع نہ کرنا۔ چنانچہ جب حرہ کی لڑائی کا واقعہ پیش آیا تو یزید نے مسرف کو لکھ بھیجا کہ دیکھو علی ابن حسین رضی اللہ عنہ کو ہرگز رنجیدہ نہ کرنا اور ہر طرح سے ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اگر مدینہ فتح ہو جائے تو انہیں ہر طرح کا امن دینا۔

سرِ انور سے یزید کی گستاخی

"تہذیب التہذیب" کی دوسری روایت میں محمد بن حسن مخزومی سے آیا ہے کہ جب حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک یزید کے سامنے لوگوں نے رکھا تو وہ نہایت درد کے ساتھ رویا۔

اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جب حضرت فاطمہ صغریٰ اور حضرت زین العابدین اور حضرت سکینہ رضی اللہ عنہم کو ابن زیاد بدنہاد نے یزید کے پاس بھیجا تو یزید نے حضرت سکینہ کو اپنے تخت کے پیچھے کھڑا کیا۔ تاکہ وہ اپنے باپ کا سر نہ دیکھے۔ حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ با طوق گراں تخت کے آگے کھڑے ہوئے تھے اور یزید حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے لب و دندان پر بار بار لکڑی مارتا اور تمسخر کرتا تھا۔

ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ جب سر مبارک یزید کے آگے رکھا گیا تو وہ چھڑی آپ کے لب و دندان مبارک پر مارتا۔ اور کہتا تھا مجھے یہ گمان بھی نہ تھا کہ ابوعبداللہ الحسین اس عمر کو پہنچیں گے اور ان کے سر اور ڈاڑھی خضاب میں رنگین ہوں گی۔

"تہذیب التہذیب" کی ایک روایت میں یوں ہے کہ محضر بن ثعلبۃ العابدی، حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر لایا اور یزید سے کہا اے امیر المومنین میں عرب کے بیوقوفوں کا سر لایا ہوں۔ یزید نے جواب دیا اس قسم کے الفاظ منہ سے نکالنے کا مناسب وقت نہیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ انہوں نے قرآن مجید کی آیت

تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ۔ (سورۃ آل عمران)

ترجمہ: "تو جسے چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے"۔ (کنزالایمان)

یزید کا اہل مجلس سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کرنا

ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ یزید لعین اہل مجلس سے کہنے لگا تم جانتے ہو یہ آفت ان پر کہاں سے آئی۔ یہ شخص کہتا تھا کہ میرا باپ تیرے باپ سے بہتر ہے' میری ماں تیری ماں سے بہتر ہے، میرا نانا تیرے نانا سے افضل ہے اور میں یزید سے بہتر اور احق الامر ہوں۔ تو ان کا یہ کہنا کہ میرا باپ' تیرے باپ سے بہتر ہے تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ میرے اور اس کے باپ نے اللہ کے سامنے حجت کی۔ لوگ جانتے ہیں جس کے لیے حکم ہوا۔ رہی یہ بات کہ میری ماں اس کی ماں سے بہتر ہے۔ تو خدا کی قسم میری ماں سے حضرت فاطمہ اور میرے نانا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں افضل ہیں۔ یہ شخص اپنی سمجھ سے آفت میں پڑا۔ اس نے یہ آیت نہ پڑھی:

قل اللھم ملك الملك الخ۔

کو دیکھا پڑھا نہ تھا اس کے بعد سر مبارک کو مدینہ کے عامل کے پاس بھیج دیا۔

''الصواعق المحرقہ'' میں منقول ہے کہ ابن زیاد کی طرف سے یزید کو بظاہر انکار تھا، باطن میں وہ اس سے بہت راضی تھا۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ جب وہ دمشق میں آیا ہے تو یزید نے اس کی تعظیم اور رفعت شان میں سخت مبالغہ کیا حتیٰ کہ حرم میں عورتوں کے سامنے اسے بلا لیا۔

یزید کے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں راضی اور ناراض ہونے میں جو مختلف روایتیں آئی ہیں یعنی بعض روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ یزید حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل سے راضی تھا۔

اور بعض کہتے ہیں کہ اس نے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا ہرگز حکم نہ کیا تھا محض بیعت کے لیے کہا تھا یہ ناجائز کاروائی ہوئی۔ وہ اختلاف

یہاں سے بالکل ختم ہو گیا کیونکہ "الصواعق المحرقہ" کی روایت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مردود حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں راضی تھا۔ واللہ اعلم۔

صاحب کتاب فرماتے کہ اکثر روایات صحیحہ اس پر دلالت کرتی ہیں کہ یزید پلید، حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل سے بہت خوش ہوا اور تمسخر کی راہ سے لب و دندان پر چھڑی مارتا اور مضحکہ اڑاتا۔

اور ابن الزبعری کا قصیدہ جسکا پہلا مصرعہ یہ ہے

لیست اشیاخ ببدر شھدوا

پڑھتا اور فخر کرتا تھا اور ان بیتوں میں وہ بیتیں اور زیادہ کی تھیں جو اسکے کفر پر صراحۃً دلالت کرتی ہیں اور وہ ابیات مشہور ہیں۔

قتل حسین رضی اللہ عنہ میں یزید کی رضا تھی

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں عبید اللہ بن زیاد کا امام کو قتل کرنا تعجب خیز اور عبرت انگیز بات نہیں ہے کیونکہ وہ محکوم یزید تھا۔ البتہ یزید کی گمراہی پر سخت تعجب اور افسوس ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے دانت مبارک پر لکڑی ماری اور اہل بیت اطہار کو اونٹوں کے خشک پالانوں پر سر و پا برہنہ بال کھلے ہوئے بے پردگی کے ساتھ سوار کر کے معہ سر مبارک کے مدینہ کی طرف بھیجا۔ حالانکہ سر میں کلی تغیر واقع ہو گیا تھا۔

اس سے پیچھے علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں بھلا سمجھو تو اس ناجائز حالت سے اہلبیت کو مدینہ روانہ کرنا بجز نصیحت کے اور کیا تھا اگر اس کمبخت کے دل میں ایام جہالت کا کینہ نہ ہوتا اور اُس کے اقربا جو بدر کے دن مسلمانوں کے ہاتھ سے کفر کی حالت میں مارے گئے تھے اگر وہ عداوت اس کے قلب میں راسخ

نہ ہوتی تو سر مبارک کی بزرگی کر کے عمدگی کے ساتھ دفن کرتا۔ کفن دیتا اور بقیہ آل رسول ﷺ کے ساتھ نیکی سے پیش آتا۔

یزید کی حرکت پر ایک عیسائی کا خطاب

بعض روایات میں آیا ہے کہ یزید پلید جب سر مبارک کے ساتھ بے ادبی کر رہا تھا۔ تو اُس وقت قیصر روم کا ایک سفیر بھی موجود تھا۔ اس نے یزید سے کہا افسوس کل کی بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دنیا سے رحلت فرمائی اور اپنی اولاد امجاد کو مومنین کے سپرد کیا۔ آج تم نے ان کے پیارے نواسے کو کیسی ذلت اور بے قدری کے ساتھ ذبح کیا اور اسکی ذریات کو یوں بے پردہ دربار عام میں بلایا۔ ہمارے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گدھے کا سم بعض جزائر میں اب تک موجود ہے ہم لوگ ہر سال اس کی زیارت کرنے کو جانے اور بقدر حقیقت نذریں چڑھاتے عزت کرتے ہیں جیسے تم لوگ کعبہ کو مانتے ہو۔ افسوس صد افسوس۔ کہ تم نے اپنی نبی کے فرزند کو جو راکب دوش رسول اور جگر گوشہ بتول تھا بے دریغ قتل کر ڈالا اور ان کی اولاد امجاد کو طرح طرح کی اذیت پہنچا کر دل کا خوب غبار نکالا۔

یزید پلید نے کہا اگر تو قیصر روم کا سفیر نہ ہوتا تو ابھی قتل کر ڈالتا۔ اس نے جواب دیا پتھر پڑیں تیری عقل پر اور خاک پڑے تیری رائے پر کہ سفیر قیصر روم کا تو یہ لحاظ ہو اور اولاد رسول ﷺ کے ساتھ یہ معاملہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم لوگ گمراہ ہو۔

ایک یہودی کا دربار یزید میں خطاب

اسی طرح ایک اور رومی شخص دربار میں بیٹھا ہوا یزید کی یہ بے جا حرکت دیکھ رہا تھا کہنے لگا اے یزید مجھ میں اور حضرت داؤد علیہ السلام میں ستر پشت کا فاصلہ

ہے مگر یہودی سب کے سب اس وقت تک میری عظمت اور حرمت کا دم بھرتے اور مجھ پر جان چھڑکتے ہیں تم نے اپنے نبی کے نواسہ کو یوں بے دریغ قتل کر ڈالا۔

یزید کی گستاخی

مختصر طبری میں ہے کہ جب سر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ مع اہل بیت دمشق میں پہنچا تو یزید کو لوگوں نے خبر دی کہا میرے پاس لے آؤ جب یہ حضرات یزید کے سامنے گئے تو وہ مردود کھانا کھا رہا تھا۔ لوگوں سے کہا زین العابدین رضی اللہ عنہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو میرے پاس لاؤ۔ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا اس کے سامنے کھڑے کیے گئے۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے کہا تم نے سختی اور بلا کیونکر جھیلی۔ آپ نے فرمایا:

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ (سورۃ الحدید)

ترجمہ: ''نہیں پہنچتی کوئی مصیبت زمین میں اور نہ تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں ہے قبل اس کے کہ ہم اسے پیدا کریں''۔

(کنز الایمان)

پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی طرف منہ کر کے کہا کہ میں نے مدینہ سے تر و تازہ خرمے منگائے ہیں اگر تم کھاؤ تو منگاؤں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا چند روز سے بھوکی تھیں فرمایا ہاں۔ اس ملعون نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر ایک خوان میں رکھ کر اوپر سے ریشمی خوان پوش ڈلوا کر منگایا اور کھول کر دکھایا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے جب بجائے خرمے کے سر امام دیکھا پہچان کر زار زار رونے لگیں اور آنسوؤں کی ندی صفحہ رخسار پر بہانے لگیں یزید امام ہمام کے لب

ودندان پر چھڑی مارتا جاتا اور کھانا کھاتا جاتا تھا۔

ایک غلام کا یزید کو مارنا

یزید کا ایک غلام مقبول نامی بھی کھڑا یہ بے جا حرکت دیکھ رہا تھا کہنے لگا اے یزید خدا سے ڈر کیونکہ یہ سر حضرت محمد ﷺ کی بزرگ ترین اولاد کا ہے میری آنکھوں کے سامنے ان کے دانتوں پر چھڑی نہ مار کیونکہ خواجہ کائنات ﷺ نے بارہا ان لب ودندان پر بوسے دیئے ہیں۔ یزید نے کہا میں تجھ کو بھی انہی دشموں میں سے شمار کرتا ہوں۔ غلام نے سنتے ہی میان میں سے تلوار نکال لی اور تین دفعہ سر یزید پر زور سے ماری چونکہ تقدیر الٰہی میں اس تلوار سے اس تباہ کار کا مرنا مقدر نہ تھا۔ شمشیر کاری نہ لگی۔

پس ایک شوروغوغا محشر انگیز اس مجلس میں واقع ہوا اور کامل ایک پہر تک لڑائی کا رنگ جما رہا۔ آخر چالیس آدمیوں کو قتل کر کے خود شہید ہو گیا۔ اور حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے جنت کا وعدہ لے کر خالق حقیقی سے جاملا۔

(واللہ اعلم بالصواب)۔

سرِ انور کہاں دفن ہے؟

واضح ہو کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کے دفن کرنے میں مورخین کا سخت اختلاف ہے۔ شام جانے کے بعد کہاں گیا اور اُس جگہ مستقر ہوا۔

"فتاویٰ قرطبی" میں لکھا ہے کہ یزید نے سر مبارک مدینہ میں بھیج دیا تھا پھر وہاں کفن دے کر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

سید سمہودی نور الملۃ والدین علی بن عبداللہ الحسین المدنی "کتاب

خلاصۃ الوفا'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کا جسم مبارک تو کربلا میں رہا اور سر مبارک مدینہ منورہ جنت البقیع میں حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن ہوا۔ مگر پہلی روایت صحیح ہے۔

اور شیعہ امامیہ کہتے ہیں کہ شہادت کے چالیس دن بعد آپ کا سر مبارک نازک جسم سے ملا کر دفن کیا۔ اسی لیے یہ دن ان میں مشہور ہے اور وہ اس دن کو زیارت اربعین کہتے ہیں۔ اور جن لوگوں نے آپ کا دفن ہونا عسقلان یا قاصرہ میں لکھا ہے انہوں نے بطلان کا میدان ناپا ہے۔

''تھذیب التھذیب'' میں ہے کہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک یزید پلید کے خزانہ ہی میں رہا حتی کہ جب سلیمان بن عبدالملک کو بادشاہی ملی اور لوگوں نے سر مبارک کے خزانہ میں ہونے کی خبر دی تو اس نے جستجو کر کے سر منگایا دیکھتا کیا ہے کہ سر مبارک سفید چاندی کی طرح چمک رہی ہیں تھوڑی دیر اپنے پاس رکھا پھر خوشبو مل کر کفن دیا اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دیا۔ لیکن جب عباسیوں کو دور دورہ ہوا تو انہوں نے وہاں سے سر مبارک نکال لیا اب نہ معلوم کہاں گیا۔

''تھذیب التھذیب'' کی ایک روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ راوی کہتا ہے جب عباسیوں نے ولید بن زید پر فوج کشی کی اور دمشق کے خزنہ کو لوٹا میں بھی عباسیوں میں سے ایک پہلوان تھا اور اس لوٹ میں شریک تھا میری نظر ایک تھیلی پر پڑی جس کو میں نے مال غنیمت شمار کر کے اٹھالیا مگر میدان میں آ کر جب اس تھیلی کا منہ کھول کر دیکھا تو ایک سر پارچہ حریر میں لپٹا ہوا برآمد ہوا اور اُس حریر پر لکھا ہوا تھا کہ یہ سر مبارک شہید میدان کربلا حضرت سیدنا امام حسین علی رضی اللہ عنہ کا ہے۔ سو میں نے شمشیر کی نوک سے گڑھا کھود کر وہیں دفن کر دیا۔

سر مبارک سے خوشبو آنا

احمد بن محمد بن یحیٰی بن حمزہ اپنے باپ اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے حمزہ بن الخضرمی نے خبر دی کہ میں نے ایک عورت کو دیکھا جو یزید بن معاویہ کی دایہ اور اپنے زمانہ کی عورتوں میں دانا اور نیک عمل تھی اور پوری سو برس کی عمر رکھتی تھی اس نے یہ حکایت نقل کی کہ یزید کے پاس ایک شخص آیا اور کہا اے امیر المومنین اللہ تعالی نے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ پر تجھے فتح دی اور اس کا سر تیرے سامنے لاکر رکھا۔ اس وقت وہ مبارک سر ایک طشت میں رکھا ہوا تھا۔ یزید نے غلام سے کہا سر کھول کر دکھا جب یزید نے سر مبارک دیکھا تو غصے کے مارے منہ کا رنگ سرخ ہو گیا صرف اس وجہ سے کہ سر مبارک سے عمدہ خوشبو آتی تھی۔ راوی کا بیان ہے کہ میرے بعض اقربا نقل کرتے ہیں کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک تین روز تک دمشق کے دروازے پر لٹکا رہا۔

ایک روایت میں یوں آیا ہے یزید نے سر مبارک کو گلیوں میں پھرانے کا حکم دیا لوگ پھراتے پھراتے عسقلان میں پہنچے وہاں کے امیر نے اسے وہیں دفن کر دیا۔ چنانچہ مشہد حسینی قریب خان خلیلی مشہور ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ جنت البقیع میں اپنی والدہ محترمہ اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس مدفون ہو۔

امام قرطبی نے قول ثانیہ پر اعتماد کیا ہے اور طائفہ صوفیہ مشہد قاہرہ میں بتاتے ہیں۔

مقریزی نے خطط میں کہا ہے کہ سر مبارک آٹھ جمادی الاخریٰ ۱۲۸۰ھ میں عسقلان سے قاہرہ میں لایا گیا اس سے تازہ خون جاری تھا اور مشک جیسی خوشبو آتی تھی۔

اہل بیت کے ساتھ حسن سلوک پر رسول اللہ ﷺ کی خوشی

ترجمہ صواعق میں مذکور ہے کہ سلیمان بن عبدالملک نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ وہ اس کے ساتھ ملامیت و ملاطفت فرمارہے ہیں۔ صبح کو حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے اس کی تعبیر پوچھی انہوں نے فرمایا شاید تجھ سے رسول اللہ ﷺ کے اہلبیت کے حق میں کوئی احسان اور بھلائی ہوئی ہے۔ سلیمان نے کہا میں نے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سرمبارک یزید کے خزانے میں پاکر کفن دے کر نماز پڑھی اور دفن کر دیا ہے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہی تیرا کام رسول اللہ ﷺ کی رضامندی کا موجب ہوا ہے۔

☆=☆=☆

امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد واقعات

واضح ہو کہ صاحب ''مفتاح النجا'' نے ذیل کی حدیثوں کو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہی میں ذکر کیا ہے مگر انہیں کاتب الحروف (یعنی مصنف رحمۃ اللہ علیہ) نے ایک علیحدہ فصل میں درج کیا ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا خواب

احمد اور بیہقی ''دلائل النبوت'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایک دن دوپہر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جیسے سونے والا دیکھا کرتا ہے۔ یعنی خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اِس حال میں دیکھا کہ آپ کے سر اور داڑھی کے بال پریشان اور غبار آلود ہیں اور ایک شیشی خون کی بھری ہوئی ہاتھ مبارک میں ہے۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ بوتل خون آپ کے دست مبارک میں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بادیدۂ تر فرمایا کہ آج صبح سے حسین اور اس کے رفقاء کا خون اکٹھا کر رہا ہوں۔ اس بوتل میں اس کا اور اس کے عزیوں کا خون ہے۔ میں اس بات کو سن کر چونک پڑا جب حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی قتل کی خبر آئی۔ اور میں نے خواب کے وقت کا اندازہ کر لیا۔ تو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا وہی وقت تھا۔ جس میں میں نے خواب دیکھا تھا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا خواب

ترمذی ایک انصاریہ عورت سلمٰی نام سے روایت کرتے ہیں سلمٰی کہتی

ہیں کہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر ایسے وقت پہنچی کہ آپ زار وزار رو رہی تھیں میں نے کہا آپ کس وجہ سے رو رہی ہیں، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے کہ آپ کی داڑھی اور سر مبارک پر بکثرت غبار پڑا ہوا ہے۔ میں نے یہ حال دیکھ کر بے تابانہ عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ خاک آلود کیوں ہیں۔فرمایا حسین کے مقتل میں اسی وقت حاضر ہوا ہوں (صبح سے ان کا اوران کے ساتھیوں کا خون اکٹھا کر رہا ہوں)

امام بن امام ابوعبدالرحمٰن بن احمد بن حنبل الشیبانی البغدادی رحمۃ اللہ علیہ، مسند میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عین حیات میں ایک مٹھی سرخ خاک کی مجھے دے کر فرمایا کہ یہ حسین کے مقتل کی خاک ہے اسے حفاظت سے رکھنا۔جب یہ خون ہو جائے تو جان لینا حسین قتل ہوگئے ہیں میں نے اس مٹی کو ایک بوتل میں حفاظت سے رکھ دیا اور اپنے دل میں کہتے تھے اس کا خون ہونا قیامت کا سامنا ہے یعنی جس دن یہ خاک خون ہوگی وہ حادثہ میں بڑا دن ہوگا۔(یہ روایت ترمذی میں بھی بعینہ اس طرح ہے)

چنانچہ دوسری روایت میں آیا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جس روز حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ظالموں کے ہاتھ سے قتل ہوئے اسی دن وہ مٹی خون ہوگئی۔

ایک روایت میں مٹی کی جگہ کنکریاں بھی آئی ہیں نیز حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شب شہادت ہوئی تو میں نے کسی کہنے والے کو یہ کہتے سنا:

ایها القاتلون جهلا حسینا

ابشروا بالعذاب والتنکیل

قد لعنتم علی لسان ابن داؤد

وموسی وحامل الانجیل

ترجمہ: ''اے حسین کے قاتلو! جاہلو! تم کو عذاب کی خوشخبری ہو تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان پر ملعون ہو' حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان پر مردود ہو''۔

یہ سنتے ہی میں چونک پڑی اور اِدھر اُدھر اُس شعر کے پڑھنے والے کو ڈھونڈنے لگی۔ مگر اُس کا کہیں نشان نہ پایا روتے روتے اُس بوتل کو کھول کر دیکھا تو ہر ہر کنکری سے خون بہتا تھا۔

ہر پتھر کے نیچے سے خون

اکثر رواتیوں میں یہ بھی آیا ہے کہ جس دن حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے ہیں تو آسمان بہت زیادہ سیاہ ہوگیا تھا اور مایوسی کی گھٹا چاروں طرف اُمڈ چلی آتی تھی کوئی پتھر نہ اٹھایا جاتا تھا مگر اس کے نیچے سے تازہ تازہ خون بہتا تھا۔

ابن الاخضر، زہری سے روایت کرتے ہیں۔ زہری کہتے ہیں مجھ سے عبدالملک بن مروان نے کہا کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے دن کی اگر تو ہم کو کوئی علامت بتائے گا تو ہمارے نزدیک وحید العصر فرد زمانہ ہوگا میں نے کہا بیت المقدس میں کوئی پتھر نہ اٹھایا جاتا تھا مگر تر و تازہ اس کے نیچے سے خون بہتا تھا۔ عبدالملک نے کہا مجھے بھی یہ روایت یونہی یاد ہے۔ پس ہم تم دونوں اس حدیث میں قریب قریب ہیں۔

آسمان پر سیاہی اور سرخی

حافظ ابوالحسن عثمان بن محمد بن ابی شیبہ العبسی الکوفی برادر حافظ ابوبکر

عیسیٰ بن حارث بن کندی سے اور علامہ ابن جوزی، علامہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد تین دن تک تمام جہان تاریک رہا چاروں طرف سے اندھیری چلی آتی تھی اور آسمان معلوم نہ ہوتا تھا اس کے بعد آسمان کے کناروں میں سرخی ظاہر ہوئی۔

امام مقریزی خطط میں لکھتے ہیں کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو آسمان رویا اس کا رونا ہی سرخی ہے۔

امام ثعلبی کہتے ہیں کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر آسمان رویا آسمان کا گریہ اس کی سرخی ہے۔ بعض مورخین فرماتے ہیں کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد برابر چھ مہینہ تک آسمان میں سرخی رہی پھر امام کے قتل کے بعد سے وہ سرخی ہمیشہ دیکھی جاتی ہے۔

آسمان کے سرخ ہونے کی وجہ؟

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے پیشتر یہ سرخی جو شفق کے ساتھ پائی جاتی ہے پہلے نہ تھی۔

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آسمان کے سرخ ہونے میں غامض حکمت یہ تھی کہ غصہ چہرہ کی سرخی اور حرارت کا موجب ہوا کرتا ہے کیونکہ غصہ کی حالت میں خون جوش میں آتا ہے اور اللہ تعالیٰ خون جسم منہ سے پاک ہے۔ پس اس حکیم المطلق نے قاتلان حسین رضی اللہ عنہ پر اپنے غصہ کی نشانی بایں طور ظاہر کی کہ آسمان کے کناروں پر سرخی نمودار کر دی۔ جس سے امام مظلوم کے دشمنوں کو اپنے گناہ کی بُرائی اور شامت معلوم ہوگئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بے چین ہونا

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر کے دن حضرت عباس

رضی اللہ عنہ کے گریہ نے جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو بے چین کر ڈالا اور آنکھوں سے خواب راحت ختم کر دیا تھا۔ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی گریہ و نالہ سے آپ کیونکر بے چین اور بے آرام نہ ہوئے ہوں گے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا قصہ گو بہت طویل ہے مگر بطریق اختصار بیان کرتے ہیں جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ بدر کے دن اور کفاروں کے ہمراہ اسیر ہو کر آئے (ابھی تک آپ اسلام سے مشرف نہ ہوئے تھے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں اور کافروں کے بازو باندھ کر ایک جگہ بند کر دیا تھا اسی طرح حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بھی بازو جکڑ کے بند کر دیا تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنی والدہ اور اہل و عیال کو یاد کر کے روتے تھے۔ جناب افضل موجودات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کے رونے کی آواز سنی قرابت کی وجہ سے بے چین ہو گئے۔ اور رات بھر نیند نہ آئی صبح ہوتے ہی آپ نے فدیہ لیکر چھوڑ دیا۔ پس اس کے بعد وہ مسلمان ہو گئے۔

پھر علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں خراش عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اس درجہ بے آرام کر دیا تو جگر پارہ کے جوش و خروش سے آپ کس درجہ بے آرام ہوئے ہوں گے اسی طرح وحشی قاتل سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جب ایمان لایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے وحشی تو مجھے منہ نہ دکھا جب آیا کر پس پشت بیٹھا کر یا منہ چھپا لیا کر کیونکہ مجھے اپنے دوستوں کے قاتل کا منہ بھلا نہیں لگتا۔

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں باوجودیکہ اسلام ماقبل کے جملہ گناہوں اور کفر کو مٹا دیتا ہے اور تمام کبائر و صغائر اس کی وجہ سے محو ہو جاتے ہیں۔ مگر تب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں یہ کلمہ فرمایا۔ پس اس وقت آپ کے دل مبارک کے حزن و ملال کا موازنہ کرنا چاہیے کہ جگر کے ٹکڑے حسین

کے ذبح ہونے اہلبیت کا سر برہنہ، جامہ دریدہ بے پردگی کیساتھ اونٹوں کے پالانوں پر بٹھا کے لے جانے، ننھے ننھے معصوم بچوں کا بے آب و دانہ بلبلا کر جان دینے میں کیا قلق گزرا ہوگا۔

یزیدیوں کی نحوست سے سب کچھ راکھ ہوگیا

ترجمہ صواعق میں ہے کہ ایک قافلہ ورس (ایک قسم کی سرخ رنگ کی مٹی ہوتی ہے جس سے کپڑے رنگا کرتے ہیں) سے بھرا ہوا یمن سے عراق کی طرف چلا جاتا تھا۔ چونکہ لشکر یزید بھی اسی سمت جا رہا تھا باہم مل کر چلنے لگے۔ اس قافلے کے اونٹ جو ورس سے بھرے ہوئے تھے وہ یزیدیوں کی نحوست سے سب راکھ ہوگئے۔

آسمان کا رونا

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد سات روز تک متواتر آسمان رویا اور اسکا گریہ و نالہ اس درجہ تھا کہ اس کی سرخی کا عکس در و دیوار اور مکان پر یہاں تک تھا کہ دیکھنے والوں کو سرخ رنگ کے پردوں کا شبہ ہوتا تھا۔ نیز کواکب وثوابت یکے بعد دیگرے اس قدر برسے کہ شمار کرنے والے عاجز اور دیکھنے والے حیران تھے۔ اور جس دن آپ شہید ہوئے ہیں آسمان سے خون کا مینہ برسا لطف یہ تھا کہ جہاں کہیں وہ مینہ برسا اس کا نشان گھروں میں باقی رہا اور بہت مدت کے بعد ختم ہوا۔

خون کی ندیاں جاری

ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ خراسان اور شام اور کوفہ کی چھتوں اور در و دیواروں پر ایسی خونباری ہوئی کہ گویا گھروں میں خون کی ندیاں جاری تھیں۔

''تھذیب التھذیب'' میں مرقوم ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد آسمان سے خون برسا جب صبح ہوئی تو سارے لشکر کے برتن

خون سے بھر گئے تھے۔

سورج گہن

''شواھد النبوت'' میں بھی اسی طرح آیا ہے کہ اور ''تھذیب التھذیب'' میں ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے دن آفتاب کو گہن لگا کہ دن میں کواکب کی چمک اور ثوابت کی دمک معلوم ہوتی تھی۔

طبر بن بشیر، جعفر بن سلیمان سے نقل کرتے ہیں کہ میرے ماموں نے کہا جب حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو آسمان سے خون مینہ کی طرح برسا۔

مہدی بن میمون کہتے ہیں کہ میں نے مروان بن حصلیعہ کے غلام سے سنا وہ کہتے ہیں مجھ سے عبیداللہ بن زیاد کے دربان نے بیان کیا کہ جب حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور ان کا مبارک سر، دارالامارۃ میں رکھا گیا تو میں نے دیواروں سے خون بہتے دیکھا۔

جریر بن عبداللہ، یزید ابن زیاد سے نقل کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ واقعہ کربلا میں میری ۱۴ سال کی عمر تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ لشکر قاتلان حسین رضی اللہ عنہ میں جس قدر ورس تھا سب راکھ ہو گیا۔ جب انہوں نے اونٹوں کو ذبح کیا تو ان کے گوشت سے آگ نکلی۔

ابن عینیہ اپنی جدہ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتی ہیں میں نے بچشم خود گوشت کو دیکھا کہ اس میں سے آگ نکلتی تھی۔

ایک اور روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد جب لشکر یزید آپ کے اونٹ پکڑ کر لے گئے اور کھانے کے لیے ذبح کیے تو ان کا گوشت تلخی میں حنظل سے کچھ کم نہ تھا۔

☆=☆=☆

غم امام حسین رضی اللہ عنہ کا جائز طریقہ

جنات کا اظہار غم

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ پر جنوں کو گریہ اور نوحہ کرتے ہوئے سنا۔ ابن الاخضر، ابی حباب الکلبی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے قبیلہ بنی طے میں سے ایک شخص سے ملاقات کی اور کہا مجھے خبر پہنچی ہے کہ تم نے جنوں کا نوحہ جو انہوں نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ پر کیا تھا سنا ہے۔ اس نے جواب دیا بیشک میں نے سنا ہے ہماری قوم میں جس سے تو ملاقات کر کے اس بارے میں دریافت کرے گا وہ ضرور تجھے اس سے خبر دے گا ہمارے قبیلہ کے بچے بچے کو اس سے واقفیت ہے۔ میں نے کہا مجھے جنوں کے نوحے سننے کی بہت آرزو ہے اگر تو وہ کلمات سنائے تو دل سے مرہون منت ہوں گا اس نے یہ شعر پڑھے

سلحہ لنبی جبینہ

فلایریق فی الخدود

ابواہ فی علیا قریش

وجدہ خیر الجدود

شیخ نصر اللہ بن عجلی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ ثقات اخبار میں سے ہیں نہایت وثوق سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا اور عرض کی اے امیر المومنین آپ نے فتح مکہ کے دن کہتے تھے "من دخل دار ابی سفیان فھو امن" پھر آپ کے بیٹے امام حسین رضی اللہ عنہ پر جو کچھ گزار ہے

سب پر ظاہر ہے۔

آپ نے فرمایا تو نے ابیات ابن الصفی اس بارے میں سنے ہیں۔ میں نے عرض کی نہیں۔ فرمایا اس کے پاس جا اور سن، میں نیند سے جاگا اور ابن الصفا کے گھر گیا (یہ وہی شاعر تھا جس کا لقب شہاب الدین ہے) میں نے دروازہ پر دستک دی وہ باہر آئے اور اس قصہ کو سن کر چیخ ماری اور زور سے رونے لگے اور کہا بخدا وہ اشعار میں نے ابھی تک کسی کو نہیں سنائے آج ہی رات کو نظم میں جمع کیے ہیں، پس وہ اشعار یہ ہیں:

ملیکتنا مکان العفو منا سمیة　　فلا ملکته سال بالدم البطح

و ملکتم قتل الاوساوی و ظالما　　غرونا علی الاسریٰ و نفتوو نضفع

وجسکم ھذا التفاوت بعیتاء　　و کل اناء بالذی فیه ینفغ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو صدمہ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا امام حسین رضی اللہ عنہ پر اس درجہ روئیں کہ روتے روتے بے ہوش ہو گئیں۔

سرہ ابن خالد کہتے ہیں کہ مجھے عامر بن خالد بن عبدالواحد نے خبر دی کہ شہر بن حوشب کہتے ہیں میں حضرت ام سلمہ زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور ان کے درد آمیز رونے کی آواز سن کر پاس گیا اور عرض کی جناب خیر تو ہے۔ فرمایا آج حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ظالموں کے ہاتھ سے شہید ہوئے اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے یہ کہتے کہتے بیہوش ہو کر گر پڑیں۔

حماد بن مسلم، عمار بن ابی عمار سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں جنون کا نوحہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ پر اپنے گوش ہوش

سے سنا۔ عمرو بن حبیب بن ابی ثابت، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد میں نے کبھی جنوں کی آواز نہ سنی تھی۔ مگر جس رات حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو میں نے جنوں کا نوحہ سنا جس سے فوراً حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا خوف ہوا۔

لونڈی سے کہا جا خبر لا۔ لوگوں سے دریافت کر کے کنیز آئی۔ اور امام کی شہادت کی خبر لائی۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جن نوحہ کرتے اور یہ اشعار پڑھتے تھے:

الایا عین فابتھل لجھدی
ومن یبکی علی الشھداء بعدی
علی رھط تقودھم المنایا
الی متجبر فی الملك عھدی

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کا اظہار غم

صاحب کتاب پندرھویں فصل میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی خبر شہادت جب مدینہ منورہ میں آئی تو بنی ہاشم کے گھروں میں سے جس قدر اُس دن غم اور فریاد کی آواز سنی گئی اتنی کبھی نہ سنی گئی تھی۔ البتہ تمام بنی امیہ کو بے حد خوشی حاصل ہوئی۔ اسی اثناء میں حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے بعض غلام کربلا سے مدینہ آئے اور تمام واقعہ کربلا سر سے پاؤں تک حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو سنایا اور عرض کی آپ کے دونوں صاحبزادے بھی امام کیساتھ شہید ہوئے۔ آپ نے "انا للہ وانا الیہ راجعون" پڑھ کر فرمایا

قضائے الٰہی پر راضی رہنا مردگان عالی ہمت اور حضرات بلند نہمت کا کام ہے۔

ابو السلاسل جو عبداللہ کا قدیمی غلام تھا بولا جناب، دونوں صاحبزادوں کی شہادت کا باعث حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اس بے جابات نے بے چین کر دیا۔ آپ نے غلام کو ادبا بہت سی جوتیاں ماریں اور فرمایا اے ابن الخنا خبردار اب کبھی ایسی لغویات حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی بابت نہ بکنا۔ کہ انہوں نے میرے بچوں کو قتل کرایا۔ اللہ کی قسم اگر میں ان کے حضور میں ہوتا تو ایک جان تو کیا ایسی ہزار جانیں بھی ہوتیں تو ان پر قربان اور جب تک ان کے سامنے مارا نہ جاتا ان سے جدائی پسند نہ کرتا۔ دو بیٹوں کی کیا حقیقت لاکھ ہوتے تو ان کے قدموں پر فدا کرتا۔ مجھے خدا کا شکر کرنا چاہیے کہ گو میں نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ہو کر اپنے ہاتھ سے قتال نہیں کیا مگر اس مرتبے کی بزرگی مجھے دونوں فرزندوں کی وجہ سے میسر ہوئی۔

اتنے میں لقمان، حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے اپنی بہنوں امہانی، اسماء، ریلہ، زینب کو ساتھ لے کر سر برہنہ کپڑا لپیٹے ہوئے آئیں اور جب حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کی خبر شہادت سنی تو سب کی سب رونے لگیں اپنے ان اعزہ و اقارب کو جو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہید ہوئے تھے غم کرتیں اور کہتی تھیں ۔

ماذا تقولون اذ قال النبی لکم

ماذا فعلتم وانتم اخر الامم

بعترتی وحریمی بعد مفتقدی

منهم اساری و قتلی ضرجوا بدمی

ما کان هذا اجزائی اذ نصحت لکم

ان تخلفوانی بسوفی ذوی رحمی

ضروری وضاحت

واضح ہو کہ اس قسم کے مرثیے جن کا ذکر اوپر ہو چکا ان کا کہنا اور پڑھنا بالاتفاق جائز ہے کچھ مضائقہ کی بات نہیں۔

مزارِ اقدس پر فرشتوں کی حاضری

''غنیۃ الطالبین'' میں حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی قبر شریف پر جس دن کہ وہ شہید ہوئے۔ ستر ہزار فرشتے نازل ہوئے اور اس دن سے برابر گریہ کرتے ہیں۔ اور قیام قیامت تک کرتے رہیں گے۔

''غنیۃ الطالبین'' کی دوسری روایت میں حمزہ نامی شخص فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی قبر پر نماز پڑھ رہے ہیں۔

یادِ امام میں بے اصل روایات اور غلط مرثیے ناجائز ہیں

پس روایات بالا سے ثابت ہوا کہ اس طرح کا غم کرنا اور شہادت میں قصائد پڑھنا جائز ہیں۔ البتہ جھوٹی بے اصل باتیں موزوں کر کے پڑھنا یا واہی تباہی اشعار بکنے۔ یا اُن کے حالات تک بندی کر کے الحان موسیقی میں بطور راگ گانے۔ اور محافل و مجالس میں آوازیں بنا بنا کر راگنیاں گانی ممانعت سے خالی نہیں۔ بلکہ یہ ایک قسم کا گناہ کبیرہ ہے۔ مومن مخلص کو چاہیے کہ قصائد میں امور بالا کو دخل نہ دے۔ اور ایام متبرکہ محرم میں بجائے ان خرافات کے اکثر اوقات تلاوت قرآن و حدیث و وظیفہ و درود شریف میں مشغول رہے۔ محتاجوں اور مسکینوں کو کھانا کھلانا، پانی، دودھ، شربت خاص خدا کے نام پر پلانا اور ایسے حسنات جن سے امام مظلوم اور سید معصوم کی روح پر فتوح شاد ہو عمل میں لانا

چاہیے۔ اور گناہوں کے مرتکب ہونے سے جیسے نقارے بجوانے، علم اٹھانے، تعزیئے بنانے، قبریں بنا کر ان کو سجدہ گاہ قرار دینے اور خرافات بدعتیں ایجاد کرنے غیر مشروعات میں روپیہ خرچ کرنے سے باز رہے۔ کیونکہ بعض صورتیں شرک اور اکثر صورتیں گناہ کبیرہ اور بدعت سے خالی نہیں۔

محب اہل بیت کے لیے یہ ماتم اور نوحہ مناسب نہیں

محب اہل بیت کو مناسب ہے کہ کتب معتبرہ سے آپ کے معتبر احوال دریافت کر کے حزن والم میں دو چار گھڑی آنسو بہائے مگر بہ تکلف گریہ وزاری کرنے اور محزونوں کی صورت بنانے سے کچھ فائدہ نہیں۔ ہاں بے اختیار گریہ کا غلبہ موجب ثواب ہے مگر یہ طریقے جو ہمارے شہر (پاک و ہند) میں متعارف ہیں۔ جیسے سینہ کوبی کرنا، مزامیر بجانا یعنی ماتم کے وقت ڈھول اور تاشے پٹوانے، علم بازاروں میں چھرانے، نعرے لگاتے پھرنا۔ اہل بیت کرام کے نام از راہ ہتک کوچہ بکوچہ لینا وغیرہ بالکل ممنوع اور پرے درجہ کا زبوں ہے۔

ایسے ہی قوم کے حق میں کسی قائل نے فرمایا ہے۔

ایں قوم خوارج در روافض بخصال
بند ندزانہ احوال شہیداں تمثال
آنکارکہ تا حشر بر لعنت باد
یکساں یزید کرد اینہا ہر سال

دس محرم کو کیا عمل کریں؟

شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ ''صواعق محرقہ'' میں، اور شیخ محقق عبدالحق دہلوی، شرح سفر السعادۃ، اور رسالہ ماثبت بالسنۃ، میں تحریر فرماتے ہیں کہ عاشورے کے دن جو تکلیفیں اور مصیبتیں حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو

پہنچیں درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپکی بلندی درجہ اور رفعت مقام کا باعث ہیں۔ ان سے اللہ تعالیٰ کی جناب میں آپ کو وہ مقبولیت ہوئی کہ باید و شاید اور انہیں تکلیفوں کے سہنے مصیبتوں کے اٹھانے سے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اہلبیت اطہار کے کل درجات کو حاصل کرلیا۔ پس جو مومن ان کی اِس مصیبت کو یاد کرے اُسے لائق ہے کہ خدا کے حکم کی فرمانبرداری اور صابرین کا مرتبہ پانے کے لیے کلمہ فرمودہ (انا للّٰہ و انا الیہ راجعون) کا ورد کرے۔

اور آپ کے لئے اُس مرتبہ کا حصول جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس فرمودہ

"اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ○ (سورۃ البقرہ)

ترجمہ: ''یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی درودیں ہیں اور رحمت اور یہی لوگ راہ پر ہیں''۔ (کنزالایمان)

کے بموجب مقرر کیا ہے چاہے اور جہاں تک ہوسکے اس دن میں نماز نفل اور حسنات میں مشغول رہے اور رافضیوں (شیعوں) کی بدعتوں یعنی گریہ اور نوحہ میں مشغول ہونے سے بچے اور پرہیز کرے کیونکہ اس قسم کے اختراعات مومنوں کے اخلاق سے بعید ہیں۔ اگر مومنوں کا یہ شعار ہوتا تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میں صحابہ کرام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نوحے پڑھتے کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ سب سے پہلے مسلمانوں پر جس بڑی مصیبت کا حملہ ہوا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہی تھی۔ نیز مسلمانوں کو لازم ہے کہ فرقہ ناصبیہ متعصبہ کی مزخرفات بدعتوں سے جو اہلبیت کرام سے سخت دشمنی رکھتے اور سید مظلوم امام مغموم کی شہادت کے دن عید کے دن جیسی خوشیاں مناتے ہیں اس دن زینت و آرائش جیسے بالوں پر خضاب کرنا، سرمہ لگانا، نئے کپڑے پہننا۔ پرتکلف کھانے عید کی

طرح پکا کر گھر گھر تقسیم کرنے سے پرہیز کرے۔ اس باب میں نہ تو کوئی حدیث ہے نہ علماء امت سے کوئی صحیح حکایت ثابت ہوئی ہے۔

بعض دیگر خرافات

اور وہ جو بعض حدیث میں عاشورے کے دن سرمہ لگانا آیا ہے۔ درحقیقت وہ حدیث موضوع ہے اس باب میں کوئی صحیح حدیث مروی نہیں ہے۔

رافضی (شیعہ) لوگ تو کثرت جہالت کے سبب سے افراط ماتم میں گھس گئے ہیں اور ناصبی فرقے نے اس کی مخالف جانب میں نہایت تفریط کی ہے اور فی الواقع دونوں گروہ خطا پر ہیں اور رسول اللہ ﷺ اور سلف کے طریقے سے بالکل دور پڑے ہوئے ہیں انتہیٰ۔

یہ بھی واضح رہے کہ بعض روایتوں میں جو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا سر کے بالوں سے مقتل میں جھاڑو دینا اور اپنے آنسوؤں سے سخت زمین کو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقتل کے لیے نرم کرنا زنان اہلبیت اور حضرت فاطمہ اور حضرت مریم وغیرہ کا وہاں آ کر سر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو گودی میں لے کر گریہ کرنا، فرشتوں کا قیام قیامت تک آپ کے مزار شریف پر رونا۔ اس فرشتے کا آپ کی قبر پر قیامت تک رونا جس کا پر جل گیا تھا اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے مبارک ہاتھ لگانے سے شفا ہو گئی تھی۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کو میدان کربلا میں خواب میں دیکھنا اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو مصیبتوں کے سہنے اعدا کی ایذاؤں کے اٹھانے میں نصیحتیں کرنا وغیرہ وغیرہ حکایتیں معتبر کتب میں دیکھنے میں نہیں آئیں۔ ہاں جلوۃ السعداء میں دوسری حکایات اور نقلیات جن کے بیان کرنے میں طوالت کا خوف ہے مطالعہ میں آئی ہیں مگر وہ

قابل اعتبار نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

تاریخ شہادت

واضح ہو کہ جمہور کے نزدیک حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ۶۱ ہجری میں واقع ہوئی اور آپ کی شہادت کا دن محرم کی دسویں تاریخ ہے۔ واقدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ماہ صفر میں روایت کی گئی ہے مگر عاشورہ کا دن اثبت واظہر ہے۔ اسی طرح تعین یوم میں بھی اختلاف ہے۔ بعض جمعہ کا دن بتلاتے ہیں۔ بعض حضرات دوشنبہ کے قائل۔ بعض مورخین شنبہ فرماتے ہیں آخر کا قول شیخ مفید شیعی کا ہے اگرچہ عمر شریف میں بھی اقوال مختلف ہیں اور سنیوں شیعوں میں بکثرت اختلاف واقع ہوا ہے جسے ہم اختصاراً ترک کرتے ہیں مگر صحیح اقوال پچپن سال پانچ دن ہیں۔

و العلم من عند اللّٰہ۔

☆=☆=☆

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد پاک کا ذکر

صاحبزادوں کی تعداد

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ ''صفوۃ الصوۃ'' میں لکھتے ہیں کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے تین صاحبزادے حضرت علی اکبر، حضرت علی اصغر، حضرت جعفر رضی اللہ عنہم اور دو صاحبزادیاں حضرت فاطمہ اور حضرت سکینہ رضی اللہ عنہما تھیں۔

ابن الاخضر ''معالم العترۃ'' میں فرماتے ہیں کہ آپ کے چار لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔ چوتھے صاحبزادے کا اسم مبارک حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تھا۔

حافظ محب الدین ابو عباس ''ذخائر العقبیٰ'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں اپنی وسعت علم میں جہاں تک دیکھتا ہوں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے چھ صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں پاتا ہوں۔ چار صاحبزادے تو مذکور ہیں اور دو کا نام مبارک ،علی الاوسط، اور ''محمد'' ہے۔ اسی طرح دو صاحبزادیوں کا نام سابق میں بتایا گیا ہے اور تیسری کا نام حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہے۔

ابن الخساب اور ابن طلحہ عدد اور تفصیل میں مختلف اقوال بیان کرتے ہیں شیخ مفید شیعی بھی ابن الاخضر کی روایت کے قریب قریب بیان کرتے ہیں حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام شہر بانو رضی اللہ عنہا ہے جو یزدجزد بن شہریار بادشاہ فارس کی پوتی تھیں۔ حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کی والدہ لیلیٰ بنت مرہ بن عروہ بن مسعود ثقفیہ تھیں اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی والدہ قضاعہ تھیں۔ حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کی والدہ رباب بنت امرالقیس بن عدی الکلبیہ اور حضرت فاطمہ صغریٰ کی

والدہ ام اسحٰق بنت طلحہ بن عبید اللہ التیمیہ تھیں۔ پس علی اکبر تو معرکہ کربلا میں امام کے ساتھ شہید ہوئے۔ اور علی اوسط جن کو امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں صحیح و سالم مدینہ منورہ واپس آئے۔

واضح ہو کہ علی اوسط زین العابدین کا نام اسی شخص کے نزدیک صحیح ہوگا جو اس بات کا قائل ہوگا کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے فرزندوں میں تین صاحبزادوں کا علی نام تھا۔ اور جو صاحب اس کے قائل ہیں کہ آپ کے دو ہی صاحبزادوں کا علی نام تھا ان کے نزدیک علی اصغر زین العابدین ہیں اور جو لوگ کہتے ہیں کہ زین العابدین کا علی اوسط نام ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ علی اصغر اور تھے جو اپنے والد بزرگوار کی گود میں تیر کھا کر شہید ہوئے اور عبد اللہ خیمہ اطہر کے آگے والد کے ہاتھ میں ہاتھ دے کھڑے تھے کہ کسی شقی کے زہر آب دادہ تیر نے اس معصوم کو ہلاک کیا۔ رہے محمد اور جعفر ان کا تفصیلی احوال معلوم نہیں مگر غالب گمان یہ ہے کہ وہ بلوغ سے قبل ہی فوت ہو گئے۔

حضرت فاطمہ بنت امام حسین رضی اللہ عنہما

حضرت فاطمہ بنت الحسین کا حضرت حسن مثنیٰ سے نکاح ہوا تھا اور ان سے کئی اولادیں بھی پیدا ہوئیں اور حسن بن حسن کے انتقال کے بعد عبد اللہ بن عمر بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم سے ان کا دوسرا نکاح ہوا اور ان سے بھی کئی اولادیں پیدا ہوئیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک فاضلہ عورت تھیں جنہوں نے اپنے والد کے سوا اور بہت سے تابعین تبع تابعین سے احادیث بکثرت نقل کیں پھر ان سے ہزاروں لوگوں نے احادیث کی سند لی۔

ابوداؤد، ترمذی، نسائی وغیرہ بڑے بڑے محدثین نے ان سے روایت کی ہے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ہجرت ۱۰۰ھ ہجری کے بعد وفات پائی۔

حضرت سکینہ بنت امام حسین رضی اللہ عنہ

دوسری صاحبزادی حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا سے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو بہت محبت تھی اور ان کی والدہ بھی محبوب ترین زوجہ تھیں آپ اکثر اوقات ان کے حق میں یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

لعمرك انهتى لا حب ارضا

تخل بها سكينة والرباب

حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیاہی گئیں تھیں جب حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کو عبدالملک بن مروان ملعون نے قتل کر ڈالا۔ اور حضرت سکینہ کو کوفہ کے قید خانہ میں بند کیا اس وقت اہل کوفہ حضرت سکینہ کی زیارت کو آتے تھے اور وہ رورو کر فرماتی تھیں اے کوفیو! تم پر کبھی خدا کی برکت نہ ہو۔ اُس کے قہر وغضب میں ہمیشہ گرفتار رہو۔ طفلی کی حالت میں تو تم نے مجھے یتیم کیا میرے مشفق معصوم والد کا سایہ میرے سر سے اٹھایا۔ اب جوانی کی حالت میں اے ظالموتم نے مجھے بیوہ کیا اور میرے رفیق شوہر کو بے جا قتل کر ڈالا۔

غرض کہ حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد عبداللہ بن عمرو بن حکیم بن خرام سے آپ کا نکاح ہوا اور عبداللہ کے انتقال کے بعد عبدالعزیز بن مروان نکاح میں لایا اور چندروز کے بعد کسی خاص امر کی وجہ سے انھیں طلاق دے دی اس کے بعد زید بن عمرو بن حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا اور سلیمان بن عبدالملک نے طلاق دلائی۔ آپ کی ترتیب زوج میں اس کے علاوہ اور بھی روایتیں آئی ہیں اور آپ کا انتقال ۱۱۷ھ ہجری میں ہوا۔

صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی بڑی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے احوال سے مجھے اطلاع نہ ہوئی۔ الغرض حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد اس زمانہ میں شرق سے غرب اور جنوب سے شمال تک حضرت علی بن حسین اور حضرت فاطمہ بنت الحسین سے باقی ہے۔ شرقی اور غربی ممالک کی اطراف واکناف میں کوئی ایسا قریہ اور شہر نہ سنا ہوگا جس میں آپ کی اولاد نہ بستی ہو۔ اب اس کے برعکس یزید پلید کو دیکھیں باوجودیکہ پندرہ لڑکے چھوڑے مگر ایک بھی باقی نہ رہا۔

چنانچہ اصدق الصادقین جناب حق سبحانہ وتعالیٰ اپنے پاک کلام میں ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝۔

(سورۃ الکوثر)

ترجمہ: ''اے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم)! بے شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں تو تم اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو بے شک جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے''۔

پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن کے لاولد ہونے کی خبر اللہ تعالیٰ دے تو اس کی اولاد کیونکر باقی رہ سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے صرف ایک صاحبزادے حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی نسل مبارک میں وہ برکت عنایت فرمائی کہ آپ کی اولاد سے روئے زمین پُر ہوگئیں۔ اگر آپ کی اولاد کے ان افاضل واکابر کا ذکر جو علم وفضل کمال وادب شعر ووقار کے ساتھ متصف تھی بیان کیا جائے۔ تو اطناب کی راہ ناپنے اور مقصود

اصلی کے فوت ہونے کا خوف ہے۔ نیز دریا کوزہ میں سمانا اہم امر ہے۔ لہٰذا بعض وہی حضرات جو مشہور و معروف ہیں مذکور ہوتے اور شمار میں لائے جاتے ہیں۔

سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

واضح ہو کہ حضرت علی ابن حسین، حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کے نام سے بھی معروف تھے آپ کی ولادت کی پانچ (۵) شعبان ۸۳ ہجری میں مورخین لکھتے ہیں۔ آپ نے نشوونما کا وجود اپنے بزرگ دادا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت میں نہ پایا۔ مگر آپ کی ولادت اس متبرک زمانہ میں ہوئی۔

متفق علیہ مسئلہ ہے۔ حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ چونکہ اعلیٰ درجہ کے زاہد اور غایت درجہ کے عابد تھے۔ اسی وجہ سے اس زمانہ کے لوگ آپ کو "زین العابدین" کہتے تھے۔ آپ کی وفات کی تاریخ میں مورخین کو کسی قدر اختلاف بھی ہے چنانچہ بعض حضرات آٹھ (۸) محرم ۹۴ھ اور بعض صاحب سن ترانوے کے قائل ہیں۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ سن پچانوے، ولید بن عبدالملک کی خلافت کے زمانہ میں فوت ہوئے۔ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے قبہ میں اپنے عالی قدر چچا امام حسن رضی اللہ عنہ کی قبر شریف کے قریب مدفون ہوئے۔

شیعوں کی روایت سے واضح ہوتا ہے کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو ولید بن عبدالملک نے زہر دے کر شہید کیا۔

بہر صورت اس وقت آپ کی عمر پچپن (۵۵) برس چھ ماہ کی تھی۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی اولاد

حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں بھی اختلاف ہے بعض آٹھ فرزند کے قائل ہیں۔ اور ان کے مبارک نام بایں ترتیب بیان فرماتے ہیں۔

حضرت امام محمد باقر، حضرت زید، حضرت عبداللہ، حضرت عبیداللہ، حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت علی۔

حضرت عمرو ابن طلحہ کہتے ہیں کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے نو فرزند ہیں آٹھ کے نام مبارک کو تو ذکر کیا ہے۔ مگر نویں کے نام سے ساکت ہے مگر یہ دونوں مورخ اس بات میں متفق ہیں کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی کوئی لڑکی نہ تھی اس سے بڑھ کر شیخ مفید شیعی کو اس میں اختلاف ہے وہ گیارہ صاحبزادے اور چار صاحبزادیوں کے قائل بایں ترتیب ہیں حضرت امام محمد باقر جن کی والدہ حضرت ام عبداللہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہم کی صاحبزادی ہیں۔ حضرت زید عمروان کی والدہ ام ولد ہیں حضرت عبداللہ، حضرت حسن، حضرت حسین رضی اللہ عنہم ان کی والدہ دوسری ام ولد ہیں۔ حضرت حسین، حضرت اصغر، حضرت عبدالرحمٰن، حضرت سلیمان رضی اللہ عنہم ان کی والدہ بھی ایک اور ام ولد ہیں حضرت محمد اصغر ان کی والدہ بھی ام ولد ہیں۔ حضرت علی، حضرت خدیجہ دونوں سگے بھائی بہن ایک خاص ام ولد سے ہیں۔ حضرت فاطمہ، حضرت علی، حضرت ام کلثوم بھی ام ولد سے ہیں۔

ابن الاخضر بھی گیارہ فرزندوں کے اس ترتیب کے ساتھ قائل ہیں محمد باقر، عبداللہ، حسن، حسین اکبر، حسین اصغر، عبیداللہ، عمرو، زید، علی، سلمان، قاسم اور چھ لڑکیاں بایں ترتیب لکھتے ہیں۔ خدیجہ، کلثوم، ملیکہ، فاطمہ، ام الحسن جن کا نام حسینہ تھا ام الحسین۔

پس پہلے چھ صاحبزادوں کی والدہ ماجدہ ام عبداللہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں اور ان کے بعد کے تینوں صاحبزادے اور خدیجہ کی والدہ کردہ ہیں ان کے علاوہ باقی اولاد کی مائیں مختلف ہیں۔ بعض مورخین کہتے

ہیں کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے صرف ایک ہی صاحبزادی سکینہ نام تھیں۔

الغرض بالفعل ان چھ اماموں سے آپ کی اولاد باقی ہے۔ حضرت محمد باقر، حضرت زید، حضرت عبداللہ، حضرت حسین اصغر حضرت عمر علی سے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان چھ بزرگواروں کی مبارک نسل سے بکثرت اولاد پیدا کی گو سب فرزند علم وفضل جود وسخا کے ساتھ موصوف وممتاز تھے۔

حضرت زید بن امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے بعد تمام برادروں سے برگزیدہ اور افضل حضرت زید رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ حضرت علم وفضل ورع وزہد شجاعت وفصاحت میں بے عدیل تھے۔ خلیفہ ہشام سے آپ نے خلافت کی بابت کچھ گفتگو کی ہشام نے کہا آپ لونڈی کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام بھی کنیز کے بطن سے پیدا ہوئے اور ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنا مقرب ومعزز پیغمبر بنایا۔

اب انصاف کی آنکھ سے دیکھو کہ نبوت بہتر ہے یا خلافت۔ نیز حضرت اسماعیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا ہیں۔

شیخین پر تبرا کرنے سے انکار

غرض کہ آپ ہشام سے رنجیدہ ہوکر کوفہ تشریف لے گئے۔ یہاں چالیس ہزار کوفی آپ کے پاس جمع ہوئے اور آپ کی اطاعت کا ظاہری حلقہ فرضی گوش جان میں ڈال کر بیعت کی اور عرض کی کہ ہم آپ کے لیے جان نثاری اور مال ومتال فدا کرنے کے لیے مستعد ہیں۔ مگر بایں شرط کہ تم حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر تبرا کرو۔ حضرت زید بن علی نے سن کر انکار کیا اور کہا یہ دونوں صاحب میرے دادا کے وزیر تھے مجھ سے اس بات کا صدور ناممکن ہے

کوئی بولے اگر آپ سے یہ نہ ہو سکے گا تو ہم کبھی آپ کا ساتھ نہ دیں گے دشمنوں میں چھوڑ کر چلے جائیں گے، آپ پر بلا آئے گی دشمن کے پنجہ ظلم میں گرفتار ہو گے۔ فرمایا تمہارا چھوڑنا دشمن کے پنجہ ظلم میں گرفتار ہونا قید ہو کر ذلت و خواری کھینچنا نرم گلو پر دشمن کی کند چھری پھروانا منظور ہے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر تبرا منظور نہیں تم چلے جاؤ خدا میری نصرت وظفر کے لیے کافی ہے۔ تم رافضی کہلاؤ گے میرا کیا بگاڑو گے۔

رافضی لقب کی ابتداء

پس سب کوئی آپ سے علیحدہ ہو گئے اور ایک ہزار لوگوں سے کم آپ کے پاس رہ گئے۔ پس جو لوگ حضرت زید بن علی کو چھوڑ کر چل دیئے تھے۔ اسی دن سے ان کا لقب رافضی رکھا گیا اور جو آپ کے ساتھ رہے۔ ان کو شیعہ زیدیہ کہنے لگے اس کے بعد حضرت زید رضی اللہ عنہ کو انہیں ایک ہزار لوگوں کی ہمراہی سے یوسف بن عمر الثقفی جو ہشام کی طرف سے عراق کا حاکم اعلیٰ تھا جنگ کرنی پڑی دشمن کے لشکر میں سے کسی بے رحم کے ہاتھوں سے ایسا تیر نکلا کہ آپ کی نورانی پیشانی پر لگا اور لگتے ہی جان بحق تسلیم کر گئے لوگوں نے ان کی لاش مبارک کو زمین نہر میں دفن کیا۔ اور قبر پر پانی تجاوز کرایا یعنی آپ کی قبر کو دشمن کے خوف کی وجہ سے پانی میں دفن کیا۔

مکڑی نے جالا تن دیا

مگر جب یوسف بن عمر کو آپ کے فوت ہونے کی خبر ہوئی تو قبر سے جسم مبارک نکال کر ظالم نے سر علیحدہ کر کے ہشام کو بھیج دیا اور برہنہ جسم بے سر کو سولی پر لٹکایا قدرت خداوندی سے مکڑی نے آپ کے ستر عورت کے لیے ایک ہی دن میں جالا تن ڈالا اور اس ملعون نے چار سال تک برابر سولی پر لٹکا رہنے دیا۔ جب

ہشام کا بھتیجا اس کا نائب ہوا اور چچا کی جگہ سنبھالی تو اس بے رحم نے کوفہ کے عامل کو لکھ بھیجا کہ حضرت زید کی لاش کو جلا کر دریا برد کرو۔ امام زید رضی اللہ عنہ شہید کی عمر شریف بیالیس سال کی تھی آپ کے عقب میں بہت سی اولاد باقی رہی۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کی اولاد

ان میں سے ایک حضرت یحییٰ بن زید ہیں انہوں نے ہشام کے مر جانے کے بعد بنی امیہ کے عاملوں اور صوبہ داروں کے ساتھ خراسان میں بہت لڑائیاں کیں انجام کار ۱۲۵ھ ہجری میں معرکہ جنگ میں شہید ہوئے۔

دوسرے صاحبزادے حسین بن زید ہیں یہ صاحب بڑے عالم اور متدین متشرع تھے ۱۷۰ھ ہجری اسی سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ

امام محمد باقر بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم سوان کے مناقب حد حصر سے باہر اور حیطہ شمار سے خارج ہیں۔ آپ مدینہ منورہ میں تین دس صفر ۵۷ھ ہجری بروز جمعہ اپنے جد بزرگوار حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے تین برس پہلے پیدا ہوئے آپ کی ... ماجدہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں آپ کے باقر موسوم ہونے کی وجہ محقق لوگوں نے یوں بیان کی ہے کہ باقر کے معنی لغت میں چیرنے اور شق کرنے کے ہیں چونکہ آپ نے علی اصول و فروع و قایق و حقایق ظاہر و باطن نہایت دانش و فہم کے ساتھ بیان کیے اور اس کی شقیں نکالیں اس وجہ سے آپ کا اسم باقر رکھا گیا آپ خلیفہ ہشام بن عبد الملک کے زمانہ ۱۱۴ھ اور بقول بعض ۱۱۷ھ اور بقول بعض ۱۱۸ھ ستاون سال کی عمر میں فوت ہوئے اور موضع بقیع قبہ عباس اپنے والد ماجد حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ اور اپنے والد کے چچا کی قبر شریف کے پاس مدفون

ہوئے۔

شیعہ کہتے ہیں حضرت امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ اپنی موت سے نہیں مرے خلیفہ ہشام نے زہر دلا کر شہید کر ڈالا۔

ابن حساب اور طلحہ کہتے ہیں جناب امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے پیچھے چار اولادیں ہیں تین صاحبزادے حضرت جعفر، حضرت عبداللہ، حضرت ابراہیم اور ایک صاحبزادی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہم ہیں۔

علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں امام باقر رضی اللہ عنہ کے چار فرزند اور دو لڑکیاں تھیں چوتھے فرزند کا نام یعلی اور صاحبزادی کا نام زینب تھا۔

صاحب فصل الخطاب گو چھ لڑکے اور تین لڑکیوں کے قائل ہیں مگر ان کے اسماء کی تفصیل درج کتاب نہیں کی بہر صورت حضرت عبداللہ اور حضرت جعفر دونوں حقیقی بھائی ہیں ہر چند کہ حضرت امام محمد باقر کی متعدد اولاد تھی مگر ان کی اولاد کا حصر صرف امام جعفر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ہے۔

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی اولاد

کتب تواریخ میں امام محمد باقر کی اولاد کا سلسلہ بجز امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے اور کسی سے ملنا مذکور نہیں ہے امام جعفر بن باقر جامع مناقب اور حاوی فضائل تھے۔ آپ کی والدہ ام قروہ حضرت قاسم بن محمد بن حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں اور قروہ، کی ماں عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نواسی ہیں۔ امام جعفر رضی اللہ عنہ کی وفات مدینہ منورہ میں خلیفہ ابوجعفر منصور کے زمانہ میں بروز دوشنبہ پندرہ رجب ۱۴۸ھ میں ہوئی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے قبہ میں حضرت امام باقر اور حضرت علی اور حضرت حسن کے قبروں کے درمیان مدفون ہوئے۔

امام تقی رضی اللہ عنہ کی ذہانت

مگر شیخ مفید شیعی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا انتقال سنہ مذکورہ ماہ شوال میں ہوا۔ آپ کی عمر شریف ارسٹھ یا ۶۵ برس کی تھی آپ کی اولاد کی تعداد کی بابت گو کئی قول ہیں پر صحیح یہ بات ہے کہ چھ صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھیں جن کے نام بایں ترتیب مذکور ہیں۔ حضرت اسماعیل، حضرت عبداللہ، حضرت اسحاق، حضرت محمد علی، حضرت موسیٰ حضرت ام فروہ۔

مگر ابن الاخضر نے اپنی کتاب میں علی کو ذکر نہیں کیا اور بجائے ان کے فاطمہ دوسری صاحبزادی کو بیان کیا ہے۔

شیخ مفید شیعی امام شیعہ سات (۷) صاحبزادوں اور تین صاحبزادیوں کا قائل ہے ساتویں صاحبزادے کا نام حضرت عباس اور تیسری صاحبزادی کا نام حضرت اسماء بتلایا ہے۔ پس حضرت عبداللہ، حضرت اسماعیلؒ، حضرت ام فروہ ان تینوں صاحبوں کی والدہ مکرمہ حضرت فاطمہ ہیں اور حضرت موسیٰ، حضرت اسحاق، حضرت فاطمہ کی والدہ ایک ام ولد ہیں جن کا حمیدہ نام تھا باقی اولاد مختلف بطنوں سے ہے امام جعفر رضی اللہ عنہ کے انتقال کے پیچھے تمام اولاد میں سے حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق حضرت موسیٰ حضرت محمد علی باقی رہے۔

امام اسماعیل جو سب سے بڑے فرزند اور اپنے والد کو بہت ہی محبوب تھے امام جعفر کی حیات ہی میں فوت ہو گئے تھے اور ۱۳۸ھ ہجری میں موضع بقیع میں مدفون ہوئے۔

شیعوں کا ایک گروہ اس طرف بھی گیا ہے کہ امام برحق اور خلیفہ مطلق اسماعیل ہی تھے اور ان کے پیچھے ان کا ایک بیٹا محمد نام خلیفہ تھا اور اس باب میں

امام جعفر سے ایک طول طویل قصہ لاتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب
یہ بات بھی واضح رہے کہ جو لوگ امام اسماعیل کو امام برحق جانتے ہیں ان کا شیعہ اسمٰعیلیہ لقب ہے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بھی ایک پاکباز فاضل و عالم متدین شخص تھے بعض شیعہ ان کی بابت امامت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ چنانچہ ان شیعوں کا افطحیہ نام ہے کیونکہ افطح لغت میں عریض اور چوڑے کو کہتے ہیں۔ چونکہ عبداللہ بن جعفر مرد عریض پا تھے بدیں جہت ان شیعوں کا لقب افطحیہ ٹھہرا بعض لوگ اس کی وجہ یوں بیان کرتے ہیں کہ مدعیان امامت میں سے عبداللہ نامی ایک شخص تھا جسے ابن الافطح کہا کرتے تھے۔ شیعی اپنے آپ کو اس کی طرف منسوب کر کے افطحیہ کہنے لگے اور اسحاق بن جعفر موسیٰ کاظم کے بعد اپنے سب بھائیوں میں افضل تھے اور صفت فضل وعلم زہد واجتہاد کے ساتھ موصوف اور محمد بن جعفر ایک بڑے عقل مند شجاع صائم الدہر شخص تھے۔ یعنی صوم داؤدی رکھا کرتے تھے۔ آپ نے ۱۹۹ھ میں مامون رشید پر مکہ میں خروج کیا۔ شیعہ زیدیہ کے علاوہ اور بہت سے لوگ آپ کے پاس جمع ہوئے ادھر عیسیٰ الحلودی آپ سے جنگ کرنے کے لیے آیا اور آپ کے لشکر کو پراگندہ اور پریشان کر کے زندہ گرفتار کر کے مامون کے پاس گیا۔ مامون نے نہایت تعظیم اور بغایت اکرام کر کے اپنے پاس تخت پر بٹھایا اور بہت دلجوئی مدارا تسلی کر کے خراسان میں اپنے پاس رکھا۔ حتیٰ کہ ۲۰۳ھ میں خراسان ہی میں وفات پائی۔ خلیفہ مامون نے نماز جنازہ پڑھ کر خود قبر میں رکھا اور علی ابن جعفر کا انتقال ۲۱۱ھ میں لکھا دیکھا ہے اور عباس بن جعفر ایک ثقہ آدمی اور زاہد شخص تھے۔

حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ

موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالب فضل وکمال میں اپنے آباؤ اجداد کے وارث تھے اور علم وعبادت اجتہاد وسخا قیام لیل صبر وشکر میں اپنے بھائیوں سے افضل واکمل تھے اور غیظ وغضب کے پی جانے میں منفرد اسی جہت سے ان کو موسیٰ کاظم کہتے تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ بعض کہتے ہیں حمیدہ تھیں اور بعض کہتے ہیں اور اندیسہ۔ آپ کی پیدائش مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان موضع ابوامین بروز شنبہ بتاریخ سات صفر ۱۲۸ھ میں بعض مورخین فرماتے ہیں کہ رجب کی (۵) تاریخ سنہ مذکور کو رحلت فرمائی۔ آپ کی عمر شریف پچپن برس چھ مہینے کی تھی۔

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے قید ہونے کا سبب صحیح تاریخ سے یوں ثابت ہوتا ہے کہ ہارون رشید ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے آیا۔ اس کے ساتھ ایک کثیر جماعت اور جم غفیر تھا۔ ان سب کو ہمراہ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر آیا اور کہا'' السلام علیك یارسول الله علیك یا ابن عم'' ان کلمات کو بطور فخریہ بار بار بآواز بلند کہتا تھا۔ کیونکہ ہارون رشید حضرت عباس عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے تھا۔ اتنے میں امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ بھی روضہ اقدس پر آئے اور ''السلام علیك یارسول الله السلام علیك یا ابت '' کہنا شروع کیا ان کلمات نے ہارون رشید کے نائرہ غضب کو ایسا اشتعال دیا کہ گویا کبھی کی مخفی عداوت راسخ تھی غصہ کے مارے ہارون رشید کے چہرہ کا رنگ بالکل فق ہو گیا۔ اور امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ قید کر کے لے گیا اور بغداد کے قید خانہمیں چند روز تک مبتلائے رنج ومحن رکھ کر کسی سے زہر دلوایا۔ چنانچہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کو سخت بخار ہوا اور تین روز

کے بعد فوت ہوئے یہ مشہور روایت ہے۔ بعض روای نقل کرتے ہیں کہ ہارون رشید نے آپ کو زہر نہ دیا۔ بلکہ وہ خود اپنی موت سے فوت ہو گئے۔ واللہ اعلم

ہر چند اعدائے بے دین نے آپ کو تمام عمر چین نہ لینے دیا اور آپ کے انقطاع نسل کے درپے رہے مگر اللہ تعالیٰ کو اس ہونہار درخت کے ثمروں سے ایک عالم کے دامن کو بھرپور کرنا تھا۔ چنانچہ آپ کی اولاد میں وہ کثرت دی کہ ابن الاخضر مورخ نہایت وثوق کے ساتھ لکھتے ہیں کہ آپ کے بیس صاحبزادے بایں ترتیب لکھتے۔

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی اولاد

(۱) علی رضا (۲) زید (۳) عقیل (۴) ہارون (۵) حسن (۶) حسین (۷) عبید اللہ (۸) عبدالرحمٰن (۹) اسماعیل (۱۰) اسحاق (۱۱) یحییٰ (۱۲) احمد (۱۳) ابوبکر (۱۴) عمر (۱۵) جعفر اکبر (۱۶) جعفر اصغر (۱۷) حمزہ (۱۸) قاسم (۱۹) عباس (۲۰) عبداللہ۔

اور اٹھارہ صاحبزادیاں بایں ترتیب موجود تھیں۔

(۱) خدیجہ (۲) علیہ (۳) اسماء کبریٰ (۴) اسماء صغریٰ (۵) فاطمہ کبریٰ (۶) فاطمہ صغریٰ (۷) زینب کبریٰ (۸) زینب صغریٰ (۹) ام کلثوم کبریٰ (۱۰) ام کلثوم صغریٰ (۱۱) ام فروہ (۱۲) ام عبداللہ (۱۳) ام القاسم (۱۴) آمنہ (۱۵) حکیمہ (۱۶) محمودہ (۱۷) امامہ (۱۸) میمونہ۔

ابن حساب اور ابن طلحہ بھی تعداد اولاد میں تو ابن الاخضر کے موافق ہیں مگر تعیین اسماء میں کسی قدر اختلاف بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ ابوبکر کی جگہ ابراہیم ذکر کیا ہے اور احتمال ہے کہ ابراہیم نام ہو اور ابوبکر ان کی کنیت ہو، مگر شیخ مفید

شیعی اٹھارہ صاحبزادے اور تیس صاحبزادیاں کے قائل ہیں اور اسماء مذکورین میں کچھ اختلاف بھی ذکر کرتے ہیں۔

صاحب فصل الخطاب کہتے ہیں کہ حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے بائیس فرزند بایں ترتیب تھے۔

(۱) علی رضا (۲) ابراہیم (۳) عباس (۴) اسماعیل (۵) محمد (۶) عبداللہ (۷) عبیداللہ (۸) جعفر (۹) حمزہ (۱۰) زید (۱۱) ہارون (۱۲) اسحاق (۱۳) حسن (۱۴) حسین (۱۵) سلیمان (۱۶) عبدالرحمٰن (۱۷) فصیل احمد (۱۸) عقیل (۱۹) قاسم (۲۰) یحییٰ (۲۱) داؤد۔

حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ

مگر اولاد کا سلسلہ پہلے چودہ شخصوں سے باقی ہے یوں تو حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے تمام فرزندوں کو بے حد فضل وکمال حاصل تھا۔ مگر جو فضل وعلم حضرت امام علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالب (رضی اللہ عنہم) کو تھا وہ اور کسی کو نہیں تھا۔ یہ صاحب فضل واحسان اکابر سادات اور اجلہ علماء امصار تھے آپ کی والدہ ماجدہ حرزاں مریسیہ تھیں۔ بعض کہتے ہیں ان کی والدہ کا نام سکینہ یا اسماء تھا۔ یہ ان کے والدین کی لونڈی ہیں۔ جن کو ان کی دادی بزرگوار نے ان کے والدین کو ہبہ کر دیا تھا۔

روایت ہے کہ حضرت موسیٰ بن جعفر کی والدہ حمیدہ نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا فرماتے ہیں اے حمیدہ اپنے بیٹے موسیٰ کو اپنی کنیز ہبہ کر دے اللہ تعالیٰ اس کے بطن سے بہترین مرد مان زمین پیدا کرے گا۔ چنانچہ جب آپ پیدا ہوئے تو ان کی والدہ کا نام لوگوں نے طاہرہ رکھا۔ حضرت امام علی رضا بن موسیٰ کی پیدائش مدینہ منورہ میں بروز پنجشنبہ گیارہ (۱۱) ربیع الثانی

۱۵۳ھ میں ہوئی۔

شیخ مفید شیعی کہتے ہیں کہ حضرت امام علی بن موسیٰ ۱۴۸ھ میں پیدا ہوئے۔مگر پہلی روایت صحیح معلوم ہوتی ہے۔آپ کا لقب کتب تواریخ سے رضی ثابت ہوتا ہے۔آپ نے ماہ صفر ۲۰۳ھ مامون کی خلافت کے زمانہ میں انتقال فرمایا۔بعض کہتے ہیں اکیسویں رمضان سنہ مذکور کو رحلت فرمائی۔آپ کی عمر شریف پچاس سال سے کچھ کم تھی۔لوگ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ مامون نے آپ کو زہر دے کر مار ڈالا مگر اکثر اہل سنت و جماعت اس کے قائل ہیں کہ گو حضرت علی بن موسیٰ رضی اللہ عنہ زہر کے اثر سے فوت ہوئے مگر مامون کی رضا مندی اور بے وفائی اس امر پر ثابت نہیں ہوئی ۔ بلکہ اس کا اس باب میں معذور ہونا ثابت ہے چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن عیسیٰ الارملی جو علماء شیعہ میں سے ایک بڑے معتبر عالم شمار کیے جاتے ہیں۔

کتاب ''کشف الغمہ فی مناقب الائمہ'' میں اس روایت کو نہایت بسط کے ساتھ لکھتے ہیں ۔ پہلے حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ کو مامون کے زہر دینے کی بابت کچھ بحث کی ہے۔پھر آخر میں کہتے ہیں مجھے ایک معتبر اور معتمد شخص سے دریافت ہوا ہے کہ ماموں کا زہر دینا حضرت امام علی بن موسیٰ رضی اللہ عنہ کو کسی طرح ثابت نہیں ہوسکتا اور ہم شیعوں کا یہ ہی راسخ عقیدہ ہے۔

امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی اولاد

حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ کے عقب میں پانچ لڑکے (۱) محمد تقی (۲) حسین (۳) حسن (۴) جعفر (۵) ابراہیم اور ایک لڑکی عائشہ باقی رہیں۔

شیخ مفید شیعی کہتے ہیں کہ محمد تقی کے علاوہ پانچ صاحبزادے آپ نے پیچھے چھوڑے محمد بن علی بن رضا بن وموسیٰ کاظم بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین

بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم۔

جامع فضائل اور حاوی ستودہ خصائل تھے۔ جوانی کے زمانہ میں جملہ علماء اور تمام فضلاء سے آداب وعلم میں ممتاز وسرفراز تھے۔ کسی قدر اپنے ہم عصروں سے وجیہ اور جوان وخوبصورت بھی تھے آپ کی والدہ ایک ام ولد تھیں جن کا نام سکینہ مریسیہ یا نوبیہ یا حرزاں یا ریحانہ یا سکینہ یا ذرہ وغیرہ تھا۔

ابن الاخضر کہتے ہیں کہ امام محمد تقی رضی اللہ عنہ کی والدہ ماریہ قبطیہ کی نسل سے تھیں آپ مدینہ منورہ میں بروز جمعہ ۱۹ رمضان ۱۹۵ھ ایک سو پچانوے ہجری میں پیدا ہوئے۔ بعض مورخین ۱۰ رجب کے بھی قائل ہیں۔ آپ کا لقب تقی اور کنیت ابوجعفر ہے۔ مامون خلیفہ نے اپنی دختر آپ کے نکاح میں دے کر مدینہ بھیج دیا تھا۔ چنانچہ ایک دراز عرصہ تک آپ کا قیام مدینہ ہی رہا حتیٰ کہ معتصم باللہ جب خلیفہ ہوا تو اس نے آپ کو بغداد میں طلب کیا امام محمد تقی رضی اللہ عنہ اٹھائیسویں محرم ۲۲۰ھ میں بغداد آئے اور ذوالحجہ کی آٹھ (۸) تاریخ سنہ میں مذکور میں انتقال فرمایا۔

بعض لوگوں نے پانچ ذوالحجہ بھی لکھا ہے۔ بعض کہتے ہیں آپ کا انتقال آخر ماہ ذیقعدہ میں ہوا۔ شیعہ کہتے ہیں کہ ان کو معتصم نے زہر دے کر شہید کر ڈالا۔

شیعہ کہتے ہیں کہ ان کو معتصم نے زہر دے کر شہید کر ڈالا مگر شیخ مفید علمائے شیعہ میں سے کہتے ہیں کہ آپ کو معتصم کا زہر دینا میرے نزدیک کسی طرح ثابت نہیں ہوتا۔

الغرض ہارون بن اسحاق نے آپ کے جنازہ پر نماز پڑھ کر قریش کے مقبرہ میں ان کے جد بزرگوار حضرت سیدنا امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس

دفن کیا آپ کی عمر شریف کُل پچیس برس اور کچھ دنوں کی تھی۔ خلیفہ مامون کی دختر سے آپ کے نکاح کی بابت ایک نادر اور دلچسپ حکایت صاحب ''مفتاح النجا'' بیان کرتے ہیں جس کا خلاصہ اور ماحصل یہ ہے کہ جب مامون نے آپ کو چھوٹی سی عمر میں علم وفضل سے آراستہ اور سداد وصلاح سے پیراستہ دیکھا تو اپنی چھوٹی لڑکی ام الفضل کا آپ سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا مگر عباسیوں کو اس سے بہت بڑا خدشہ ہوا کہ مبادا خلافت کی باگ محمد تقی کے ہاتھ میں آئے۔

حکایت

تاریخ القرمانی میں آپ کی ایک حکایت اس طرح لکھی دیکھی ہے کہ ایک دن ایک حمام کی جانب بیٹھے تھے ایک لشکری آیا اور آپ کو اس جگہ سے اٹھا دیا اور کہا اے اسود میرے سر پر پانی ڈال اور نہلا امام نے اس کے سر پر پانی ڈالا ایک شخص اور آیا جو انہیں پہچانتا تھا۔ وہ چیخ مار کر کہنے لگا۔ اے بندے تو ہلاک ہوا تو ابن بنت رسول اللہ ﷺ سے خدمت لیتا ہے وہ لشکری ان کے پاؤں چومنے لگا۔ اور کہنے لگا۔ جب میں نے تم سے پانی ڈالنے کو کہا تھا تم نے کیوں نہیں انکار کیا فرمایا: انها المثبوبة یعنی یہ کار ثواب تھا اور میں نے نہ چاہا کہ جس کام میں مجھے ثواب ملے اس میں تیری نافرمانی کروں۔ پھر یہ شعر پڑھے

لیس لی ذنب و لا ذنب لمن
قال لی یا عبد او یا اسود
انما الذنب هو التبسنی
ظلمة وهو الذی لا یحمدا
هکذا فی تاریخ القرانی

امام تقی رضی اللہ عنہ کی ذہانت

چنانچہ آپ کی فضیلت کے بارہ میں مامون اور عباسیوں کے بارہ میں

سخت نزاع اور بحث ہوئی اور بہت بڑی بحث کے پیچھے یہ امر قرار دیا کہ کسی شخص کو ان کے امتحان کے لیے بھیجنا چاہیے اور اس کام کے لیے قاضی القضات یحییٰ بن اکثم کو مقرر کیا کہ ان سے کچھ مسائل دریافت کرے اور علوم کے دقائق کا امتحان لے۔

القصہ قاضی القضات نے ایک مقرر دن میں آپ سے ایک باریک اور مشکل ترین مسئلہ دریافت کیا آپ نے اس کا نہایت بداہت اور برجستگی کے ساتھ شافی جواب اور کافی نشان بتلایا مگر اس کے بعد ہی آپ نے ایک مسئلہ قاضی سے دریافت کیا کہ اے قاضی ایک شخص نے اوّل دن میں ایک ایسی عورت کو دیکھا جس پر اس کو نظر ڈالنی حرام تھی مگر جب آفتاب بلند ہوا تو وہ عورت اس پر حلال ہوگئی۔ اور پھر جب سورج زوال کے وقت پر پہنچا تو وہ عورت حرام ہوگئی اور عصر کے وقت پھر حلال ہوگئی اور آفتاب کے غروب کے وقت پھر حرام ہوگئی اور مگر عشاء کا وقت نہ گزرا تھا کہ وہ حلال ہوئی اور نصف شب گزرنے کے بعد پھر حرام ہوگئی اور پھر صبح ہوتے ہی وہ حلال ہوگئی قاضی یحییٰ یہ سول سن کر حیران اور ششدرہ گیا اور حیران ہوکر کہنے لگا اے صاحبزادے مجھ سے اس کا جواب نہیں دیا جاتا آپ ہی افادہ فرمائیے۔

امام ابوجعفر رضی اللہ عنہ نے کہا اے قاضی یحییٰ وہ عورت ایک شخص کی لونڈی تھی اور دوسرے شخص کو اس پر نظر کرنا ناجائز اور حرام تھا جب کچھ دن چڑھا تو اس شخص نے اس لونڈی کو خرید لیا اب اس پر سے نظر ڈالنی حلال ہوگئی مگر زوال کے بعد اس شخص نے اس لونڈی کو آزاد کردیا جس کی وجہ سے اب اس پر یہ لونڈی حرام ہوگئی اور عصر کے وقت اس نے نکاح کرلیا۔ پھر وہ اس کے لئے حلال ہوگئی۔ جب مغرب کا وقت آیا تو اس نے اس سے اظہار کیا اور قسم کھا بیٹھا کہ بخدا

میں تیرے پاس نہ آؤں گا۔

پس اُس وقت وہ اس پر پھر حرام ہوگئی اور عشاء کے وقت قسم کا کفارہ اور ظہار کا فدیہ دے دیا۔ پس اس وقت وہ اس کے لیے پھر حلال ہوگئی اور جب آدھی رات کا وقت ہوا تو اس شخص نے اسے طلاق دے دی۔ جس سے وہ پھر حرام ہوگئی اور صبح ہوتے ہی رجعت کر لی۔ پس وہ پھر حلال ہوگئی جب بھری مجلس میں قاضی نے سکوت کیا اور مامون نے یہ در افشانی امام محمد تقی رضی اللہ عنہ کی زبان سے سنی تو اس کی بن آئی بھری مجلس میں تمام عباسیوں کو جنہوں نے امام ابو جعفر رضی اللہ عنہ کا انکار کیا تھا الزام دیا اور اسی مجمع میں اپنی دختر کا نکاح کر دیا اور مدینہ میں رہنے کی اجازت دے دی۔

امام تقی رضی اللہ عنہ کی اولاد

امام محمد تقی رضی اللہ عنہ کی اولاد کل دو صاحبزادے حضرت علی، حضرت موسیٰ اور دو صاحبزادیاں حضرت فاطمہ اور حضرت امامہ تھیں۔

آپ کے بعد آپ کا سلسلہ انہیں دونوں فرزندوں سے چلتا ہے اولاد تو دونوں صاحبزادوں کے ہاں ہوئی پر بہ نسبت حضرت علی کے موسیٰ قلیل الاولاد رہے۔

حضرت علی بن محمد تقی رضی اللہ عنہ

ابن طلحہ کہتے ہیں امام ابو جعفر کے صرف ایک ہی فرزند حضرت علی تھے یعنی علی بن محمد تقی بن علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق یہ جناب بھی اپنے والد جیسے حمیدہ خصائل اور فرخندہ شمائل کے ساتھ موصوف تھے۔ (رضی اللہ عنہم)

ان کی والدہ کے نام میں لوگوں کو اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ ان کا نام شمامہ مغربیہ تھا۔

بعض گمان کرتے ہیں کہ ان کا نام مبارک سقراء تھا بعض فرماتے ہیں کہ ان کی والدہ ام الفضل دختر مامون خلیفہ عباسی تھیں۔علی بن محمد تقی (۱۳) رجب ۲۱۴ ہجری میں پیدا ہوئے۔بعض مورخین پانچ رجب سنہ مذکور بروز سہ شنبہ کے قائل ہیں۔

بعض کہتے ہیں ۲۱۲ھ دوسو بارہ ہجری نصف شعبان میں پیدا ہوئے۔

عسکری لقب کی وجہ

آپ کی کنیت ابوالحسن ہے اور نقی اور حادی کے لقب سے گومشہور تھے۔ مگر عسکری کے ساتھ زیادہ معروف تھے اور اس لفظ کے ساتھ مشہور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ خلیفہ معتصم نے مدینہ سے طلب کر کے ایک موضع کو جسے سر من رائے کہتے ہیں آپ کی سکونت کے لیے خاص کر دیا تھا اور اس موضع کا عسکر نام تھا کیونکر عسکر کے معنی لشکر کے ہیں اور کسی زمانہ میں خلیفہ کے لشکر نے اس موضع میں کچھ مدت تک قیام کیا تھا۔پس اس بنا پر آپ کو عسکری کہا جاتا تھا۔

صاحب فضل الخطاب فرماتے ہیں کہ شہر بغداد میں لوگوں کی کثرت کی وجہ سے سخت تنگی ہوگئی تھی للہذا خلیفہ وقت نے موضع سر من رائے میں معہ اپنے لشکر کے قیام کیا تھا اس وجہ سے موضع عسکر کے نام سے مشہور ہوگیا تھا۔آپ خلفائے عباسیہ کے نزدیک ہمیشہ مکرم ومعزز رہے اس زمانہ میں اکثر لوگ آپ کو عزت کی نگاہوں اور وقعت کی نظروں سے دیکھتے تھے یہاں تک کہ معتبر باللہ بن متوکل باللہ کے دور خلافت میں (۲۵) جمادی الاخریٰ بروز دوشنبہ ۲۵۴ھ دوسو چون میں سفر آخرت قبول کیا۔

ابن الاخضر اور شیخ مفید شیعی اور طبرانی کہتے ہیں آپکا انتقال سنہ مذکور ماہ رجب میں ہوا۔اکثر شیعی اس کے بھی قائل ہیں کہ معتبر باللہ نے آپ کو زہر دلو

اگر شہید کرا ڈالا۔ آپ کی کل عمر اوّل روایت کے اعتبار سے (جو پیدائش میں گزری ہے) چالیس برس اور دوسری روایت کی رو سے بیالیس سال اور چند ماہ کی تھی آپ کا مزار سر من رائے شارع ابواحمد رشیدی میں ہے ہر چند کہ بعض لوگوں نے نہایت وثوق سے لکھا ہے کہ آپ کی قبر شریف قم میں ہے مگر یہ روایت صحت کے مرتبہ کو نہیں پہنچی۔ وہاں تو حضرت فاطمہ موسیٰ بن جعفر کی صاحبزادی کی قبر ہے حضرت علی بن محمد تقی سر من رائے میں بقول بعض دس سال اور بقول بعض پورے بیس سال قیام پذیر رہے۔

آپ کی اولاد کل تین صاحبزادے (۱) حسن (۲) حسین (۳) جعفر اور ایک صاحبزادی عالیہ ہیں۔ بعض حضرات مورخین عالیہ کے بجائے عائشہ کہتے ہیں۔ شیخ مفید شیعی چار صاحبزادوں کا قائل ہے اور چوتھے صاحبزادے کا نام محمد لکھا ہے امام حسین رضی اللہ عنہ کا تو احوال معلوم ہی نہیں ہوا ہاں امام محمد جن کو ابوجعفر بھی کہتے تھے اپنے والد ماجد کے انتقال کے بعد حجاز تشریف لیے جاتے تھے ابھی قریہ موصل کی پرلی طرف سات ہی کوس پہنچے تھے تو وفات ہوگئی چنانچہ آپ کی قبر شریف وہیں ہے اور ایک مسجد بھی اسی کے قریب ہے۔

امام جعفر ابوعبداللہ رضی اللہ عنہ

حضرت امام جعفر جنہیں ابوعبداللہ بھی کہتے ہیں اور اپنے دادا بزرگ امام جعفر کے اسم کے ساتھ مسمیٰ تھے۔

شیعہ لوگ آپ کے جدامجد کو امام جعفر صادق کہتے ہیں اور آپ کو جعفر کذاب کہا کرتے اور اس کی وجہ یوں بیان کرتے ہیں کہ جب آپ کے برادر امام حسن نے ان کا ترکہ اور ان کی میراث لے لی حالانکہ حسن کے ایک لڑکا بھی تھا جس کی پیدائش انہوں نے لوگوں سے مخفی رکھی تھی اور اس کی پیدائش کو بسب

اقتضا وقت اور شدت خواہش بادشاہ وقت کے پوشیدہ رکھا تھا اور وہ امام مہدی ہیں جو شیعہ کے نزدیک اپنے خروج کے زمانہ تک زندہ اور باقی ہیں پس جعفر بن علی نے کہا میرے بھائی حسن نے کوئی فرزند اپنے عقب میں نہیں چھوڑا الہذا میں امامت کا مستحق ہوں یہی وجہ ہے شیعہ آپ کو کذاب کہنا جائز رکھتے ہیں کیونکہ انہوں نے مہدی منتظر کی امامت کا انکار کیا ان کی امامت میں خیانت کی ان کے حق کو غصب کیا۔

جعفر بن علی کی وفات ۲۷۱ھ ہجری میں ہوئی آپ کی عمر شریف کل ۴۵ سال کی تھی سر من رائے میں اپنے والد کے گھر میں مدفون ہوئے۔

حضرت حسن عسکری رضی اللہ عنہ

حسن بن علی بن محمد علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنے سب بھائیوں سے افضل اور علم و عمل تحمل و علم جود و سخا سب سے اکمل تھے آپ کی والدہ کا نام سوسن تھا آپ کی پیدائش ۲۳۱ ہجری میں مدینہ منورہ میں ہوئی ہے۔ بعض ۲۳۰ھ ہجری ربیع الآخر کے بھی قائل ہیں آپ کی کنیت ابو محمد اور نام امام حسن تھا اور زکی، خالص، سراج کے ساتھ ملقب تھے مگر اپنے والد والا قدر جیسے عسکری کے ساتھ مشہور تھے آپ اعلیٰ درجہ کے عابد اور متقی اور غایت مرتبہ کے سخی و کریم تھے وفات کے زمانہ تک ہمیشہ امراء عباسیان آپ کی تعظیم و توقیر سے پیش آتے رہے۔ عباسیوں کے خلیفہ آپ کے پاس ہمیشہ تحفہ تحائف بھیجتے اور صلہ رحمی کیا کرتے تھے ان کے انتقال کا زمانہ بروز جمعہ یا بروز شنبہ یا آٹھ ربیع الاول بروز چہار شنبہ ۲۶۰ھ ہجری میں معتمد باللہ کی خلافت ہے۔

شیعہ کہتے ہیں آپ کو معتمد باللہ نے زہر دے دیا آپ کی قبر شریف

سرمن رائے میں اپنے والد ماجد کے پہلو میں ہے آپ کی عمر مبارک انتیس سال اور چند ماہ کی تھی۔

محمد المنتظر رضی اللہ عنہ

بعض کہتے ہیں ۳۸ برس اور کئی مہینے کی عمر رکھتے تھے آپ کی اولاد میں سوائے محمد المنتظر کے اور کوئی باقی نہ رہا ان کا نسب نامہ اس ترتیب سے ہے۔

محمد بن الحسن بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم۔

شیعوں کا یہی اعتقاد ہے کہ محمد منتظر امام حسن عسکری کے صاجزادے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ کہ محمد منتظر موضع سرمن رائے میں رمضان کی ۲۳ تاریخ ۲۵۸ ہجری میں پیدا ہوئے۔

شیعوں کا عقیدہ

چنانچہ ابن طلحہ اور دریار بکری شیعی جو اپنے زمانہ کے علامہ اور بڑے مورخ ہیں اسی طرف گئے ہیں مگر شیخ مفید طبری آپ کی پیدائش نصف شعبان ۲۵۵ھ ہجری کے قائل ہیں محمد منتظر کی والدہ نرگس یا سوسن یا حکیمہ یا صقل تھیں کنیت تو آپ کی ابوالقاسم تھی مگر خلف صالح حجۃ منتظر قائم مہدی صاحب الزمان کے ساتھ ملقب اور مشہور تھے اور یہ سب شیعوں کی اصطلاحات ہیں آپ کو لڑکپن ہی میں حق سبحانہ وتعالیٰ نے حکمت ودانائی سچائی میں فرق حق و باطل میں تمیز کی قوت عنایت فرمائی اور جس طرح ان سے پہلے حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ کو فضل و کمال سے ممتاز فرمایا تھا ویسے ہی ان کو بھی مرحمت ہوا۔ آپ اعلیٰ درجہ کے زکی اور عاقل تھے آپ کی امامت میں کسی نے طعن نہیں کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس طرح گہوارے میں نبی تھے آپ بھی اسی سن میں امامت کے درجہ کو پہنچ چکے تھے

آپ کے عمر شریف کی درازی کی بابت مورخین کے چند قول ہیں۔

درازی عمر میں اختلاف

بعض کہتے ہیں خلیفہ معتمد باللہ کے خوف سے ۲۶۵ ہجری میں آپ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ اپنے والد ماجد امام حسن عسکری کی وفات کے وقت آپ بھی فوت ہو گئے۔

بعض کہتے ہیں آپ پیدا ہوتے ہی مخفی ہو گئے۔ اور آپکی پیدائش کو بجز آپ کے خاص خادم اور فرمانبرداروں کے اور کسی نے معلوم نہ کیا اس وقت سے اب تک گو مخفی ہیں مگر زندہ ہیں حیات کے جامہ میں باقی ہیں اور آخری دور میں خروج کریں گے لوگوں کے امام بنیں گے زمین جو ظلم کے خس وخاشاک سے بھری ہوئی ہے اسے عدل وانصاف کے چشمہ سے صاف کریں گے۔

محمد منتظر کی درازی حیات محل شک نہیں ہے کیونکر اکثر لوگوں کی عمریں ہزار سے تجاوز کر گئی ہیں۔ دیکھو حضرت نوح علیہ السلام، حضرت لقمان وغیرہ کی عمریں کس قدر دراز ہوئی ہیں یہ اعتقاد شیعوں کا ہے۔

اہلسنت و جماعت کا عقیدہ

اہلسنت و جماعت کہتے ہیں محمد بن حسن عسکری اپنے والد ہی کی عین حیات اور حالت شیر خواری میں فوت ہو گئے تھے اور اس قول کی تائید امام جعفر کا قول کر رہا ہے جنہیں شیعہ تعصباً وعناداً جعفر کذاب کہتے ہیں۔ امام جعفر کہتے ہیں اپنے بھائی کی امامت کا میں ہی مستحق ہوں اور ان کا حق مجھ کو ہے۔ پس ظاہر ہے کہ اگر حسن عسکری کے کوئی صاحبزادے ان کے انتقال کے بعد موجود ہوتے تو جعفر تک امامت کیوں پہنچی اور وہ ان کی میراث کیوں لیتے گو شیعہ بناوٹ کی راہ سے کہتے بھی ہیں کہ انہوں نے ظلم وغضب سے امامت۔ لے لی ورنہ حسن عسکری

کے فرزند محمد منتظر موجود تھے مگر افراط سے خالی نہیں کیونکہ بعض شیعوں کا محقق فرقہ اس بات کا بھی قائل ہے کہ محمد منتظر اپنے والد حسن عسکری کے فوت ہونے کے پانچ سال بعد یا دس سال کی عمر میں فوت ہو گئے اس روایت سے بھی اہلسنت و جماعت کو ایک قسم کی تقویت اور تائید ہو سکتی ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ اپنے انتقال کے وقت سے دو سال تک پوشیدہ رہے اور بعد میں فوت ہو گئے۔ الغرض بجز ایک فرقہ شیعہ کے تمام سنی اور بعض شیعی اس بات پر متفق ہیں کہ محمد بن حسن عسکری فوت ہو چکے ہیں۔

چنانچہ رکن الدین علاو الدولہ سمنانی، اپنی ایک کتاب میں جس میں ابدال کا ذکر کیا ہے۔ تحریر فرماتے ہیں کہ محمد بن حسن عسکری جب لوگوں کی نظروں سے غائب ہوئے تو اس وقت وہ ابدال کے دائرہ میں پہنچے اور درجہ بدرجہ ترقی کرتے کرتے، سیدالافراد، بن گئے اور جب اس زمانہ کے قطب الاقطاب حضرت علی بن حسین بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے انتقال فرمایا تو حضرت امام محمد بن حسن عسکری نے ان کی نماز جنازہ ہی پڑھی اور تدفین کے بعد ان کی گدی پر جانشین ہوئے اور نو سال قطبیت کے مرتبہ میں رہ کر وفات پائی۔ جب ان کا انتقال ہوا تو ان کے قائمقام حضرت عثمان الجوشی الخراسانی رحمۃ اللہ علیہ ہوئے اور محمد منتظر بن حسن عسکری رضی اللہ عنہ کے جنازے کی نماز پڑھا کر مدینہ میں دفن کیا۔ انتہی

پس جب شیعوں اور سنیوں کا مذہب واضح کر دیا گیا تو اس سے ہر شخص اپنے اور ان کے اختلافات کا موازنہ کر سکتا ہے۔

اہل سنت کے مذہب کا خلاصہ یہ ہے کہ امام حسن عسکری کے بعد ان کا کوئی خلف باقی نہیں رہا۔

شیعوں کے قول کا ماحصل یہ ہے کہ امام حسن عسکری کے بعد محمد منتظر باقی

رہے جن کا لقب مہدی اور صاحب زمان ہے فتنہ کے ظہور کے وقت آخری زمانہ میں قبیل قیام قیامت آپ ہی خروج کریں گے اس کا نتیجہ صرف یہ ہوگا کہ امام مہدی اور شخص مہدی میں اختلاف امت ہے۔

بعض شیعہ کہتے ہیں کہ مہدی ابوالقاسم محمد بن ابوالقاسم بن علی بن حسین بن امیر المومنین علی بن ابی طالب ہیں۔ معتصم باللہ نے قید کردیا تھا اوران کے شیعہ اور خادم انہیں قید خانہ سے نکال کرا اپنے ہمراہ لے گئے اس کے بعد سے پھر ان کے احوال کی خبر نہیں۔ آخر زمانہ میں پیدا ہوں گے۔

اس روایت سے بھی واضح طور پر معلوم ہوگیا کہ اس فرقہ کے نزدیک بھی مہدی حسن عسکری کے صاحبزادے نہیں ہیں۔

انہیں میں سے ایک اور فرقہ ہے جسے کیسانیہ کہتے ہیں وہ کہتا ہے مہدی محمد بن علی بن ابی طالب ہیں جن کو لوگ محمد بن حنفیہ کہتے تھے انہیں موت نہیں ہوئی ایک پہاڑ میں جس کا نام رضوی ہے مخفی ہوگئے آخر زمانہ میں نکلیں گے چنانچہ مختار بن عبیدہ جس کا ذکر چوتھے باب میں آتا ہے وہ محمد بن حنفیہ ہی کے مہدی ہونے کا قائل ہے۔

فرقہ اسماعیلی کا عقیدہ

شیعوں میں ایک اور فرقہ جسے اسمٰعیلیہ کہتے ہیں اس کا قائل ہے کہ جس امام مہدی کے خروج کا وعدہ دیا یا ہے وہ ابوالقاسم محمد بن عبداللہ ہے جسے ۲۹۹ھ دوسو ننانوے ہجری میں زمین مغرب میں خروج کر کے اپنے زور بازو سے اس زمین کو فتح کرلیا۔ پس وہ مہدی ان کے گمان میں اولاد اور نسل اسماعیل بن جعفر ہے جنہیں شیعہ جعفر صادق کہتے ہیں۔

یہ لوگ یوں بھی بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد اور دادا سے ان کے

حق میں ایک نص آئی ہے اور ایک صحیح حدیث بھی ان کے حق میں نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہجرت کے تین سو برس پر مغرب سے آفتاب طلوع ہوگا۔

پس وہ آفتاب یہی مہدی ہیں جنہوں نے زمین مغرب پر خروج کر کے اس کے اہل پر فتح پائی۔

اثنائے عشریہ کا عقیدہ

فرقہ مذکورہ کے علاوہ ایک اور فرقہ بھی ہے جسے اثنائے عشریہ کہتے ہیں اور جن کی سکونت مؤلف کتاب (مفتی اکرام الدین رحمۃ اللہ علیہ) کے شہر میں بکثرت ہے وہ فرقہ سوائے بارہ اماموں کے جو (۱) امیر المومنین حضرت علی (۲) امام حسین (۳) امام حسن (۴) امام زین العابدین (۵) امام محمد باقر (۶) امام جعفر صادق (۷) امام موسیٰ کاظم (۸) امام علی رضا (۹) امام تقی (۱۰) امام نقی (۱۱) امام حسن عسکری (۱۲) امام مہدی رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور کسی کو امام نہیں مانتا ہر چند کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے اور بھی امام ہوئے ہیں مگر یہ فرقہ ان کے سوا اور کسی کی امامت کا معتقد نہیں۔ پس فرقہ اثنائے عشریہ کہتا ہے کہ جس مہدی کے آنے کا وعدہ دیا گیا ہے وہ محمد بن عسکری ہی ہیں جن کا ذکر سابق میں نہایت تفصیل کے ساتھ ہو چکا ہے اور اس باب میں جناب رسول اکرم ﷺ سے ایک حدیث اور حضرت امیر المومنین اور دوسرے آئمہ کے قول امام حسن عسکری تک لاتے ہیں اور ان کی امامت پر ان کے اباءِ سلف کی تخصیص لاتے ہیں۔

شیخ مفید شیعی بھی اپنے رسالہ میں اسی کے قریب قریب ذکر کرتے ہیں مگر اتنا اور بھی زیادہ بیان کرتے ہیں کہ مہدی موعود کا قبل از ظہور غائب ہونا دو طرح ہے ایک غیبوبتہ قصری دوسرے غیبوبتہ طولی غیبوبتہ قصری تو پیدائش کے وقت

سے انقطاع واسطہ تک درمیان امام اور ان کے شیعہ کے ہے اور غیبو تبہ طولی، پہلے ظہور سے اس ظہور تک کہ تلوار سے قائم ہو۔

علماء شیعہ میں سے ایک شخص جن کا طبری نام ہے وہ بھی شیخ مفید جیسا بیان کرتے ہیں لیکن غیبو بتہ قصری وطولی کے معنی میں فرق کرتے ہیں اور اس مقام میں ایک طول طویل اور بسیط کلام بیان کیا ہے صاحب مفتاح النجا بھی اس کلام کا ایک حصہ لائے ہیں مگر کاتب الحروف (مفتی اکرام الدین رحمۃ اللہ علیہ) نے اس میں بہت ہی تھوڑا سا بیان کیا ہے اور ان کے واہی اعتقادات پر بہت سے اعتراض کئے ہیں مگر اس مقام میں اختصار کی وجہ سے اسے ترک کیا گیا ان شاء اللہ تعالیٰ دوسرا رسالہ مہدی آخرالزماں کے احوال میں بسط کے ساتھ مفصلاً مع اختلاف مذاہب شیعہ اور ان کے دلائل اور جواب وغیرہ کے تحریر کئے جائیں گے کیونکہ یہ مقام اس بیان کا مقتضی نہیں ہے۔

شیعہ عباسی فرقہ کا عقیدہ

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ شیعہ عباسی جو ایک مشہور فرقہ ہے اسکا یہ اعتقاد ہے کہ مہدی موعود حضرت عباس عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل سے ہیں کیونکہ حدیث میں آیا ہے۔

''المھدی من ولد عباس''

ترجمہ:'' امام مہدی عباس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے ہونگے''۔

یہ لوگ اس کے علاوہ اور بھی کئی حدیثیں اپنے اس مطلوب کے ثابت کرنے کے لئے پیش کیا کرتے ہیں پھر شیعہ و بنی عباس وجود مہدی میں باہم اختلاف کرتے ہیں۔

بعض عباسی قائل ہیں کہ وہ آخر زمانہ میں پیدا ہونگے۔ بعض کہتے ہیں کہ مہدی محمد بن عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس، خلفاء عباسیہ میں سے تیسرے خلیفہ ہیں۔ وجہ یہ کہ حدیث نبوی ﷺ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ فرماتے ہیں:

منا السفاح و منا المنصور و منا المهدی

ترجمہ: ''ہم ہی سے سفاح اور منصور ہیں اور ہم میں مہدی ہے''۔

دوسری حدیث بایں مضمون لاتے ہیں کہ مہدی کا رسول اللہ ﷺ جیسا ہونا ہوگا اور ان کے والد کا بھی وہی نام ہوگا جو رسول اللہ ﷺ کے والد کا نام ہے ان کی کنیت ابوعبداللہ ہوگی ان کا نیزہ سیاہ ہوگا خراسان کی طرف سے آئیں گے محرم میں تمام لوگ ان کی بیعت کریں گے۔

پس اس حدیث میں جو صفات مذکورہ مندرج ہیں وہ سب کے سب محمد بن عبداللہ عباسی ہیں جن کا سابق ذکر ہو چکا ہے موجود تھے۔

پس ان اقوال سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ مہدی موعود حسن عسکری کے صاحبزادے محمد منتظر نہیں ہیں اور اس فرقہ کے اور بھی بہت سے واہیات اعتقاد ہیں جن کے جواب دوسرے رسالہ میں لکھے جائیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

اہل سنت کا عقیدہ

لیکن اہل سنت و جماعت باتفاق اس کے قائل ہیں کہ مہدی موعود حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد ذریت حضرت سیّدنا امام حسن سبط ثانی ابن علی رضی اللہ عنہما سے ہیں آخری دور میں ظہور رفتنہ کے وقت اور کثرت ہرج مرج اور بہت جدال وقتال کے بعد پیدا ہونگے اس وقت دین متین کی اعانت اور مشرکین بے دینوں کو مغلوب کریں گے چنانچہ اس باب میں اہل سنت نے طرف متعددہ سے

متواتر احادیث صحیحہ اور حسان وضعاف مختلف اسناد کے ساتھ بکثرت بیان کی ہیں جو اصل کتاب میں مذکور ہیں اور جنہیں مولف کتاب نے اختصاراً ترک کر دیا ہے۔

اللھم صل علی محمد و علی محمد کما تحب و ترضٰی ان تصل علیہ۔

☆=☆=☆

باب چہارم

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کا برا انجام

واضح ہو کہ جب اس خاندان سادات باوقار کے بیان سے فارغ ہوئے تو اب ہمیں دو چیزوں کا ذکر کرنا ضروری ہوا۔ ایک یزید کے احوال خسران مآل کا ذکر دوسرے امام مظلوم کے دیگر قاتلوں کا حال تا کہ اہل بیت کے مصائب سننے سے جو مومنین کو حزن و الم پہنچا ہے وہ ختم ہو جائے اور مردمان عاقبت بین۔ صاحبان انجام گزیں کے لئے عبرت کا سبب ہو۔ اے اللہ ہمارے اور جملہ مسلمانوں کے دل ان کے اعداء لعنہم اللہ کی محبت سے محفوظ و مصئون رکھ اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی آل واصحاب واحباب اور ازواج اور اس اتباع اور تمام مومنین و مومنات کی محبت واخلاص ہمارے نصیب فرما۔ (آمین ثم آمین)

یوم قیامت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حق میں فیصلہ

ابن الاخضر، امام علی بن موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ سے اور وہ سلسلہ بہ سلسلہ اپنے والد سے اپنے دادوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا کر فرماتے ہیں کہ ایک دن جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری دختر یعنی فاطمہ زہرا قیامت کے دن خون سے بھرا ہوا کپڑا بدن پر اوڑھے ہوئے قبر سے اٹھائے جائیں گی اور عرش کے ستونوں میں سے ایک ستون کو پکڑ کر جناب باری تعالیٰ عزوجل میں عرض کریں گے، اے سب حاکموں کے حاکم، اے تمام منصفوں سے زائد منصف، مجھ میں اور میرے بیٹے حسین کے قاتلوں میں حق فیصلہ اور مبرم حکم فرما۔ پس خدا کی قسم، حق سبحانہ وتعالیٰ میری بیٹی کے حق میں اچھا فیصلہ فرمائے گا۔

مستحق عذاب

عامر بن سعد البجلی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے میں' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ نے مجھ سے فرمایا، اے عامر میرے یار حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر میرا سلام کہہ اور خبر دے کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل دوزخ میں ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ان کو تمام روئے زمین کے لوگوں سے زیادہ اور عذاب دے گا۔

راوی کہتے ہیں کہ میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس خواب کا واقعہ بیان کیا انہوں نے جواب دیا کہ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے۔ اے عامر ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت میں متمثل نہیں ہوسکتا ہے۔

صاحب کتاب مرزا محمد معتمد خان مورخ علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں یہ خبر تو اخروی عذاب کی ہے جو ان پر ہمیشہ اور پابندہ اور ابدالآباد تک رہے گا مگر جو بلائیں اور مصیبتیں حق سبحانہ وتعالیٰ نے دنیا ہی میں ان پر مسلط کیں اور درحقیقت عذاب آخرت کی بجائے خود ایک نمونہ تھیں ان کو سننا چاہیے۔

معرکہ کربلا میں شریک یزیدی مختلف عذاب میں گرفتار

زہری روایت کرتے ہیں کہ جتنے لوگ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے معرکہ میں شریک تھے ان میں سے بے عذاب کوئی شخص بھی دنیا میں نہ چھوڑا گیا۔ بعض قتل کئے گئے۔ بعض اندھے ہوگئے۔ بعض کوڑھی اور سیاہ ہوگئے۔ بعض اپنے وطنوں اور ملک و دولت سے نہایت ذلت وخواری کے ساتھ نکالے گئے۔

منصور بن عمار کہتے ہیں بعض اشقیا پیاس کی شدت اور گرمی کی شدت سے تڑپ تڑپ کر مر گئے حالانکہ مشکیں کی مشکیں دریا کے دریا کنوئیں کے کنوئیں پانی کے پی گئے مگر پیاس نہ بجھی اور پیاسے کتوں کی طرح بری حالتوں میں ڈھیر ہو گئے۔

بعضوں کے آلہ تناسل نے وہ درازی پکڑی کہ چلتے پھرتے بیٹھتے اٹھتے رسے کی طرح گردن میں لٹکا رہتا تھا۔

دشمن جل مرا

ابوالفتح ایک اور طرفہ حکایت بیان کرتے ہیں کہ ایک مجلس میں چند آدمی بیٹھے ہوئے آپس میں باتیں کر رہے اور کہہ رہے تھے کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں کوئی ایسا معین و مددگار نہ تھا جس پر کوئی آسمانی آفت نہ ٹوٹی ہو یا بلائے ارضی نے نہ گھیرا ہو یعنی مرنے سے پہلے وہ ضرور کسی نہ کسی آفت میں مبتلا ہو اس محفل میں ایک بوڑھا مرد بھی تھا جھٹ بول اٹھا کہ سنو صاحبو! حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں بھی شریک تھا اور ان کے قتل میں میں بھی ان کے دشمنوں کا معاون تھا مگر مجھے تو کچھ بھی نہ ہوا صحیح و سالم ابتک موجود ہوں یہ کہہ کر چراغ کی بتی اٹھا چلا کہ چراغ کا گل اسپر گر پڑا اور آگ بدن میں لگ گئی ہر چند کہ فریاد کرتا رہا کہ مجھ کو آگ لگی ہوئی ہے مگر کسی نے نہ سنا یہاں تک کہ دریائے فرات میں گیا اور کئی غوطے کھائے مگر جو آگ اللہ کے غضب کی آگ ہو اسے کون بجھا سکتا ہے۔ توبہ ہے دریائے فرات کو کیا زہرہ تھا جو اس آگ کو بجھا سکتا آخر کار دریائے فرات سے سرد نہ ہوا اور اس میں جل جل کر مر گیا۔

علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کتاب سبط میں سدی سے نقل کرتے ہیں۔

سدی کہتے ہیں ایک شخص نے کربلا میں میری مہمانی کی اثنائے کلام میں حضرت

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا تذکرہ آ گیا لوگوں نے کہا جو شخص حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک تھا وہ بری موت مرا۔ لوگوں کے اس قول کو میزبان نے جھوٹ جانا اور تردید کرتے ہوئے کہا واہ صاحب میں بھی تو قتل حسین میں شریک تھا پر مجھے تو کچھ بھی نہ ہوا بحمد للہ اس وقت تک صحیح و سالم موجود ہوں اس کے ایک دن بعد وہ شخص رات کو درستی چراغ کے لیے اٹھا اور چراغ کا گل اس کے کپڑے پر جھڑ گیا جس نے جلا کر خاک سیاہ کر ڈالا۔

راوی کہتے ہیں اس کے مرنے کے بعد میں پھر گیا اور دیکھا خدا کی قسم اس کی صرف ایک انگلی ہی جلی تھی جس کے صدمہ سے مر گیا۔

چہرہ سیاہ ہو گیا

اسی طرح ایک اور حکایت معتبر مورخ سے بیان کی گئی ہے کہ ابن زیاد کے لشکر کے ایک سپاہی کو جس نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک اپنے گھوڑے سے باندھا تھا چند روز کے بعد اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا لوگوں نے اس پوچھا اے شخص تو تو تمام لوگوں سے صورت میں بہتر اور نیک منظر تھا اب تجھ پر کونسی ایسی آسمانی بلا ٹوٹی جس سے تیرا سارا منہ سیاہ روغن قیر کی مانند ہو گیا۔ اس سپاہی نے جواب دیا میرے کالے منہ ہونے کی حقیقت یہ ہے کہ جس دن سے میں نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر اپنے گھوڑے کی کمر سے باندھا ہے اسی روز سے دو شخص میرے پاس آتے ہیں اور میرے دونوں بازو پکڑ کر ایک ایسی جگہ لے جاتے ہیں جہاں بہت سی آگ جلتی رہتی ہے وہ دونوں آدمی مجھے منہ کے بل ڈالتے اور پھر نکال لیتے ہیں اس روز سے میرا منہ کالا پڑ گیا ہے۔

راوی کہتے ہیں آخر کار یہ شخص طرح طرح کی بلاؤں میں گرفتار اور نہایت ذلیل ہو کر مرا۔

رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی

امام واقدی بیان کرتے ہیں کہ ایک بوڑھا آدمی جو صرف حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقتل میں حاضر تھا مگر نہ وہ قتل میں شریک تھا نہ ان کے دشمنوں کا معاون، نہ ان کی طرف سے کسی قسم کا بے جا ظلم اس سے سرزد ہوا تھا۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد نابینا ہوگیا اس کے دوستوں میں سے کسی دوست نے اندھے ہونے کا سبب دریافت کیا کہا حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد میں عالم مثال میں کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ جلال میں اور مبارک آستین بازو تک چڑھائے ہوئے نازک ہاتھ میں برہنہ شمشیر لئے کھڑے ہیں۔ آپ کے آگے ایک چمڑے کا بڑا دسترخوان بچھا ہوا ہے جس پر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے دس قاتل جنہیں میں بھی پہچانتا تھا مذبوح مرغ بسمل کے مانند پڑے تڑپ رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا او ملعون نالائق تو بھی حسین کے مقتل میں حاضر تھا یہ فرما کر اس دسترخوان پر سے ایک سلائی جو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون میں آلودہ تھی اٹھا کر میری آنکھوں میں پھیر دی اس روز سے میں اندھا ہوگیا۔

ایک شخص اندھا ہوگیا

اسی طرح ایک شخص ایک طرفہ نقل بیان کرتا ہے کہ میں نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے سامنے ایک طشت خون سے بھرا ہوا رکھا ہے اس طرف سے جو شخص گزرتا تھا آپ اس طشت میں سے خون لے کر اس کی آنکھ میں ڈالتے اور بددعا کر کے چھوڑ دیتے تھے میرا بھی اسی طرف سے گزر ہوا جب آپ میرے ساتھ بھی وہی معاملہ کرنے لگے تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں تو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتال میں شریک نہ تھا۔ آپ نے غصہ

سے فرمایا گوتو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل سے راضی نہ تھا مگر اس بات کی خواہش رکھتا تھا۔ ناقل کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر اپنی انگلی خون سے بھر کر میری آنکھوں میں بھی لگا دی جس سے میں نے صبح کو اپنے آپ کو نابینا پایا۔

غیبی سزا

احمد، ابورجا سے نقل کرتے ہیں وہ کہتے ہیں اے لوگو! حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان میں سے کسی کو بھی برا نہ کہو کیونکہ کوفہ میں سے ایک شخص میرے پڑوس میں رہتا تھا میرے سامنے ایک دن اس نے یہ بے ہودہ الفاظ اپنی زبان سے بکے کہ لوگو دیکھو اللہ تعالیٰ نے اس فاسق بن فاسق کو قتل کر ڈالا یعنی امام حسین رضی اللہ عنہ کا نام ونشان دنیا سے مٹا دیا خدا کی قسم میرے دیکھتے دیکھتے دو چمکتے ہوئے تارے آسمان سے اترے اور اس کہنے والے کی آنکھ میں تیر کی طرح گھس گئے جس سے وہ بالکل اندھا ہو گیا۔

تبرا کرنے پر سور بن گئے

مرزا محمد مورخ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کتب تواریخ میں امام منصور سے ایک روایات لکھی دیکھی ہے منصور فرماتے ہیں کہ میں نے شام کے ملک میں بہت سے ایسے لوگ دیکھے جن کے چہرے سور (خنزیر) جیسے ہو گئے تھے میں نے ان لوگوں کا حال وہاں کے باشندوں سے دریافت کیا جواب دیا کہ یہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دن بھر میں ہزار ہزار بار لعنت کیا کرتے اور بُرا کہا کرتے تھے خاص کر جمعہ مبارک کے دن ان پر اور ان کی معصوم اولاد پر بے حد تبرا اور لعنت کیا کرتے تھے چنانچہ ایک دن انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں کھڑے ہوئے ان کی

شکایت کرتے اور اپنی داد چاہتے ہیں حضور ﷺ کو سن کر بہت ہی غصہ آیا۔ آپ نے ان کے منہ پر تھوک دیا اور لعنت کی اس روز سے ان کے چہرے سور جیسے ہو گئے اور لوگوں کے لیے عبرت کا نشان بن گئے۔

پیاس سے تڑپ تڑپ کر مر گیا

ترجمہ صواعق میں ہے کہ جب دشمن بے دین اور اشقیاء لعین نے معرکہ کربلا میں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ پر پانی بند کر دیا اور پیاس کی شدت سے ننھے منھے بچے بلک بلک کر رہنے لگے تو لشکر اعداء میں سے ایک شخص باہر آ کر کہنے لگا لوگوں دیکھو یہ شخص اپنے آپ کو گویا جگر گوشہ آسمان جانتا ہے تعجب کی بات ہے کہ اس کے لیے ایک قطرہ بھی آسمان سے نہیں ٹپکتا۔ جس سے کچھ پیا سجھائے یونہی پیاس کی حالت میں تڑپ تڑپ کر جان دے گا۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس ملعون کے یہ الفاظ سن کر فرمایا، "اللھم اقتلہ عطشا" اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس موذی پر ایسی پیاس کا غلبہ مسلط کیا کہ جس قدر زیادہ پانی پیتا تھا سیر نہ ہوتا تھا حتیٰ کہ تشنگی کی حالت میں پیاس پیاس کہتے کہتے مر گیا۔

ایک ظالم کا پیٹ پھٹ گیا

ایک صحیح روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ اثنائے قتال میں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے کسی سے پانی مانگا اس نے آخری وقت جان کر ایک قدح آب بھر کر دے دیا۔ آپ نے پانی کا پیالہ منہ کو لگایا ہی تھا کہ لشکر یزیدی میں سے ایک ظالم آپ میں اور پانی کے درمیان میں حائل ہو گیا یعنی عین پینے کے وقت ظالم نے ایسا تاک کر تیر مارا جس سے پانی کا پیالہ تو ہاتھ سے چھوٹ پڑا اور نبی کی تصویر کی نازک گردن میں سخت صدمہ پہنچا۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس کے حق میں بددعا کی اور فرمایا اے خدا اس کو ایسی پیاس کے عذاب میں

گرفتار کر کہ کبھی پانی سے سیر نہ ہو یہ کہنا تھا اور اس موذی کا پنجہ عذاب میں گرفتار ہوا پیٹ میں تو اس قسم کی حرارت وشدت پیدا ہوئی کہ ہر چند لوگ اس کے سامنے کے رخ سے پانی چھڑکتے اور پھینکتے تھے مگر ٹھنڈک کسی طرح نہ پہنچتی تھی اور پیٹ کے آگ کی جانب سے ایسی سردی اور برودت ظاہر ہوئی کہ پچھلی طرف سے کتنا ہی آگ جلاتے اور تنور روشن کرتے تھے مگر گرمی کا نام نہ تھا گو ہر وقت فریاد ''العطش'' کرتا اور منوں دودھ پانی پیتا تھا مگر کافی نہ ہوتا تھا غرض کہ پیاس پیاس کرتا رہا یہاں تک کہ پیٹ پھٹ کر مر گیا۔

اسی حکایت کے مثل ایک اور حکایت صاحب ''تہذیب التہذیب'' روایت کرتے ہیں جسے ہم بخوف طوالت ترک کرتے ہیں آگے چل کر مرزا محمد مورخ کہتے ہیں کہ یہ حال تو ان عام لوگوں کا تھا کہ جو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت میں موجود تھے اب یزید اور ابن زیاد اور عمرو بن سعد اور شمر وغیرہم جوان عام لوگوں کے سردار تھے ان کے حال بدمآل پر غور کرنا چاہیے کہ کم بختوں ناہنجاروں کندہ ناتراشوں پر کیا گزرا اور ایک ایک پر کیسی کیسی آسمانی آفتیں ٹوٹیں۔ ظاہر بات ہے کہ یزید نے صرف دنیاوی تمتع اور فانی لذات کے لیے چند روز اس قسم کی گستاخیاں اور بے ادبیاں امام کی جانب میں کرتا رہا مگر پھر کیا ہوا حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد کل تین برس اور کئی مہینے زندہ رہ کر جانہار گناہوں کی گٹھڑی بھرپور سر پر رکھ کر دوزخ میں پہنچا۔

اور ابن زیاد بھی تھوڑے ہی دنوں بعد مختار بن عبیدہ کے قتال میں بری حالت سے مارا گیا۔

عمرو بن سعد شمر ذی الجوشن کو اور جس قدر آدمی معرکہ کربلا میں موجود تھے مختار بن عبیدہ نے ایک ایک کو چن کر قتل کر ڈالا جب اس کو کوفہ پر تام تسلط اور

عام غلبہ ہوا تھا۔

اس کے بعد مرزا محمد مورخ کہتے ہیں کہ اب یوں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آل ابوسفیان کے احوال شقاوت مآل کی بابت بھی چند سطور لکھوں اور جس نے امام ہے کے خون کے مطالبہ کے لیے خروج کیا کچھ تھوڑا سا اس کا بھی ذکر کروں۔

عرض مؤلف

کاتب الحروف محرر نقوش محمد اکرام الدین (رحمۃ اللہ علیہ) اس محل میں یزید عنید کا ذکر اول سے آخر تک درج کتاب کرنا بہتر جانتا ہے تا کہ باعث مزید عبرت مردمان ہوں۔ اس کے بعد دوسرے اشقیاء بے دین اور دوزخیوں کے احوال کو تفصیل وار بیان کرے گا۔ صاحب کتاب نے گو فصول ساتھ ہی یزید کا کچھ ذکر کیا ہے مگر عاجز نے اس ذکر کو یہیں درج کرنا مناسب سمجھا تا کہ اس کے ساتھ فصل لازم نہ آئے۔

واضح ہو کہ جب یزید پلید حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر چکا تو ظلم و فسق و جور و فجور شرب خمر زنا لواطت وغیرہ وہ حرکتیں جو عموماً اور عقلاً ناپسند ہیں کرنی شروع کیں اہل مدینہ جو اس سے پہلے جبراً بیعت کر چکے تھے اب اس کا یہ حال شقاوت مآل دیکھ کر لگے خلع بیعت کرنے چنانچہ انہوں نے انصار و مہاجرین سے دو شخص منتخب کر کے ایک کو انصار اور دوسرے کو مہاجرین پر امیر بنایا۔

یزید کا خلاف شرع حکم اور حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کا اعلان حق

عبداللہ بن مطیع رحمۃ اللہ علیہ عدوی تو قریش کے امیر بنائے گئے اور عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ انصار پر امیر مقرر ہوئے ابھی تک مدینہ میں یزید کا ایک عامل

نعمان بن محمد بن ابوسفیان نامی موجود تھا۔ مدینہ والوں نے اسے نہایت ذلت کیساتھ اس پاک بستی سے باہر نکال دیا۔

چنانچہ امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ، امام عبداللہ بن غسیل رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ فرماتے ہیں بخدا ہم نے یزید عنید کی بیعت کا ربقہ حتی الامکان اپنی گردنوں سے نہ نکالا اور حتی المقدور اس پر خروج نہ کیا یہاں تک کہ ہمیں خوف ہوا کہ اگر اب بھی ہم اس کی اطاعت کے لئے جائیں گے تو آسمان سے پتھر برس کر ہم سب کو ہلاک کر دیں گے۔

کیونکہ اس نالائق نے ماؤں کا بیٹو سے، بہنوں کا بھائیوں سے نکاح مباح ہی نہیں جانا، بلکہ لوگوں کو اس پر مجبور کر دیا۔ نیز علانیہ طور پر شراب پیتا اور نماز ترک کر دیتا تھا۔

لہٰذا ہم نے اُس سے خلع بیعت کر لی۔ جب یہ خبر یزید پلید کو پہنچی کہ اہل مدینہ نے خلع بیعت کر لی ہے اور میری اطاعت سے خروج کر کے میرے عامل کو مقام والاحترام سے نکال دیا۔ بنی امیہ کو قید کر لیا تو ان کے قتل کا فکر کیا۔

الگ الگ جماعت

ترجمہ متعارف طبری میں مذکور ہے کہ یزید نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد عمرو بن سعد کو مکہ کا امیر اور ولید بن عتبہ کو عامل مقرر کیا تھا۔ جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ مدینہ سے مکہ چلے آئے تھے۔ جیسا کہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے احوال میں مذکور ہو چکا ہے تو عمرو بن سعد امیر مکہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے کسی قسم کی لڑائی اور جنگ وجدل نہیں کی۔ جس کی وجہ سے یزید نے اس پر نفاق کا الزام لگا کر مکہ سے اور بھیج دیا اور ولید بن عتبہ عامل مدینہ کو لکھ بھیجا کہ مکہ کی امارت بھی تو ہی اپنے حیطہ تصرف میں لا، ولید تو خود

مدینہ ہی میں رہا مگر اپنے نائب کو اس نے مکہ میں بھیج دیا گو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے عامل یزید کو مکہ سے نہ نکالا مگر اُسے عامل اور حاکم بھی نہ سمجھا اور جملہ اہل مکہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بیعت کی۔ پس حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ علیحدہ جماعت سے نماز پڑھتے اور عامل یزید علیحدہ نماز پڑھتا۔

شہادت حسین رضی اللہ عنہ پر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا غم

جب تک حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ مکہ میں تشریف رکھتے تھے اس وقت تک حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بیعت کے لیے ہاتھ دراز نہ کیا تھا۔ جب حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ملک عراق میں شہید ہوگئے تو ان کے لئے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بہت روئے اور بے حد تعریف کی اس وقت اہل مکہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بیعت کی اور کہا چونکہ اب آپ کے سوا اور کوئی نہیں رہا۔ لہٰذا ہم آپ سے بیعت کرنا مناسب جانتے ہیں جب اس بیعت کی خبر یزید کو پہنچی تو چلا اٹھا اور قسم کھا کر کہا کہ جب تک حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بندھے ہوئے اور گردن میں طوق پڑے ہوئے اپنے تخت کے آگے سر جھکا نہ ملاحظہ کروں تب تک نہ پیٹ بھر کر کھانا کھاؤں گا اور نہ نیند بھر سوؤں گا۔

یزید کا قاصد حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس

چنانچہ اس نے ایک آہنی زنجیر ولید کو بھیجی کہ یہ زنجیر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی گردن میں ڈال اور گرفتار کر کے بہت جلد میرے پاس بھیج ولید نے یزید کے قاصد کو مکہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اس نے یہاں آ کر یزید کا پیغام دیا اور وہ آہنی زنجیر حضرت عبداللہ کے پاس رکھی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے سر ہلایا اور اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ قاصد

جب یزید کے پاس واپس آیا تو اس نے ساری حقیقت بیان کی۔ یزید عامل ایک سال تک خاموشی سے تدبیر سوچتا رہا۔ یہاں تک کہ ولید نائب یزید مدینہ سے مکہ معظمہ حج کے لیے آیا ایک طرف حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اپنے ایک بڑے گروہ کے ساتھ حج کر رہے تھے اور دوسری طرف ولید اپنی جماعت کے ساتھ ارکان حج ادا کرتا تھا۔ اس کے بعد عثمان بن محمد ابی سفیان نے جو ولید عامل مدینہ کی تبدیلی کے بعد یزید کی طرف سے حاکم بن کر آیا۔

اہل مدینہ کو یزید کی مخالفت سے خوف دیا ادھر اہلیان مدینہ منورہ میں سے وہ دس آدمی جو نائب یزید کے حکم کے بموجب یزید کے پاس گئے ہوئے تھے واپس آئے اور جو احوال اس کا تھا اہل مدینہ سے بیان کیا۔ جب یہ خبر یزید کو پہنچی وہ مردود اور بھی جھلایا جیسا کہ مفتاح النجا کی روایت سے ثابت کیا گیا ہے۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا بیعت لینے سے انکار

غرض کہ اہل مدینہ باہم متفق ہو کر حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کے پاس گئے کہ ہم آپ سے بیعت کرتے ہیں۔ آپ ہماری سرپرستی کیجئے اور امام بنیے، حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ نے انکار کیا اور مدینہ سے نکل کر ایک گاؤں مسبوع نام میں سکونت اختیار کی۔

یزید کا پیغام اور اہل مدینہ کا انکار

یہاں یزید نے نعمان بن بشیر انصاری سے کہا کہ تو مدینہ جا کر لوگوں کو نصیحت کر اور میری طرف سے اہل مدینہ کو خوب سمجھا کہ میں مدینہ جیسی متبرک جگہ میں فوج کشی کرنا نہیں چاہتا۔ اور تمہاری بیبیوں کو بیوہ فرزندوں کو یتیم کرنا مجھے منظور نہیں مگر اس کے ساتھ ہی حضرت علی بن الحسین یعنی حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ سے کہو یہ کہ تم نے خوب کیا۔ جو اہل مدینہ کے شریک نہ ہوئے اس نیکی کا

بدلہ اور مکافات میرے ذمہ واجب ہے چنانچہ نعمان بن بشیر اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ آیا اور یزید کا ایک ایک پیغام مدینہ والوں کو پڑھ سنایا مگر یہاں اب کون ماننے والا تھا اس کی ایک نہ سنی۔ بلکہ صاف جواب دے دیا کہ ہم کو بیعت یزید ہرگز منظور نہیں۔ نعمان یہ سن کر واپس گیا اور یزید کو ان کے ارادوں سے مطلع کیا۔ اس وقت تو وہ بہت ہی فروختہ ہوا۔

اہل مدینہ کی تجدید بیعت نہ کرنے پر جنگ

مسلم بن عقبہ کو رموز سلطنت سے کمال درجہ واقف اور تدابیر ممالک میں نہایت درجہ مدبر اور جنگ آزمودہ تھا بلایا اور بارہ ہزار جنگجو پہلوان اور بقول بعضے دس ہزار عراق کے تلوار چلانے والے بہادر اس کے ساتھ کر کے مدینہ روانہ کیا۔ چلتے وقت یہ بھی کہا کہ اے مسلم جب تو مدینہ پہنچے پہلے پہل ان کے ساتھ نرمی سے پیش آنا۔ پھر بھی اگر وہ لوگ بیعت قبول نہ کریں تو جنگ شروع کرنا اور فتح کے بعد تین رات دن تک قتل عام کرنا اور ان کے خون مباح جاننا۔ اس وقت مسلم بن عقبہ کچھ بیمار تھا یزید نے کہا اگر تجھے کوئی واقعہ پیش آئے یعنی مرنے لگے تو حصین بن نمیر کو اپنے بعد خلیفہ بنا جانا۔

عبیداللہ بن زیاد اور یزید کی ناراضگی

ادھر تو مسلم بارہ ہزار فوج کے ساتھ مدینہ طیبہ روانہ ہوا اور ادھر یزید نے اسی روز عبیداللہ بن زیاد کو ایک خط بایں مضمون لکھا کہ جس قدر تیرے پاس جمعیت ہے سب کو اپنے ساتھ لے کر جلد مکہ پہنچ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کر، ابن زیاد پہلے ہی یزید سے ناخوش بلکہ اس کی طرف سے ایک قسم کا کینہ رکھتا تھا۔ وجہ یہ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے صلہ میں یزید نے اسے صرف کوفہ اور سواد عراق ہی دیا اور خراسان سیستان جو عہد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

سے ابن زیاد سے متعلق تھے اور جس کے دینے کی اس وقت اسے قوی امید دلائی گئی تھی یزید نے ان دونوں شہروں کو اس کے امید کے برخلاف مسلم بن زیاد اس کے چھوٹے برادر کو دے دیا تھا۔ پس اس باعث سے عبیداللہ بن زیاد کو یزید سے خاطر خواہ رنجش ہوگئی تھی۔ یزید کا خط پہنچتے ہی اس نے جواب صاف لکھ بھیجا کہ دو چیزیں مجھ سے نہیں ہوسکیں گی۔ اوّل پیغمبر کے فرزند ارجمند کو قتل کر ڈالنا۔ دوسرے خانہ خدا کو ویران اور خراب کرنا اور بظاہر بیماری کا بہانہ اور حیلہ کر دیا۔ یزید یہ سن کر خاموش ہوگیا۔

اہل مدینہ سے جنگ

یہاں مسلم بن عقبہ سپاہ شام کے ساتھ مدینہ میں آ پہنچا اور شہر پناہ کے متصل قیام کر کے تین دن تک لشکر کو آرام کرنے دیا پھر ایک معتبر قاصد کو مدینہ بھیجا اس نے وہاں جا کر بہت سے نصیحت آمیز کلمے سنائے مگر انہوں نے ایک نہ مانی اور مدینہ کے چاروں طرف خندقیں کھود کر آمادہ کارزار ہوئے۔ مسلم نے اپنی فوج کو مدینہ کے اردگرد پوشیدہ ہونے کا حکم دیا مگر چونکہ خود بیمار تھا خیمہ کے اندر تخت بچھا کر بیٹھ گیا۔ حضرت عبداللہ بن حنظلہ نے حضرت فضیل بن عباس کو مقدم لشکر کیا۔ کیونکہ عبدالمطلب کے سب فرزندوں میں آپ ہی زائد عقل مند اور فرزانہ تھے۔ ادھر سے تو حضرت عبداللہ نے سواروں کو حملہ کا حکم دیا۔ اس طرف سے فضیل نے خود اپنی جماعت کے ساتھ لشکر شام پر حملہ کیا آپ شامیوں کو پراگندہ کر کے اور ساری فوج کو تتر بتر کر کے تخت مسلم تک پہنچے۔ اثناء قتال میں ایک بڑی بھاری جماعت کو قتل کر ڈالا ایک رومی غلام جو دشمن کے لشکر میں حملہ آور تھا۔ فضیل کے سامنے آیا آپ نے اُسے مسلم جان کر فوراً قتل کر ڈالا اور وہاں سے پھرتے وقت کہا کہ میں نے مسلم کو قتل کر ڈالا اور مسلم نے یہ آواز سنتے

ہی کہا اے فضیل میں تیرے قتل کے لئے زندہ ہوں۔ گھبرامت ابھی تلوار زہر آلود سے دونیم کرتا ہوں۔ پس مسلم خیمہ کے اندر سے مسلح ہوکر گھوڑے پر سوار ہوئے باہر نکلا اور کہا اے شام کے بہادرو اگر تم میرے بغیر نہیں لڑ سکتے تو لو میں حاضر ہوں۔ اب جلدی سے حملہ کرو اور اہل مدینہ کو فوراً تہ تیغ کر ڈالو۔ اہل مدینہ کے سردار حضرت فضیل نے مسلم بن عقبہ کی طرف منہ کیا اور تھوڑی دیر تک لڑتے رہے یہاں تک کہ مسلم نے آپ کے پہلو پر ایسا نیزہ مارا جس سے تاب نہ رہی گھوڑے کی پشت سے فرش زمین پر گر کر شہید ہو گئے اب تو اہل شام کی بن آئی۔ سب نے مل کر حملہ کیا اور ایک ہی بار حرکت کی چونکہ لم یزلی اور تقدیر خداوندی اس بات کو مقتضی تھی کہ یزید کے نامہ اعمال میں اور بھی شقاوت اور برے عمل لکھے جائیں لہذا بہت سے اہل مدینہ ان ظالموں کے ہاتھوں شہید ہوئے اور باقی ماندہ شہر مدینہ سے چلے گئے۔ حضرت فضیل رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ باہر نکلے اور پا پیادہ جنگ شروع کی مسلم نے اپنی فوت کو للکار کر کہا اے شامیو تم بھی پیادہ ہو جاؤ اور اس بہادر میدان کارزار کو یہیں گھیر لو، پس حصین بن نمیر رئیس شام تمام سپاہ حمص کے ساتھ پیادہ ہو گیا اور دوسری طرف سے مسلم کے لشکر نے تیر بارانی شروع کی۔ یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن حنظلہ نے مع اپنے تین بھائیوں کے شہد شہادت چکھا۔

سات سو صحابہ کے ساتھ دس ہزار اہل مدینہ شہید

اصل کتاب کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سات سو بڑے بڑے صحابہ انصار و مہاجرین میں سے اور دس ہزار مدینہ کے اور قبیلوں میں سے حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہید ہو گئے۔ اور اسی روز سے مسلم مسرف کے لقب کے ساتھ مشہور و معروف ہو گیا۔

مسجد نبوی ﷺ کی بے حرمتی

غرض کہ جب حضرت عبداللہ بن حنظلہ اور حضرت فضیل بن عباس رضی اللہ عنہما شہید ہو چکے تو مسرف مدینہ کی پاک بستی میں گھس آیا اور تین روز برابر اہل مدینہ کے کشت وخون اور غارت گری میں مصروف رہا۔ تین روز تک مسجد نبوی ﷺ میں جماعت نہ ہوئی۔ اور بجائے اس کے کتے بلی کے بول و براز سے وہ منبر شریف جس پر رسول اللہ ﷺ اور خلفاء وراشدین مہدیین تشریف رکھتے تھے۔ آلودہ کیا گیا۔ ساری مسجد میں نجاست پھیلائی گئی۔ اس مبارک مکان میں اغلام ہوا کئی عورتوں کو زنا سے حمل رہا در و دیواروں کو کم بختوں ظالموں نے پلیدی سے آلودہ کیا۔

انتهیٰ کلام "صاحب المفتاح نعوذ باللہ"

انا للہ و انا الیہ راجعون۔

افسوس صد افسوس وہ آلِ رسول اللہ ﷺ جو آیۂ کریمہ:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۔ (سورۃ الاحزاب)

ترجمہ: "اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو تم سے ہر ناپاکی دور فرما دیا اور پاک کر کے خوب ستھرا کر دے"۔ (کنز الایمان)

کے مخاطب تھے اور جن کی عالی شان میں یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ ان کے ساتھ یزید پلید کس طرح پیش آیا اور جو اصحاب کبار اس آیت

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (سورۃ آل عمران)

ترجمہ: ''تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر کتابی ایمان لاتے تو ان کا بھلا تھا ان میں کچھ مسلمان ہیں اور زیادہ کافر''۔ (کنزالایمان)

کے مورد تھے۔ ان پر اس ملعون کی طرف سے کیسی کیسی مصیبتیں اور آفتیں پہنچیں جسے سن کر دل پاش پاش ہو جاتا ہے اور ہر فرد بشر کی آنکھوں سے چشمہ حسرت ابل آتا ہے۔

القصہ مسرف بدبخت نے قتل عام کے بعد بقیہ لوگوں کو جمع کیا اور بیعت یزید عنید کی تکلیف دی اور کہا اگر تم اس کی اطاعت اختیار نہ کرو گے تو جس طرح تمہارے سرداروں اور بہادروں کو قتل کیا اس سے زائد تمہیں تکلیفیں پہنچا کر قتل کروں گا اور بیعت بھی یزید کی اس طریقہ سے ہو کہ اگر وہ چاہے تمہیں غلام بنا کر رکھے چاہے بیچ ڈالے چاہے آزاد کرے۔

مدینہ منورہ میں قتل وغارت

بعض اہل مدینہ نے کہا ہم یزید کی بیعت اس شرط پر کرتے ہیں کہ وہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق عمل کرے۔ مسرف ملعون اور ناپاک نے نہ مانا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام آپ کے پڑوسیوں اور ہمسایوں کو ظلم بھرے ہاتھوں سے ناحق قتل کر ڈالا۔

طبری میں لکھا ہے کہ اس کے بعد مسلم نے علی بن الحسین یعنی حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کو بلا کر یزید کا پیغام پہنچایا اور کہا وہ آپ سے آداب و نیاز کے بعد کہتا ہے کہ آپ نے جو اپنی ذات بابرکات کو اس فتنہ میں نہ ڈالا بہت اچھا کیا میں تم سے بے حد راضی ہوں۔

واضح ہو کہ یہی تاریخ امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش کی ہے اور یہ واقعہ آخر ذوالحجہ ۶۳ھ میں ہوا۔ محرم ۶۴ھ میں مسلم بن عقبہ کچھ زائد بیمار ہو گیا تھا کہ یزید کا خط اس کے پاس بایں مضمون آیا کہ مکہ میں پہنچ کر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے قتال کر۔ گو اس وقت مسلم سخت بیمار تھا مگر یزید کا پیام پہنچتے ہی مدینہ سے کوچ کیا۔ جب مکہ تین منزل رہ گیا تو مسرف کی مرض میں اور بھی شدت ہوئی اور سکرات موت کے جب آثار نمودار ہوئے تو اس نے حصین بن نمیر کو بلا کر اپنی کل فوج اس کے حوالہ کر دی اور سپہ کو اس کی اطاعت و انقیاد کی وصیت کر کے واصل جہنم ہوا۔

یہاں حصین نے مکہ پر لشکر کشی کی اہالیان مکہ پہلے ہی سے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بیعت کر چکے تھے اور اپنی جانیں راہ خدا میں قربان کرنے کے لیے آمادہ تھے اہل مدینہ سے جو لوگ بھاگے ہوئے یہاں آئے تھے وہ بھی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس جمع تھے جب حصین بن نمیر کے آنے کی خبر پہنچی تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اپنی سپاہ سمیت مکہ سے باہر نکلے اور لشکر سے فرمایا۔ خبردار شامیوں میں سے کوئی متنفس بھی مکہ کے اندر نہ آنے پائے اہل شام نے باہم متفق ہو کر حملہ کیا اور سب سے پہلے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے برادر مع اپنی فوج کے شہید ہوئے۔ پھر شامیوں کے بے حد ظلم سے بہت سے اہل مکہ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ آخر کار حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے شکست کھا کر مکہ میں پناہ لی اور چاروں طرف کے دروازے بند کرا دیئے۔

بیت اللہ شریف کی بے حرمتی اور گستاخوں کا انجام

اہل شام نے مکہ کا محاصرہ کیا اور بڑی منجنیقیں بنا کر پہاڑوں پر سے سنگ بارانی کرنی شروع کی ان پتھروں سے خانہ کعبہ کی دیواریں مسجد کے ستون

بالکل ٹوٹ گئے کعبہ شریف کا سارا لباس اور تمام پردے جل کر خاکستر ہو گئے منجنیق پھینکنے والا ایک حبشی کافر تھا۔ جو پہاڑ پر کھڑا شعر پڑھتا اور منجنیق پھینکتا تھا۔ جس سے مسجد کے بہت سے ستون شکستہ ہو گئے۔ غرض کہ کئی روز تک بیت اللہ شریف اور برہنہ رہا نہ کوئی اس کا خبر گیر اور پرستان حال رہا نہ کوئی اس میں آ سکتا تھا۔ جس سے آبادی کی شکل معلوم ہو۔

کئی دن کے بعد اللہ تعالیٰ کے جلال وغیرت کے آثار آسمان سے نمودار ہوئے۔ یعنی ایک سخت پریشان ہوا چلنے لگی اور ایسی آگ برسی جس سے منجنیق جل کر خاک سیاہ ہو گئی۔ وہ کافر حبشی تو باد برد ہو گیا۔ اور اس کے ساتھی جل کر کباب ہو گئے۔ ہر چند کہ وہ بھاگتے اور دوڑتے تھے مگر آگ ان کا پیچھا نہ چھوڑتی تھی۔ حتیٰ کہ اس گروہ وخمیت پژدہ کو جلا کر دوزخ میں پہنچایا اور اُسی روز یزید عنید بھی واصل جہنم ہوا۔

شامیوں نے جب آگ کا یہ حال دیکھا تو سب کے سب پھر گئے اور کہنے لگے ہم کو بیت اللہ سے لڑنے کی ہرگز طاقت نہیں یہاں حصین بن نمیر سردار لشکر شام نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا سارا احوال یزید کو لکھ بھیجا کیونکہ اُسے بھی تک یزید کی موت کی خبر نہ ہوئی تھی دوسرے روز حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حصین کو پیغام بھیجا کہ یزید تو مر چکا اب تو کس کی طرف سے لڑتا اور جان دیتا ہے۔

حصین نے اس خبر کو جھوٹ جانا اور بے پردہ ہو کر بدستور لڑائی میں مشغول رہا۔ یہاں تک کہ ثابت بن قیس مدینہ سے آیا اور یزید کے مرنے کی خبر حصین کو پہنچائی۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو پیشکش

حصین نے اسی وقت حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجا کہ بے شک یزید مر گیا اس کے فرزندوں میں سے کسی میں سرداری اور حکومت کی لیاقت مجھے نہیں معلوم ہوتی بہتر ہوگا کہ آپ میرے ساتھ شام میں چلیں میں واثق وعدہ کرتا ہوں کہ تمام شامیوں کی آپ کے ہاتھ پر بیعت کرادوں گا۔ اور وہاں کی ریاست آپ کو دلا دوں گا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے قاصد کے ہاتھ کہلا بھیجا کہ میں حرم خانہ کعبہ سے باہر نکلنا پسند نہیں کرتا۔ حصین، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بالکل ناامید ہو کر بے نیل مرام واپس چلا گیا۔

یزید کی مدت حکومت

یزید کی موت ربیع الاوّل کی پندرہ تاریخ شہر حمص ۳۳ سال کی عمر میں واقع ہوئی۔ وہ مردود صرف تین سال سات مہینے بادشاہی کر کے جہنم میں جا پڑا۔ حیف صد حیف اتنی سی زندگی اور وہ بھی تکدر کی تلخی سے بھری ہوئی، کے لیے وبال ابدی اور عذاب لم یزلی کی گٹھڑی سر پر لے کر جہنم میں جانا بڑے ننگ و عار کی بات اور افسوس کی جگہ ہے۔

یہ احوال تو یزید کا ہوا اب ان لوگوں کا قصہ جو امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک تھے۔ سننا چاہیے اور مزید تقریر اور طوالت کلام سے مخاطبوں کو رنجیدہ نہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ قاعدہ کی بات ہے کہ تاوقتیکہ کلام کا اوّل آخر معلوم نہیں ہوتا پورا قصہ مشکل سے سمجھ میں آتا ہے۔

معاویہ بن یزید کا خطبہ

مورخین نے لکھا ہے کہ جب یزید عنید مر چکا تو اس کا بڑا لڑکا معاویہ نام جسے وہ اپنی حیات ہی میں ولی عہد کر چکا تھا۔ بادشاہ بنا اور دوسرے روز منبر پر

چڑھ کر خطبہ دیا۔ حمد خدا اور نعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کہا اے لوگو! یہ خلافت اللہ تعالیٰ کی ایک مضبوط رسی ہے میرے دادا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ناحق حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نزاع کر کے خلافت لے لی جو درحقیقت حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کا حق تھا اور وہی اس کے مستحق تھے۔ بعدہٗ میرے دادا نے میرے باپ کو جو بالکل خلافت کی اہلیت اور استحقاق نہ رکھتا تھا۔ اپنے سامنے اپنا خلیفہ بنایا اس نے امیر المومنین حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو صرف دنیا کی چاہت اور خلافت کے لیے ناحق قتل کر ڈالا۔ سو میرا باپ جانہار نامراد جوانی کی حالت میں مر گیا اور آخرت کا وبال قبر میں لے گیا۔

معاویہ کے دل میں حُبِّ اہلِ بیت

راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد معاویہ بن یزید منبر پر چڑھا ہوا خوب رو ایا۔ اور کہا میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ میرے باپ کو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے لڑنا بڑی بیہودہ بات تھی۔ پھر ان کو شہید کرنا اور بھی لغو حرکت اور بڑا نامناسب کام تھا کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کو قتل کر ڈالا۔ شراب کو مباح کر دیا۔ محرمات ابدی کو جائز کیا۔ بیت اللہ کو منہدم کر ڈالا۔ میں اس خلافت میں کوئی عمدہ بات اور لذت نہیں پاتا اگر یہ نیک رہے اور مجھ سے ایسے کام سرزد نہ کرائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ ورنہ یہ خلافت وریاست اولاد ابی سفیان کو مبارک رہے۔

بعض روایتوں میں یوں بھی آیا ہے کہ معاویہ بن یزید نے کہا اے لوگو تم جسے چاہو اور پسند کرو۔ امیر بناؤ میں نے اپنی بیعت کا ربقہ تمہاری گردنوں سے اتار لیا یہ کہہ کر منبر سے نیچے اتر آیا۔ اور سیدھا گھر میں چلا گیا۔

راوی بیان کرتا ہے کہ جب معاویہ روتا ہوا گھر میں گیا تو اس کے

اقارب اور ماں نے اس کے پاس آکر رونے کا سبب دریافت کیا اس نے سب سے اپنی مفصل کیفیت اور محب اہل بیت ہونا ظاہر کر دیا۔ اس کی ماں جس کا نام ہاشم بنت ابی ہاشم بن عتبہ تھا۔ سن کر کہنے لگی کاش تو پیدا ہوتے ہی مر جاتا اور میں تیرے مرنے خبر نہ سنتی۔ معاویہ نے جواب دیا بخدا میں اپنی موت تجھ سے زائد محبوب رکھتا ہوں۔ کاش اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے اور اپنے رسول ﷺ کے خادموں میں اٹھائے۔ بنی امیہ نے محبت خاندان نبوی اور مودت دو دمان مرتضوی کی تعلیم کی تہمت معاویہ کے استاد کو لگائی اور بلا کر دریافت کیا۔ استاد بے چارے نے ہر چند انکار کیا اور قسم کھائی۔ مگر ان بے دینوں نے باور نہ کیا اور اس معصوم بے گناہ کو زندہ زمین میں دفن کرا دیا۔ اس وقت کے چالیس دن بعد معاویہ بن یزید سلطنت کو ترک کر کے جوار رحمت حق میں جا ملا۔

طبری میں مذکور ہے کہ عبید اللہ بن زیاد، معاویہ بن یزید کی بیعت کے لیے شہر بشہر اور قریہ قریہ گشت کرتا پھرتا تھا اور سب سے بیعت لے لی تھی۔ جب کوفہ سے بصرہ میں پہنچا تو معاویہ کے انتقال کی خبر پہنچی اہل بصرہ نے ابن زیاد پر ہجوم کیا اور بصرہ سے اُسے نکال دیا وہ بھاگ کر شام پہنچا یہاں بصریوں نے بنی عبد المطلب میں سے ایک شخص کے ہاتھ پر شہر کی حفاظت کے لیے بیعت کر لی اور باہم اتفاق کر کے کہا کہ تاوقتیکہ کوئی برحق خلیفہ نہ ہو اسی شخص کی اطاعت پر جانیں دے دو۔ اس شخص کا نام عامر بن سعد تھا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا تمام ممالک پر غلبہ

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو مکہ میں بہت بڑی قوت حاصل ہو گئی دن بدن لوگ جوق در جوق آتے اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ امیر المومنین کے لقب سے مشہور ہو گئے مدینہ اور حجاز اور اس کے

پانچواں حسان بن مالک ارزن کا حاکم تھا۔ یہ سب کے سب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بیعت کرنے کی دلی خواہش رکھتے تھے۔ مگر حسان بن مالک چاہتا تھا کہ خالد بن معاویہ بن یزید سے بیعت کرنی چاہیے۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ خالد بن معاویہ نے اس سے کچھ مسلوک ہونے کا وعدہ کیا تھا۔ جب حصین بن نمیر مکہ سے یہاں آیا اور لوگوں کے دل ان کی ادائیں باہم مختلف پائیں تو کہا اے لوگو خالد کی بیعت کرو۔ کیونکہ میں نے بہت چاہا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لاؤں اور تم سے بیعت کراؤں مگر وہ راضی نہیں ہوئے اتنے میں مروان بن الحکم مدینہ سے یہاں آ پہنچا اور لوگوں کو مختلف دیکھ کر خود بھی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنی چاہی۔ کیونکہ خالد بن معاویہ سولہ برس کا نوجوان تھا۔ اور لوگوں کو بھی ان کی بیعت پر ابھارا اور کہا اے لوگو خالد بن معاویہ خورد سال ناتجربہ کار ہے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ایک جہاندیدہ سردوگرم چشیدہ ابن عم پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور نواسہ صدیق اکبر ہے۔ میری رائے میں اس سے بیعت کرنا تمہاری بہبودی اور ترقی کا باعث ہے۔ اتنے میں عبیداللہ بن زیاد بھی آ پہنچا۔ کیونکہ یزید قتل امام حسین رضی اللہ عنہ سے اور اس کے بیت اللہ نہ جانے سے ازحد ناراض تھا اس بنا پر ابن زیاد، یزید اور ان کی اولاد سے بہت ناخوش رہتا تھا اصل کتاب میں اس کی ناخوشی کی وجہ طول طویل لکھی ہے یہاں اختصاراً ذکر کیا گیا۔

ابن زیاد کا اہل شام کے سامنے یزید کی برائیاں بیان کرنا

الغرض عبیداللہ نے سب لوگوں کو جمع کر کے کہا خلافت کی بابت میں سب سے بڑا رکن مدبر اور جہاندیدہ خلیفہ کا ہونا سمجھتا ہوں جس کو حرب وصلح میں بہت بڑا تجربہ حاصل ہو۔

پس بہت سے لوگوں کو فریفتہ کر کے مروان کے پاس لے گیا۔ مروان کی خواہش حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی خواستگاری کی اور منبر پر چڑھ کر یزید کی بے حد برائیاں کر کے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے محامد بیان کیے اس مجلس میں خالد بن معاویہ بھی موجود تھا۔ یزید کے ذمائم سن کر مجلس سے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا لوگو، دیکھو میرے دادا یزید نے ضحاک کے ساتھ کتنی نیکیاں کیں آج یہ ان کو گالیاں دیتا ہے خالد کے اٹھتے ہی شام کے تین بڑے بڑے سردار ایک ولید بن عتبہ دوسرا یزید بن حبان تیسرا سفیان اٹھ کھڑے ہوئے اور ضحاک کو طعن و تشنیع کر کے کہنے لگے واہ صاحب یزید کی نعمت و دولت کا یہی شکر یہ ہے جو تم ادا کر رہے ہو۔

ابن زبیر کو کیا طاقت جو سلطنت کا مالک ہو، اول تو وہ خلافت کی اہلیت ہی نہیں رکھتا دوسرے بنی امیہ کا ان کی خلافت پر راضی ہونا غیر ممکن بات ہے کیونکہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ان میں شہید کئے گئے ہیں تم کو تو اس وقت مناسب یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے بنی امیہ کی تائید کرو اور یہ سلطنت ان سے نہ جانے دو، نہ یہ کہ ان کی موروثی سلطنت ان کے قبضہ سے نکال کر اس کے دشمنوں کو تفویض کر دو یہ سنکر عمرو بن الحکم جو لشکر کے سرداروں میں سے ایک با شوکت سردار تھا اٹھا اور کہنے لگا یہ حق حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ہی کا ہے کیونکہ وہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی ہیں قطع نظر اس کے وہ ایک باشعور اور زبردست عالم اور دانا ترشخص ہے قریش جو تمام قبائل عرب میں برگزیدہ قبیلہ گنا جاتا ہے وہ اس میں ایک مسلم شخص ہے۔

پس اس وقت میں بھی ضحاک کی رائے کی تائید کرتا ہوں کہ خلافت کے حق دار حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ہی ہیں اس تقریر سے شامیوں پر کچھ ایسا

پڑا کہ تمام اہل شام نے اس سے بیعت کر لی۔ حمص کے رہنے والوں نے نعمان بن بشیر کے ہاتھ پر قسرین کے آدمیوں نے زفر بن الحارث کے ہاتھ پر فلسطین کے اہالیان نے بابل بن قیس کے ساتھ بیعت کی اسی طرح باقی تمام شامیوں نے اپنے اپنے سرداروں سے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے لیے بیعت کی اب تو عراق، بصرہ، کوفہ، یمن، مکہ مدینہ اور تمام ممالک مغرب حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے حیطہ تصرف میں آئی ایک ذرا سا قصہ درمیان میں اور رہ گیا ہے کہ جب ضحاک نے منبر پر چڑھے ہوئے ان تینوں یزید کے دوستوں کی گفتگو سنی تو اپنے پیادوں کو حکم فرمایا کہ ان تینوں مفسدوں کو گرفتار کر کے قید خانہ میں لے جاؤ کیونکہ یہ لوگ خالد بن یزید کی پاسداری کرتے ہیں پیادوں نے اپنے سردار کا حکم سنتے ہی ان تینوں شخصوں یعنی خالد اور سفیان اور ولید کو پکڑ لیا اور گھسیٹتے ہوئے قید خانہ کی طرف لے گئے لوگوں میں آشوب اور شور و فغاں برپا ہوا چاروں طرف سے ضحاک پر پتھر برسنے لگے ضحاک منبر پر سے اتر آیا اور ادھر مروان اور عبیداللہ مسجد کے ایک گوشہ میں باہم بیٹھے مصلحت کر رہے تھے عبیداللہ نے مروان سے کہا جب تک غوغا سے لوگ آسودہ نہ ہو ہم اپنے کام سے فارغ ہو جائیں غرضکہ اس دن تمام رات دمشق میں ہائے ہوئے اور شور و فغاں رہا۔

ضحاک تو رات کے وقت بنی امیہ کے خوف سے اپنے لوگوں کے ساتھ جن کا ''مرج راہ'' کا لقب تھا چل دیا دوسرے روز آدمی پھر جمع ہوئے اور باہم مشورے اور تدبیریں کر کے کہنے لگے کہ اگر ہم اس وقت اپنی خواہش اور خوشی کے موافق خالد کی بیعت کرتے ہیں تو تمام مسلمانوں کی مخالفت سے بے حد شرم آتی ہے کیونکہ تمام جہان نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت پر اتفاق کر لیا ہے اور اگر خالد کی بیعت ترک کرتے ہیں تو بنی امیہ سے حکومت باہر جاتی ہے۔

ابن زیاد کے مشورہ سے مروان کی بیعت

اسی اثناء میں ابن زیاد آیا سرداران دمشق نے کہا آؤ ابن زیاد سے بھی اس باب میں مشورہ کرتے ہیں کہ دیکھیں وہ کیا کہتا ہے۔ پس سب نے عبیداللہ بن زیاد سے کہا کہ تو اس باب میں ہمیں کیا مشورہ دیتا ہے۔ ابن زیاد بولا اے لوگو! حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اس سے بیعت کرنا اور بنی امیہ وارثان خلافت کو محروم رکھنا عقلاً نامناسب بات ہے اس حکومت کو بنی امیہ سے خارج کرنا سزاوار نہیں کیونکہ اے شامیو حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ہو کر کئی دفعہ کی چڑھائی اور فوج کشی کے بعد اور بے حد جان کاہیوں اور بڑی دشوار گزار گھاٹیوں کے طے کرنے کے پیچھے یہ سلطنت بلا شرکت غیر تمہارے لیے راست اور درست ہوئی ہے آپ اس کو اپنے خاندان سے دور کرنا بعینہ ایسا ہے جیسا اپنے آباؤ اجداد کو باطل اور بیہودہ جاننا۔

پس میری رائے میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ این معنی کہ مستحق خلافت نہیں معلوم ہوتا۔ رہا خالد بن معاویہ بن یزید اگر تم اسے خلیفہ بنانا چاہتے ہو تو اس کی خلافت میں بھی مجھے کلام ہے کیونکہ وہ نوجوان آدمی ہے مملکت کے فراز ونشیب اچھی طرح سمجھ نہیں سکتا اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بسر نہ آ سکے گا آج خلافت ایسے شخص کو ہونی مناسب ہے جو حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ پر غالب ہو اور میں اس کام کے لیے بجز مروان کے اور کسی کو لائق نہیں دیکھتا۔

جب عبیداللہ بن زیاد نے یہ بلا خیز افسوں پھونکا تو تمام حاضرین کو مستحسن معلوم ہوا سب نے اسی وقت مروان سے خلافت پر بیعت کی اور تخت حکومت پر بٹھایا مگر ضحاک بن قیس کو (جس کا سابق میں کچھ ذکر ہو چکا ہے) مروان کا خلیفہ ہونا شاق گزرا اور کہا میں تو مروان کی خلافت پر جیتے جی کبھی راضی نہ ہوں گا

جو سردار حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بیعت کر چکے تھے اور جن کا مفصل قصہ معہ نام ونشان پہلے گزر چکا ہے ضحاک بن قیس نے ان سے اور نیز حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے سپاہ طلب کی ادھر مروان نے سپاہ ودمشق کے ساتھ ضحاک پر چڑھائی کی اور عبیداللہ بن زیاد کو سپہ سالار بنایا پورے بیس روز تک ضحاک سے سخت لڑائی رہی آخر کار ضحاک اور دوسرے شام کے سردار جو ممالک شام پر قابض تھے تاب حرب نہ لا کر بھاگ نکلے اور ضحاک قتل کیا گیا اب تو تمام شام کا ملک مروان کے تصرف میں آیا ہر ایک طرف ایک نیا امیر بنا کر بھیجا اس کے بعد مروان نے ایک نیا ظلم اپنی جان پر توڑا کہ نعمان بن بشیر انصاری کو جو خفیہ طور پر لوگوں کو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی ترغیب دیتا تھا قتل کر ڈالا یہ واقعہ ۶۴ھ ہجری میں ہوا۔

قتل حسین رضی اللہ عنہ کے بدلہ کے جنگ

محرم ۶۵ھ ہجری میں سلیمان بن صردہ خزاعی اور مسیّب بن نجبہ نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون کا عوض لینے کے لیے لئے کوفہ میں خروج کیا اور سوار و پیادے ملا کر ایک لاکھ آدمی کے قریب ان کے ساتھ جمع ہو گئے مگر جب سلیمان نے نکل کر شام کی جانب کوچ کیا تو دس ہزار لوگوں کے علاوہ اور کسی نے اس کی ہمراہی نہ کی سب اپنے گھروں میں جا بیٹھے۔ مروان نے ان کے مقابلہ میں ابن زیاد کو تیس ہزار سواروں کے ساتھ بھیجا اور سلیمان بن صردہ اور مسیّب بن نجبہ اور ابن زیاد کے درمیان خوب جدال وقتال ہوا مگر یہ بیچارے صرف دس ہزار نفر اور وہ کمبخت تیس ہزار سوار کہاں تک لڑیں اور کب تک جانیں توڑیں انجام کار ابن زیاد نے ان دونوں کو عراق کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ قتل کر ڈالا اور انہیں دنوں میں مروان بھی مر گیا۔

کوفیوں کی ندامت

ترجمہ متعارف طبری میں یہ قصہ بہت طول طویل مرقوم ہے چونکہ ہمیں ہر جگہ اختصار منظور ہے لہٰذا یہاں بھی مجملاً تھوڑا سا بیان ہوتا ہے۔

واضح ہو کہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ۶۱ ہجری میں شہید ہوئے کوفیوں نے آپ کو اور آپ کے بھائی حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو بلا کر شہید کرا دیا جیسا کہ سابق میں مفصلاً معلوم ہو چکا پر اُسی روز سے تمام کوفی اپنی کرتوت پر بے حد نادم تھے اور دل میں کہتے تھے فی الواقع ہم نے بڑی خطا کی کہ اولاد رسول اور جگر گوشہ بتول کو ناحق شہید کرا دیا اب اس کی تلافی اور تدارک میں کوئی ایسا کام کرنا چاہیے جس سے یہ ندامت مٹ جائے چنانچہ انھوں نے ایک شخص سلیمان بن صروہ نامی کو اپنا امیر بنایا اور چار برس تک خفیہ طور پر بیعت لیتے اور زکوٰۃ و صدقات کے مال لے لے کر جمع کرتے رہے جب بہت سے لوگ شام کے ہر شہر اور اس کے اکناف و اطراف سے جمع ہوئے تو انہوں نے دعویٰ خون حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ آشکارا کیا ۶۴ھ ہجری میں جبکہ یزید مر چکا اور عبیداللہ بن زیاد نے لشکر شام کو عراق میں بھیج دیا اور شام بالکل خالی رہا تو یہ لوگ سلیمان کے پاس جمع ہوئے اور عبیداللہ بن زیاد جس کا مفصل قصہ آئندہ آتا ہے مکہ سے کوفہ آیا اور کوفیوں کے ارادہ سے مطلع ہو کر کہنے لگا کہ اے لوگو اگر تمہیں حسین رضی اللہ عنہ کے خون کا دعوی ہے تو کیوں نہیں نکلتے اور خون حسین کا مطالبہ کیوں نہیں کرتے یہ وقت پھر کاہے کو ہاتھ آئے گا کیونکہ ملک خالی اور بالکل غیر آباد ہے لوگوں نے کہا ہم کیا کریں ہمارے اختیار کی باگ سلیمان کے ہاتھ میں ہے جس طرف چاہے پھیر دے۔

مختار نے سلیمان کو دیکھا اور کہا اے سلیمان باہر کیوں نہیں نکلتا توقف

کی کیا وجہ ہے اس وقت جہان بے امام ہے اگر مبادا کل کوئی امام آ کر کوفیوں سے بیعت لے لے تو اس وقت خروج میسر نہ ہوگا اور دل کی دل ہی میں رہ جائے گی سلیمان نے جواب دیا اے مختار ابھی نکلنے کا وقت نہیں آیا مختار نے لوگوں سے کہا اے لوگو سلیمان بوڑھا مسلوب العقل مختلط الحواس ہے وہ لڑائی نہیں کر سکتا مجھے حضرت محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک خط لکھ کر دیا ہے دیکھو اس میں لکھا ہے کہ یہ خط شیعوں کو جا کر دکھلا اور ان لوگوں سے جو ہماری بیعت کا غاشیہ جان کے مونڈھوں پر ڈالے ہوئے ہیں کہہ کر اپنی جانیں ہم پر فدا کریں اور حسین رضی اللہ عنہ کے خون کے طالب ہوں۔

مختار کی اطاعت

شیعہ سلیمان سے برگشتہ ہو کر مختار کی اطاعت پر باہم متفق ہو گئے یہاں سات روز کے بعد عبداللہ بن یزید انصاری حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوفہ کی حکومت اور ریاست پر پہنچا مختار نے کہا دیکھو سلیمان اگر اس کام میں سستی اور تقصیر نہ کرتا تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا امیر یہاں کا ہے کو آتے جنہوں نے مختار کی بیعت کر لی تھی انہوں نے اس سے کہا کہ ہم تیرے ہی ساتھ خروج کر کے جانیں دیں گے۔ سلیمان نے جب سنا کہ مختار خروج کا ارادہ رکھتا ہے تو آپ بھی اپنے ساتھیوں کو لے کر خروج کا مصمم ارادہ کیا اسی اثناء میں یہ بھی خبر آئی کہ مروان نے عبیداللہ بن زیاد کو سپہ سالار بنا کر کوفہ کا امیر کر کے بھیجا ہے عبداللہ بن یزید انصاری سے جو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا عامل تھا ایک شخص نے کہا کہ اے عبداللہ اپنی امارت کی حفاظت کرو۔ ورنہ اس شہر میں خارجیوں کا ہجوم ہے۔ ایک جماعت تو سلیمان بن صرد کے ساتھ اور دوسرا گروہ مختار کے ساتھ متفق ہے اب وہ عنقریب تجھ پر خروج کریں گے عبداللہ

بن یزید انصاری نے جواب دیا کہ میں سلیمان سے نہ لڑوں گا تاوقتیکہ وہ خود مجھ سے لڑائی نہ کرے یہ کہہ کر مسجد میں آیا اور لوگوں کو جمع کر کے کہا تم لوگ جانتے ہو کہ نہ میں نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی خونریزی کی نہ ان کے قتل پر راضی تھا پھر مجھ پر خروج کا کیا باعث اگر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ کرتے ہو تو عبیداللہ بن زیاد سے کرو کیونکہ اس کی گردن پر امام کا خون ہے اور وہ اب تمہارے قتل کے لئے چلا آتا ہے تم سب ملکر اس سے امام کے خون کا مطالبہ کرو میں بھی حتی الامکان تمہاری مدد کروں گا۔

حاضرین سن کر کہنے لگے امیر بات تو ٹھیک کہتا ہے۔ عبیداللہ بن زیاد ہی سے قتال وجدال کرنا چاہیے اسی موذی نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا اور ان کے معصوم بچوں کے پیاسے گلوں پر چھریاں چلائیں پھر تو سلیمان اور مختار علیحدہ علیحدہ اور باری باری سے عبداللہ بن یزید انصاری کے سلام کو آتے تھے اور مختار حضرت محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ برادر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے جھوٹی باتیں بنا کر لگایا کرتا تھا۔

ضروری وضاحت

یہ بھی یاد رہے کہ مختار، عبید ثقفی کا بیٹا ہے مختار کے عبیدہ کو حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عراق کا امیر بنایا تھا امام واقعہ الحر جو اہل عجم کے ساتھ ہوا تھا اس میں اسے سفید ہاتھی نے مار ڈالا تھا اس زمانہ میں مختار صغیر سن تھا حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ اول اُسی کے گھر میں رونق افروز ہوئے تھے جب عبید اللہ بن زیاد بصرہ سے کوفہ آیا تھا تو حضرت مسلم رضی اللہ عنہ مختار کے گھر سے نکل کر ہانی بن عروہ کے گھر میں چلے گئے تھے۔ ابن زیاد نے اس وقت مختار کو قید کر لیا تھا مگر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کے بعد یزید نے ابن زیاد کو لکھ بھیجا

تھا کہ مختار کو جیل سے رہائی دے۔

مختار کی شرائط

مختار قید سے نجات پا کر اپنی بہن کے وسیلہ سے جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں مکہ چلا گیا وہاں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیعت کے لئے اسے بلایا مختار نے کہا میں بیعت کرنے کو تیار ہوں مگر دو شرطوں سے ایک یہ کہ تو مجھ سے کوئی بھید اور راز مخفی نہ رکھے گا اور میں جب چاہوں بلا اذن دربار میں چلا آؤ مجھے کسی قسم کی کوئی روک ٹوک نہ ہوگی۔ دوسرے یہ کہ جب تجھے فتح ممالک میسر ہو تو مجھے ایک بڑا شہر ارزانی فرمائے چونکہ مختار ایک دلاور اور شجاع مرد تھا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں شرطوں کو قبول کر لیا اور جب شام کی سپاہ حصین بن نمیر کی سرپرستی سے مکہ پر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے آئی تو مختار نے بڑے بڑے رستمانہ کام کیے شامیوں میں سے دس پانچ نہیں بیس پچیس نہیں سینکڑوں ہزاروں کو تہ تیغ کر ڈالا اور جب یزید اور اس کا بیٹا معاویہ مر گیا تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی رونق بازار زیادہ ہوگئی حجاز و بصرہ و یمن و کوفہ اور تمام مغرب کے شہر آپ کے زیر نگیں اور مطیع و منقاد ہوگئے اور جب بصرہ پر بخوبی تصرف ہوگیا تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو وہاں کا حاکم کیا اسوقت مختار کو کامل امید تھی کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ مجھے کوفہ بھیجیں گے اور بحسب الوعدہ مجھے ہی کوفہ کا امیر بنائیں گے مگر جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن یزید انصاری کو کوفہ کی حکومت دیدی (جیسا کہ سابق میں واضح ہوگیا) تو مختار ناراض اور ناامید ہو کر مکہ سے چلا آیا اور یہ سن کر کہ کوفی سلیمان بن صرد سے بیعت کرتے ہیں خود کوفہ میں آپہنچا یہ روایت تو ترجمہ طبری کی ہے۔

مختار کی ناراضگی کی وجہ

مگر مختصر طبری میں مختار کی خفگی اور ناراضی کی وجہ دوسری طرح لکھی ہے آخر میں یہ بھی لکھا ہے کہ اس کے بعد مختار حضرت محمد بن حنیفہ بن امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے اپنی امارت اور خلافت کے لیے در باب طلب خون حسین رضی اللہ عنہ ایک خط لکھوا کر کوفہ آیا۔

القصہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے عامل عبداللہ بن یزید کے پہنچنے سے ایک ہفتہ پہلے مختار کوفہ آیا اور بیان کیا کہ مجھے حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ نے یہاں اس لیے بھیجا ہے کہ سلیمان خروج میں تاخیر کرتا ہے تو تم لوگ میرا ساتھ دو تاکہ میں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ کروں یہاں عبداللہ بن یزید عامل کوفہ کو اس بات کی خبر ہوئی یعنی عمرو بن سعد رے سے کوفہ آیا تھا رات کو گھر میں نہ رہ سکا اسی وقت عبداللہ بن یزید کے پاس آ کر کہا کہ سلیمان اور مختار خروج کی تیاری کر رہے ہیں تم ہوشیار رہو اور اپنی امارت کی حفاظت کرو عبداللہ نے کہا تاوقتیکہ وہ خود مجھ سے لڑائی نہ کریں گے میں کبھی پیش دستی نہ کروں گا۔

بدلہ کے لیے جنگ

غرضکہ ۶۵ ہجری ربیع الاوّل کی پہلی تاریخ میں سلیمان اپنے یاروں کے ساتھ مسلح ہو کر موعد گاہ میں آیا یعنی کوفہ سے باہر ایک موضع معین کر کے تین شبانہ روز قیام کیا چنانچہ سلیمان کے ساتھ سولہ ہزار آدمیوں نے بیعت کر لی سلیمان نے کہا یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے خود ہی دشمنوں سے حوالہ کر دیا تھا ان کو نہ پاس عہد ہے نہ خیال وفا جب ان کے ساتھ انہوں نے ایسا کیا تو دیکھیں میرے ساتھ کیا کرتے ہیں بقول شخصے مصرع

شوخ با من تو چہ کردی کہ باد خواہی کرد۔

القصہ کوفہ اور دوسرے شہروں سے سلیمان کے پاس دس ہزار آزمودہ کار آدمی جمع ہو گئے اب آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ سب سے پہلے کس سے مقابلہ کرنا چاہیے، بعض کی یہ رائے ٹھہری کہ پہلے عمرو بن سعد سے مقابلہ ہو کیونکہ اس نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے۔ سلیمان نے کہا یہ رائے ٹھیک نہیں عمرو بن سعد تو یزید کا محکوم اور مطیع تھا مناسب یوں معلوم ہوتا ہے کہ پہلے شام میں چل کر عبید اللہ بن زیاد سے جنگ کریں سب نے اس رائے کو پسند کیا اور شام کی جانب چل نکلے جب لب فرات پر پہنچے تو وہاں سے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی زیارت کے لیے گئے اور آپ کے مرقد شریف کے آگے کھڑے ہو کر نہایت زاری و تضرع کر کے استعذار اور استغفار کے طالب ہوئے اور ایسے گڑگڑا کر روئے کہ گنبد دوار کا بھی دل ہل گیا اور رات دن برابر گریہ و زاری کرتے رہے اس کا پورا قصہ طبری میں مذکور ہے۔

دوسرے دن نماز سے فارغ ہو کر شام کی طرف متوجہ ہوئے اور جب دو منزل راہ طے کر چکے تو تیسری منزل میں ایک شہر مرقیا نام میں پہنچے اس شہر میں زفر بن الحارث کلالی اور وہ لوگ جو ضحاک کی فوج میں سے شکست کھا کر بھاگے تھے اور جو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے تابعوں میں سے تھے ساکن تھے انہوں نے جب فوج کو آتے دیکھا تو قلعہ کا دروازہ بند کر لیا مگر جب معلوم ہوا کہ شامیوں کا لشکر نہیں ہے بلکہ طالبان خون حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ہیں تو قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور ان کے لشکر کے لیے آب و دانہ اور چارہ سے مدد کی حتیٰ کہ ان لوگوں نے گھوڑوں کو کھلا پلا کر دوسری منزل کے لیے بھی ہمراہ لے لیا جب دوسرے روز کوچ کرنے لگے تو زفر بن الحارث جو قلعہ والوں کا

سردار تھا سلیمان سے ملنے کو آیا اور کہا میں تمہیں ایک بات کی نصیحت کرنے آیا ہوں کہ شامی تمہارے خروج کی خبر سن کر تمہارے قتال کے لیے چلے آتے ہیں وہ تم سے بہت زیادہ ہیں تم کو مناسب ہے کہ جلدی جلدی کوچ کر کے عین الورد شہر اپنے قبضہ میں کر لو اور اس کو اپنا پشت و پناہ بنا لو تا کہ تمہارے گھوڑے دانہ اور چارہ سے بے نیاز رہیں اگر تم ایسا نہ کرو گے تو تباہ ہو جاؤ گے۔

سلیمان اور دوسرے سرداروں نے یہ سن کر زفر بن الحارث کو دعائیں دیں اور بہت جلد کوچ کر کے شہر عین الورد کو لے لیا اتنے میں خبر آئی کہ سپاہ شام آ پہنچی اور ایک روزہ راہ پر اتری ہے سلیمان نے اپنے ہمراہیوں کو جمع کر کے خطبہ پڑھا اور کہا اگر میں کام آؤں تو میرے بعد تمہارا امیر میتب ہوگا اور اگر وہ بھی قتل ہو جائے تو اس کے بعد عبداللہ بن سعد امیر ہوئے اور اس کے پیچھے عبداللہ وال اور اس کے پیچھے رفاعہ بن شداد امیر ہو یہ کہہ کر چار سو جوانوں کو میتب کی سپردگی میں کر کے ابن زیاد کے مقدمۃ الجیش پر شب خون کرنے کے لیے بھیجا یہ شخص بڑا بہادر تھا صرف چار سو آدمیوں کو لے کر چلا اور چاروں طرف مقدمۃ الجیش کو گھیر کے حملہ کیا اور سب کو چن چن کر قتل کر ڈالا یہ خبر ابن زیاد کو پہنچی تو حصین بن نمیر کو بارہ ہزار آدمیوں کے ساتھ سلیمان کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔

سلیمان کی شکست

حصین بن نمیر نے اپنی فوج کو شہر عین الورد کے دروازہ پر لا ڈالا اور سلیمان کو بلا کر اوّل نصیحت کے طور پر کہا کہ مروان بن الحکم تو مر چکا اب اس کا بیٹا عبدالملک بادشاہوا ہے۔

اس زمانہ میں سب کے نزدیک دو ہی بڑے گروہ مانے جاتے ہیں ایک مروانی دوسرے حجازی مصری یمنی عراقی حجازی وغیرہ تو اپنا امام حضرت عبداللہ

بن زبیر رضی اللہ عنہ کو جانتے ہیں اور شامی عبدالملک بن مروان کو تم نہ تو مطیع حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ہو نہ عبدالملک بن مروان کے۔ پس جب تمہارا کوئی امام نہیں تو تم خارجی بے امام ٹھہرے۔

سلیمان نے جواب دیا ہمارا امام پیغمبر خدا کے خاندان سے ہے یعنی حضرت محمد بن حنیفہ بن علی کرم اللہ وجہہ ہم بے امام کیوں ہونے لگے۔ شامیوں تم کو مناسب ہے یا تو عبیداللہ بن زیاد کو ہمیں دے دو تا کہ ہم اس سے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا خون کا بدلہ لیں اور عبدالملک بن مروان کو تخت خلافت سے اتار دیں پھر ہم اور تم باہم اتفاق کر کے خاندان پیغمبر میں سے جسے چاہیں خلیفہ بنائیں یا ہم سے جنگ کرو۔ حصین بھلا اس بات کو کب سننے والا تھا لڑائی کی ٹھانی اور جنگ شروع ہو گئی ایک روز شام تک لڑائی رہی دوسرے روز شامیوں کی مدد کے لیے شرحبیل آٹھ ہزار مسلح جوانوں کے ساتھ آ پہنچا اور اس روز بھی شام تک لڑائی ہوتی رہی اسی طرح کئی روز تک لڑائی ہوتی رہی اور عبیداللہ بن زیاد روز مرہ شامیوں کی مدد کے لیے فوج بھیجتا رہا آخر کار سلیمان حصین کے ہاتھ سے مارا گیا اور اس کے بعد مسیّب نے بھی جام مرگ چکھا پھر عبداللہ بن سعد نے جھنڈا اٹھایا اور وہ بھی اسی روز مارا گیا پھر رفاعہ نے جھنڈا لیا اور بڑی جانبازی سے لڑتا رہا شام تک طرفین سے ہزاروں آدمی لڑائی میں کام آئے۔

رات کی تاریکی میں فرار

رفاعہ نے نا امید ہو کر کہا اب ہم میں کوئی ایسا نہیں رہا جو دشمن کا مقابلہ کر سکے جو تھے وہ علف تیغ بن گئے ہم کو یہ بھی امید نہیں کہ کہیں سے مدد آئے اور کوئی ہمارا خبر گیر نہ ہو یہ سوچ کر اپنے بقیہ رفقاء کے ساتھ شب کی تاریکی میں بھاگ نکلا اور رات ہی کو ندی سے پار ہو گیا۔

جب صبح ہوئی اور قریب دس کوس کے راہ طے کی تو رفاعہ کے ساتھ دو ہزار سے زائد آدمی رہ گئے تھے ہاں جب روز روشن ہوا اور قلعہ سے کوئی باہر نہ نکلا تو شامیوں کو معلوم ہو گیا کہ مقابلہ میں ہزیمت کھا کر بھاگ گئے ہیں۔ پس عبید اللہ بن زیاد اور عبدالملک بن مروان کو فتح کی مبارک بھیجی دوسرے روز رفاعہ شہر مرقیا میں آیا زفر بن حارث (جس کا پہلے قصہ گزر چکا ہے) قلعہ سے باہر آیا اور ان کی تعزیت کی جو لوگ زخمی تھے ان کے زخموں کی مرہم پٹی میں مشغول ہوا رفاعہ نو روز مہمان رہ کر کوفہ پہنچا اسی سال میں بصرہ میں بھی ابن زبیر کے عاملوں سے خوارج نے بہت کشت وخون کیا مگر انجام کار خوارج کو شکست ہوئی اور بصرہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ہی کے تصرف میں رہا۔

مختار کے خروج کا ذکر

واضح ہو کہ عبداللہ بن زید انصاری نے جو کوفہ کا عامل اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا نائب تھا۔ مختار کو ایک مدت سے قید کر رکھا تھا۔ جب رفاعہ بن شداد شامیوں سے شکست کھا کر کوفہ پہنچا تو مختار نے رفاعہ اور دوسرے سرداروں کو ایک رقعہ بایں مضمون لکھا کہ اس شکست سے رنجیدہ نہ ہو جہاد کی نیت کر لو اگر میں نے قید سے رہائی پائی تو اہل شام کی اس قدر خون ریزی کروں گا۔ جس قدر بنی اسرائیل کی حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کے خون کی عوض خون ریزی کی گئی تھی۔ رفاعہ اور اس کے ساتھی دلجوئی اور تسلی کے تہ دل سے مشکور ہوئے۔ اور دعائیں دے کر بایں مضمون پیام بھیجا کہ اگر آپ فرمائیں تو قید خانہ سے نکال کر اپنے ہمراہ لے آئیں۔ مختار نے کہا میں حیلہ ومکر کے ساتھ قید خانہ سے نکلنا مناسب نہیں سمجھتا۔ پس رفاعہ اپنے ہوشیار مخصوص ساتھیوں کے ساتھ جیل میں آیا اور مختار سے بیعت کی۔

مختار کی جیل سے رہائی

مختار نے ایک خط حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنی بہن کے شوہر کو اپنی خلاصی اور رہائی کی بابت مکہ روانہ کیا۔ ادھر حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے بطور خود اپنے عامل عبداللہ بن زید کو لکھ بھیجا کہ مختار کو چھوڑ دو۔ عبداللہ عامل کوفہ نے مختار کو قید سے رہائی تو دی مگر اس بات کی قسم بھی لے لی کہ جب تک میں کوفہ کا حاکم رہوں تو یہاں سے خروج نہ کرنا۔ مختار اپنے گھر میں بیٹھے بیٹھے خفیہ طور پر لوگوں سے بیعت لیتا رہا۔

مختار کی بیعت

۶۶ھ چھیاسٹھ میں حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن زید کو کوفہ کی ولایت سے معزول کر کے بجائے اس کے عبداللہ بن مطیع کو مقرر کر کے بھیجا عبداللہ بن بن مطیع کے آنے سے پہلے ہی بہت سے کوفی مختار سے بیعت کر چکے تھے۔ ایاز بن مضارب نے عبداللہ بن مطیع کے پاس آ کر بیان کیا کہ ایک انبوہ کثیر اور جم غفیر نے مختار سے بیعت کر لی ہے۔ اگر تھوڑے دن بھی اس وطیرہ پر رہیں گے تو شہر میں ایک بہت بڑا آشوب اور تہلکہ پڑ جائے گا۔ مصلحت وقت اس میں ہے کہ اُسے اپنے حضور میں بلا کر قید کر دے تا کہ اس فتنہ کی خاک دب جائے۔ عبداللہ بن مطیع نے حسین بن عبداللہ اور زائدہ بن قدامہ کو مختار کے بلانے کو بھیجا زائدہ بن قدامہ مختار کا چچیرا بھائی تھا۔ اس نے اشارتاً مختار کو اس بات سے آگاہ کر دیا۔ چنانچہ مختار بیماری کا بہانہ کر کے گھر سے باہر نہ نکلا دونوں قاصد بے نیل مرام عبداللہ بن مطیع کے پاس آئے اور مختار کی بیماری کا اظہار کیا۔ یہاں مختار نے اپنے شیعہ کو جمع کر کے کہا کہ مجھے امیر قید کرنے کے لئے بلاتا ہے۔ اب خروج میں توقف کرنا مصلحت کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ ان سب میں سے سعد

بن سعد نے کہا ہم تو تیرے مطیع فرمان ہیں مگر مصلحت وقت سمجھ کر اس قدر التماس کرتے ہیں کہ تو ہمیں صرف دس روز کی مہلت دے تاکہ ہم اپنے لوگوں کو جمع کرلیں۔ جنگ کے اسباب فوج کے ہتھیار اور دوسرے لوازم جنگ مہیا کرلیں ہر چند کہ ان لوگوں کے پاس لڑائی کے ہتھیار اور جنگ کے اسباب مہیا تھے مہلت چاہنے کی یہ وجہ تھی کہ مختار جو کہتا ہے کہ مجھے حضرت محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ نے خلیفہ بنا کر بھیجا ہے اور حکم فرمایا ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ کر ایسا نہ ہو کہ اس امر میں کاذب اور دروغ گو نکلے اس قدر فرصت میں شاید کوئی حال اس کا دریافت ہو جائے۔ مختار نے سعد کی یہ گفتگو سن کر کہا بھلا اگر مجھے امیر بلا کر قید کر لے تو میں کیا کروں انہوں نے جواب دیا تو قید سے نہ گھبرا بلکہ مطمئن رہ اگر امیر نے تجھے قید کر دیا تو ہم چھڑا لیں گے یہ کہہ کر مختار کے پاس سے سب کے سب کھڑے ہو گئے اور حضرت محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں قاصدوں کو بھیجا تاکہ دریافت کریں کہ مختار کو آپ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون کے مطالبہ کے لیے بھیجا ہے یا وہ خود اس کا مدعی ہے۔ جب کوفیوں کے قاصد حضرت محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور امر معلومہ کے دریافت کرنے میں بحث و خوض شروع کی تو حضرت محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا بلاشبہ ہم سب پر خون حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا مطالبہ واجب ہے۔ قاصدوں نے حضرت محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ کا بعینہٖ جواب شیعہ سے بیان کیا۔ پس سارے کوفی دل و جان سے مختار کے مطیع ہو گئے اور تجدید بیعت کی مختار نے کہا۔ پہلے پہل میری خلافت اور حضرت محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مختار ہونے میں تمہیں شک تھا۔ جب وہ شک جاتا رہا اور یقین ہو گیا تو اب خروج میں دیر نہ کرو اور توقف کو جائز نہ رکھو کیونکہ تاخیر میں بے حد آفتیں ہیں۔ کوفیوں نے جواب دیا۔ ہم تو پہلے ہی سے

حضور کے فرمانبردار ہیں لیکن ابراہیم اشتر جو کہ کوفہ کا سردار ہے۔ جب تک ہمارے ساتھ نہ ہوگا۔ یہ مہم مشکل سے انجام کو پہنچے گی۔ چنانچہ کوفیوں نے عامر بن شراجیل الشیعی کو ابراہیم اشتر کے پاس بھیجا اور اپنا دلی راز اور مخفی بھید اس سے بیان کیا اور کہلا بھیجا ہم حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون کے مطالبہ میں اپنی عزیز جانیں اپنے محبوب مال فدا کرنے کو حاضر ہیں تو بھی ہماری مدد کر، ابراہیم نے کہا بہتر ہے میں تمہاری مدد کو حاضر ہوں مگر بایں شرط کہ تم مجھے اپنا امیر بناؤ کوفیوں نے کہا یہ تو ہم سے کبھی نہ ہوگا۔ کیونکہ ہمارے امام محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں انہوں نے مختار کو خلیفہ کر کے بھیجا ہے جس سے ہم پہلے ہی بیعت کر چکے ہیں۔ ابراہیم نے کہا اچھا، اس وقت تو جاؤ۔ میں بھی اس میں کچھ فکر کرتا ہوں دوسرے روز مختار خود دس آدمیوں کو اپنے ساتھ لے کر ابراہیم اشتر کے مکان پر آیا۔ اس وقت ابراہیم مصلے پر بیٹھا ہوا تھا۔ مختار بھی اس کے سامنے جا بیٹھا اور حضرت محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ کا خط نکال کر پڑھنے لگا۔ اس میں لکھا ہوا تھا کہ مختار کو میں نے کوفہ اس لیے روانہ کیا ہے کہ کوفیوں نے میرے نام پر بیعت لے اے ابراہیم جس طرح تیرا والد ہمارے شیعہ میں سے تھا تجھ کو بھی چاہیے کہ میرے مختار سے بیعت کرے تاکہ یہ کام بہت جلد درستی پائے۔ مختار نے کہا میں وعدہ کرتا ہوں کہ کوفہ کے علاوہ جس قدر فتوحات میسر ہوں گی۔ وہ سب تیرے لیے ہے اور میں اس امر پر خدا اور رسول کو گواہ کرتا ہوں۔ ابراہیم نے حاضرین جلسہ سے کہا کیوں صاحبو تم نے سن لیا مختار کیا کہتا ہے۔ سترہ آدمیوں نے گواہی دی کہ بیشک ہم اس بات کے گواہ ہیں کہ مختار نے جو کچھ کہا ہے وہ اسے ضرور وفا کرے گا۔ یہ سن کر ابراہیم کھڑا ہو گیا اور مختار سے بیعت کر کے اپنی جگہ مصلے پر بٹھا دیا اور آپ اس کے آگے شاگردوں کی طرح مؤدب ہو بیٹھا۔ اس کے بعد مختار اپنے

ہمراہیوں سمیت چلا آیا اور دوسرے روز پھر ایک قاصد بھیج کر وعدہ خروج درست کیا۔

امیر کوفہ سے مختار کی جنگ

عبداللہ بن مطیع امیر کوفہ کو ان لوگوں کے خروج کی اطلاع ہوئی کوفہ میں سات محلے مشہور و معروف تھے عبداللہ نے پانچ سو مسلح ہر محلہ میں مقرر کر کے حکم فرمادیا کہ جس کسی کی آہٹ پاؤ اور حرکت دیکھو فوراً سر اڑا دو جب وہ رات جس میں خروج کا وعدہ ہو گیا تھا۔ آئی تو تمام اہالیان کوفہ مغرب کی نماز پڑھ کر ابراہیم کے مکان پر جمع ہونے لگے اور ہتھیار لگا کر زرہیں پہن کر تلواریں میان کر کے بغل میں دبائے ہوئے آپہنچے جب تھوڑی سی رات آئی تو ابراہیم ایک جم غفیر کے ساتھ مختار کے مکان کی جانب چل نکلا اور ابھی تھوڑی ہی راہ چلا ہو گا کہ ایاز بن مضارب جو عبداللہ بن مطیع حاکم کوفہ کا ہم نشین تھا۔ ابراہیم کے آگے آیا۔ ابراہیم نے اس کے ایک ایسا تیر سینہ پر مارا کہ پشت کی طرف سے نکل گیا اور اس کے یار وہاں سے بھاگ کر عبداللہ بن مطیع کے پاس گئے اور یہ واقعہ بیان کیا ادھر مختار ہتھیار لگائے ہوئے گھر سے باہر نکلا اور اس سے پہلے باہم مقرر کر لیا تھا۔ کہ جب آواز "یا آل طالب دم الحسین" کی سنو تو اپنے اپنے گھروں سے نکل کر میدان میں جمع ہو جاؤ۔ اس بناء پر مختار نے چند لوگوں کو روانہ کیا کہ ہر ہر محلہ میں ان لفظوں سے آواز دیں تا کہ آدمی گھروں سے نکل کر جمع ہو جائیں اور مختار کے مکان پر پہنچیں۔ ابراہیم نے کہا یہ بات ٹھیک نہیں معلوم ہوتی۔ عبداللہ بن مطیع نے ہر محلہ میں پانچ سو سوار معین کیے ہیں اگر ان لوگوں کی آہٹ پائیں گے تو ضرور قتل کے درپے ہوں گے۔ بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ میں خود لوگوں کو جمع کرنے جاؤں اور تم یہیں کھڑے ہو، تا کہ جو لوگ آتے جائیں وہ تمہارے پاس

جمع ہوتے رہیں۔ ابراہیم اپنے ساتھیوں کو ہمراہ لے کر ایک محلہ میں گیا اور آواز دی سب کے سب باہر نکل آئے جب آخر محلہ میں آیا اور آواز دی وہاں ایک شخص قیس نامی عبداللہ بن مطیع کی جانب سے پانچ سو سواروں کے ساتھ موجود تھا۔ ابراہیم کے مقابل ہوا۔ مگر ابراہیم نے بہت جلد اسے شکست دے دی اور ایک خلق کو قتل کر ڈالا۔ ابراہیم اسی طرح ہر محلہ میں جاتا اور آدمی اس کی آواز پر جمع ہوتے جاتے اور عامل کوفہ کے پانچ سو متعینہ سوار سے لڑائی ہوتی جاتی اور ابراہیم ہر ایک کو شکست دیتا چلا جاتا۔ حتیٰ کہ صبح کو بہت سے آدمی جمع ہوئے اور امیر کوفہ کے دروازہ پر جا کر ہجوم کیا اور کہا مختار نے خروج کیا ہے۔

تمام کوفہ پر مختار کا قبضہ

ہر چند کہ قصہ دراز ہے مگر مختصر یہ ہے کہ عبداللہ بن مطیع نے چند بار مختار کے مقابلہ کے لیے فوج کثیر بھیجی مگر ہر مرتبہ امیر کوفہ کی فوج کو شکست ہوتی تھی۔ ہزاروں آدمیوں کی خونریزی ہوئی۔ آخر کار عبداللہ بن مطیع نے قلعہ کا دروازہ بند کر لیا اور امان کا خواستگار ہو کر نکل آیا۔ اور وہاں سے بصرہ چلا گیا۔ مختار نے کوفہ کے جملہ خزائن و دفائن پر قبضہ کر لیا۔ اور انصاف و داد کا بچھونا بچھایا اور تمام امراء و رؤسا کو نامے لکھ بھیجے کہ اب میں کوفہ کا حاکم ہوں۔ سب لوگ میری آ کر بیعت کریں اور انصاف کا جامہ پہن کر داد گستر بنیں۔ مختار صبح کی نماز پڑھ کر ظہر تک داد و دہشتی کرتا اور اپنے آپ کو خلیفہ المہدی کہتا تھا۔ یہ واقعہ ۶۶ھ میں واقع ہوا۔

ابن زیاد سے جنگ

اس کے بعد کئی اور معرکہ جدال و قتال کے درمیان میں آئے اور سب سے بڑا معرکہ یزید بن اسدی کا ہے۔ منجملہ مبارزان مختار سے ایک بڑا مبارز

تھا۔ مختار نے اس سے کہا کہ ابن زیاد، سلیمان بن صرد کی فتح کے بعد موصل میں مقیم ہے تو سپاہ گراں اور جرار لشکر لے کر موصل میں جا اور عبید اللہ بن زیاد سے جنگ کر یزید چونکہ ایک بڑے حوصلہ کا آدمی تھا۔ کہنے لگا اے مختار مجھے صرف تین ہزار آدمی کافی ہیں اللہ چاہے تو انہیں سے فتح کروں گا۔ مختار نے کہا نہیں اس کے پاس بہت بڑی جمعیت ہے تو یہاں سے بہت سی فوج لے کر جا، یزید نے نہ مانا اور کہا مجھے یہی کافی ہیں ہاں اگر ضرورت ہوگی تو عقب سے طلب کرلوں گا غرضیکہ یزید بن اسدی تین ہزار مسلح سوار کے ساتھ موصل میں جا پہنچا۔ جب عبید اللہ بن زیاد کو خبر ہوئی تو اس نے کہا میں ایک ایک شخص کے مقابل دو دو شخص بھیجوں گا۔ یہ کہہ کر ربیعہ بن مخازم کے ساتھ چھ ہزار سوار کر کے یزید بن اسدی کے مقابلہ میں روانہ کیا۔ اور کہا اس کے ساتھ کل تین ہزر آدمی ہیں ایک ایک کے لیے دو، دو ضرور کافی ہوں گے۔ بہت جلد ان کو ہزیمت دے کر واپس آ۔ ربیعہ بن مخازم، خصم کے مقابلہ میں آپڑا یہاں یزید بن اسدی اچانک ایسا بیمار ہوگیا کہ گھوڑے پر بیٹھنے کی تاب نہ رہی اسی رات کو سب لشکر جمع کر کے کہا اگر میں مر جاؤں تو رفاعہ بن غالب اسدی کو اپنا خلیفہ جاننا اگر وہ بھی لڑائی میں مارا جائے تو عبداللہ بن حمزہ عدوی کو خلیفہ بنانا یہ کہہ کر لشکر کو جنگ کے مواضع بتائے اور ہر ہر کو ایک ایک جگہ معین کیا عرفہ کا دن تھا کہ صبح سے چاشت کے وقت تک باہم سخت محاربہ رہا اس کے بعد شام کا لشکر شکست کھا کر بھاگ نکلا رفاعہ نے ان کا تعاقب کیا اور ایک انبوہ کثیر کو تہ تیغ کر ڈالا شامیوں کے ساٹھ رئیس زندہ گرفتار کر کے ظہر کی نماز کے وقت لشکر گاہ میں لایا جب وہ قیدی یزید بن اسدی کے تخت کے سامنے کھڑے کیئے گئے اس وقت یزید بن الاسدی جان کنی کے عالم میں تھا۔ ہچکی شروع ہوگئی تھی۔ زبان سے کوئی بات نہ نکلتی تھی۔ مگر اپنی گردن

پر بار بار ہاتھ پھیرتا تھا جس سے رفاعہ کو ثابت ہوا کہ اس کی منشا ان اسیروں کو قتل کرنا ہے فوراً ان ساٹھ (۶۰) جلیل القدر سرداروں کی گردنیں اس کے تخت کے آگے ماری گئیں آفتاب غروب ہوتا گیا تھا۔

درحقیقت یزید کا آفتاب زندگی دلدل میں پھنسنا تھا۔ ادھر تو یزید کی تجہیز و تکفین کی ادھر مختار کو فتح کی مبارک دی اور خوشخبری لکھ بھیجی۔ نیز یزید اسدی کے مرنے کی خبر عبیداللہ بن زیاد کے لشکر کی شکست سب مفصلاً لکھ کر قاصد کو روانہ کیا۔ یہاں جب عبیداللہ بن زیاد کو فوج کی شکست کی خبر معلوم ہوئی تو خود محل اقامت سے کوچ کر کے آگے بڑھا ادھر رفاعہ نے جاسوس بھیج کر عبیداللہ بن زیاد کے لشکر کی خبر منگائی معلوم ہوا کہ ابن زیاد اپنے ہمراہ آٹھ ہزار مسلح لوگ ہیں ۔ یہ سن کر رفاعہ موصل کی حد سے باہر آیا اور نجد عراق میں قیام کر کے اس امر کی مختار کو اطلاع دی مختار کو جب اطلاع ہوئی تو اس نے ابراہیم بن مالک اشتر کو سات ہزار سواروں کیساتھ رفاعہ کی مدد کے لیے بھیجا اور قاصد سے کہہ دیا کہ رفاعہ سے منہ زبانی بھی کہہ دینا کہ وہ ابراہیم بن مالک اشتر کی اطاعت کرے۔

اہل کوفہ کا قتل عام

ابراہیم نے کوفہ سے نکل کر تین ہی منزل طے کی ہوں گی کہ اہل کوفہ نے مختار پر خروج کیا۔ اور اس کے قتل کے درپے ہو گئے۔ وجہ یہ تھی کہ مختار کے ساتھ دو گروہ تھے۔ ایک تو اس کے تابعین اور یہ لوگ کمینے اور سفلے تھے دوسرے نیزہ دار اور خاص عرب کے جنگی سوار، مختار صرف اپنے لوگوں کے مراتب افزونی اور ترقی درجات میں مصروف تھا۔ جو کمینے اور سفلے تھے نیزہ داروں جنگی سواروں کی طرف التفات بھی نہ کرتا تھا۔ بلکہ ان کمینوں سفلوں کے لیے ان پر ہر طرح سے عزت اور تفوق ڈھونڈ رہتا تھا۔ اس سبب سے سپاہ عرب نے باہم اتفاق کر کے

مختار کو مار ڈالنا چاہا۔ یہ لوگ پہلے ہی سے اس گھات میں تھے۔ اور ابراہیم کے جانے کے منتظر جب مالک اشتر کوفہ سے تین منزل پر سے نکل گیا تو انہوں نے مختار پر خروج کیا۔ مختار تو عجیب حیلہ ساز تدبیر اندیش شخص تھا۔ اس وقت ان کی اطاعت کر لی اور ظاہر میں منقاد ہو گیا اور لطائف الحیل سے اپنی جان بچائی مگر خفیہ اس وقت ایک جمارۃ سوار کو ابراہیم کے عقب میں روانہ کیا کہ جس طرح ممکن ہو ابراہیم بن مالک اشتر کو جلد واپس لے آ چنانچہ تیسرے روز ابراہیم کوفہ میں آ پہنچا اور ان عاصیوں خروج کرنے والوں کو قتل کرنے لگا۔ انہوں نے بھی لڑائی میں کسی طرح تصور نہ کیا اور مرنے مارنے میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا کوفہ کی کوئی گلی کوچہ ایسا نہ تھا۔ جس میں عرب کا دروازہ کشادہ نہ تھا۔ غروب آفتاب تک لوگوں کو قتل اور قید کرتے رہے۔ جب رات ہوئی تو مختار کی طرف سے حکم صادر ہوا کہ قیدیوں کو ہمارے سامنے پیش کرو۔ جس قدر کوفی حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک تھے۔ اور جنہوں نے بیعت کر کے مخالف کے ہاتھ میں ان کو حوالہ کر دیا تھا ان کا مجھے نشان دو اور عمرو بن سعد کے لشکر میں جو جو شخص تھا اور حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک تھا۔ اس کا پتہ لگاؤ لوگوں نے دو سو پچاس آدمیوں کا مختار کو نشان دیا اس نے اسی رات کو ان کی گردنیں ماریں اور باقی کو قید میں رہنے دیا اس کے بعد مختار نے تلوار میان میں کی اور اپنے حرم سرا میں داخل ہوا کوفہ میں کم گھر ہوں گے جن میں کوئی کشتہ یا زخمی نہ ہوگا۔ اس دن کی لڑائی میں سات سو آدمی مارے گئے جن میں سے دو پچاس وہ آدمی تھے جو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک تھے۔

القصہ اس قدر جنگ وجدال کے بعد پھر کوفہ مختار پر مسلم ہوا تیسرے دن مدینہ طیبہ سے ایک آدمی آیا اور کہا مجھے محمد مہدی نے بھیجا اور کہا ہے کہ مختار

نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون کا دعویٰ تو کیا ہے مگر غلط وہ اپنے اس دعویٰ میں بالکل جھوٹا ہے کیونکہ جب قاتلان حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو جیسے عمرو بن شمری الجوشن، سنان بن انس کو معہ چار ہزار آدمیوں کے اپنے ساتھ رکھتا ہے تو اس کا یہ دعویٰ صریح غلط اور محض بے سود ہے۔ مختار نے کہا بیشک یہ تو مہدی سچ فرماتے ہیں۔ عبداللہ بن کالم جو اسکا خاص مصاحب تھا بلا کر کہا کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو ڈھونڈ اور جسے پہچانتا ہو گرفتار کر کے لا اس نے کہا میں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں میں سے ایک ایک کو جانتا پہچانتا ہوں۔ عمرو بن سعد وغیرہ تو یہاں موجود ہی ہیں جنھیں امیر نے پناہ دے رکھی ہے اور شمر وغیرہ بھی یہیں ہیں۔

عمرو بن سعد اور شمر لعین کا قتل

مختار نے اپنے غلام کو بلا کر کہا کہ شمر کو جلد حاضر کر، وہ گیا اور فوراً اپنے ہمراہ لے آیا۔ پھر عمرو بن سعد کو بلایا مگر وہ نہ آیا۔ مختار نے اس کے بیٹے حفص کو بلا کر پوچھا کہ تیرا باپ کہاں ہے اس نے کہا کہ گھر میں خفیہ بیٹھا ہے۔ مختار نے کہا حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے ایام میں گھر میں چھپ کر نہ بیٹھا اب مخفی ہونا جان نہ بچا سکے گا۔ یہ کہہ کر ایک شخص کو بھیجا تا کہ عمرو بن سعد کا سر کاٹ لائے اور اس کے بیٹے کو بھی اس کے ساتھ تہ تیغ کرے تھوڑی دیر میں دونوں کے سر دربار میں لائے گئے اور شمر کی بھی بھری مجلس میں گردن ماری گئی۔ مختار نے کہا ''اللہ اکبر'' حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون کے مطالبہ میں اگر کئی ہزار جانوں کی خونریزی کروں تب بھی ان کا پورا پورا عوض نہ ہو۔ پس مختار نے دوسرے دن ان دونوں ناپاکوں کے سر قاصدوں کے ہاتھ حضرت محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دیئے۔

قاتلان حسین رضی اللہ عنہ کی فہرست

پھر عبداللہ بن کامل کو جو مختار کا خاص مصاحب اور ندیم تھا حکم ہوا کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے لڑنے کے لیے جو لوگ گئے تھے۔ سب کے ناموں کی فہرست بنا کر ہمیں سنانے اور ان کے ساتھ ہی ان کی کیفیت بھی لکھے۔ چنانچہ عبداللہ بن کامل نے قاتلین حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے نام تفصیل سے معہ ان کی کیفیتوں کے لکھے اور بیان کیا کہ فلاں شخص نے امام کے ساتھ فلاں بے ادبی کی فلاں شخص نے آپ کے نازک جسم پر تلوار ماری فلاں شخص نے نیزہ مارا اس شخص نے آپ پر آوازیں لگائیں اس نے آپ کو طعن و تشنیع کی بوچھاڑ کی فلاں شخص نے سر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو جسم سے علیحدہ کیا فلاں مردود نے آپ کے بدن سے آپ کا پیراہن اتارا فلاں فلاں نابکاروں نے آپ کی لاش گھوڑوں کے سموں سے پامال کی حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کو فلاں نے مارا۔ مختار کے دربار سے ان سب کی طلبی کا حکم جاری ہوا۔ جب لوگوں نے معلوم کیا کہ فی الواقع مختار طالب خون حسین رضی اللہ عنہ ہے تو جس قدر شقی عمرو بن سعد کے ہمراہ تھے سب کے سب مصعب بن زبیر کے پاس بصرہ میں بھاگ کر چلے گئے۔ مختار ان کی تلاش میں نہایت کوشش و سعی کرتا رہا۔ جس کو پاتا فوراً قتل کر ڈالتا اور اس کے جسم کو آگ سے جلاتا اس کے اہل و عیال کو تباہ و برباد کرتا۔

خولی بن یزید کا قتل

خولی بن یزید کو جو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک عبیداللہ بن زیاد کے پاس لے گیا تھا پکڑا اوّلاً اس کے دونوں ہاتھ کاٹے گئے پھر دونوں پاؤں پھر سولی پر لٹکایا گیا حتی کہ بری حالت سے مرگیا۔ پھر دہکتی آگ میں اس کے مردہ جسم کو جھونک دیا۔ غرضیکہ ایک ایک موذی کو چن چن کر لوگ پکڑتے اور

طرح طرح کے سخت عذابوں سے مار ڈالتے پھر تو یہاں تک نوبت پہنچی کہ جس نے عبداللہ بن کامل سے اشارۃً بھی کہہ دیا کہ فلاں شخص عمرو بن سعد کے لشکر میں تھا۔ یا کسی نے کسی کا بغض وعداوت کی وجہ سے نام لے دیا تو وہ فوراً قتل کیا گیا۔ تحقیق کسی کی تفتیش کہاں کی۔

القصہ جب مختار ان لوگوں کے کشت وخون سے فارغ ہوا تو ابراہیم بن مالک اشتر کو پھر سات ہزار آدمیوں کے ساتھ ابن زیاد کے مقابلہ کے لیے بھیجا ابراہیم کوفہ سے نکل کر جب موصل کی حد میں پہنچا تو عبیداللہ بن زیاد ایک دریا پر جس کا خازر نام ہے اور موصل سے تقریباً پانچ فرسنگ پر سے واقع ہے۔ آ اترا عمرو بن حساب السلمی جو شام کے رؤسا میں سے ایک بڑا رئیس اور جلیل القدر عامل گنا جاتا تھا۔ نیز ابن زیاد کی فوج میں میسرہ پر جگہ رکھتا تھا۔ اور ابراہیم بن مالک کا دلی دوست تھا شب کو خفیہ طور پر ابراہیم کے پاس آیا اور وعدہ کیا کہ جب تمہاری اور ابن زیاد کی لڑائی ہوگی تو میں ابن زیاد کی لڑائی اور ہمراہی چھوڑ کر تمہارے پاس آجاؤں گا۔ پس جب لڑائی کا دن ہوا تو ابراہیم ان سات ہزار مسلح آدمیوں کے ساتھ میدان کارزار میں آیا۔

بعض کتب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت ابراہیم کے ساتھ بارہ ہزار آدمی تھے۔ اور ایک روایت میں بیس ہزار بھی آئے ہیں۔ بہر حال ابراہیم نے اپنے موجودہ لشکر کی صف آرائی اس طور پر کی کہ میمنہ پر سفین الازدی کو مقرر کیا اور میسرہ پر علی بن مالک الجمی کو اور اپنے بھائی کو علم اژدہا پیکر دے کر قلب لشکر میں جگہ اختیار کی۔ ادھر ابن زیاد نے اس طرح صف کھینچی کہ میمنہ پر حصین بن نمیر کو مقرر کیا اور میسرہ پر عمرو بن الحساب کو قائم کیا اور چپ و راست سے سب کو جمع کر کے پہلے پہل شامیوں نے حملہ کر کے ابراہیم کے میسرہ کو شکست

دے دی ابراہیم نے عبداللہ بن رفاعہ کو جھنڈا دے کر کہا ان ہزیمت یافتوں کے آگے جا کر کھڑا ہو اور بھاگنے سے روک اور خود نہایت چستی کے ساتھ فوج کے آگے جا کھڑا ہوا اور پکار کر للکارا اے جوانمردو کہاں جاتے ہو اگر ہزار جانیں رکھتے ہو گے تو کوفہ تک ایک ہی سلامت نہ لے جاؤ گے۔ اس نعرہ کی آواز سنتے ہی بھاگے ہوؤں کے پاؤں جم گئے اور ابراہیم کے میسرہ پر جمع ہو گئے پھر ابراہیم نے اپنے میمنہ کی بے حد دلجوئی کر کے کہا اے بہادرو ابن زیاد کے میسرہ پر باہم اتفاق کر کے حملہ کرو اور عمرو بن الحساب (جو ابراہیم سے شب کو خفیہ طور پر بیعت کر گیا تھا) پر جھک پڑو یا تو وہ پناہ میں آئے یا شکست کھا کر بھاگے۔ انجام کار ابراہیم نے ایسی بہادری اور جرأت کی کہ شام کی نماز تک سپاہ شام کو تتر بتر کر دیا۔ اور فاش شکست دے کر حکم فرما دیا کہ جس شخص کو پاؤ قتل کر ڈالو۔

ابن زیاد کا مارا جانا

فوج نے شامیوں کا تعاقب کیا اثنائے راہ میں اچانک ابن زیاد نظر آ گیا اور ایک ہی پر بت شمشیر سے مارا گیا۔ ابراہیم نے کہا کہ اس کا سر نا پاک تن سے جدا کر ڈالو اب ابراہیم کا دل بالکل فارغ ہو گیا اور دشمن کا خوف جاتا رہا شام کی سپاہ کچھ تو تہ تیغ ہوئی اور اکثر دریائے زرخا میں ڈوب کر مر گئی۔ دوسرے دن ابراہیم نے فتح نامہ مع ابن زیاد بد نہاد کے سر کے مختار کے پاس بھیج دیا۔ مختار شاہانہ جشن کر کے دارالامارۃ میں بیٹھا اور تمام اہل کوفہ کو جمع کر کے عبیداللہ بن زیاد کا سر دکھایا۔

ترجمہ طبری میں اس مقام میں اکثر ایسے واقعہ اور حوادث جو اس کتاب کے ادب کے خلاف ہیں مذکور ہیں۔ ہم ان کو لائق اعتبار نہ سمجھ کر ترک کرتے ہیں۔

ستر ہزار لوگ مارے گئے

''مفتاح النجا'' میں لکھا ہے کہ ابن زیاد اور حصین بن نمیر جس کا جنگ

مدینہ میں سابقاً ذکر ہو چکا ہے اور دوسرے شام کے سرداروں کے ساتھ ہزار ہا آدمی کشتہ ہوئے ہیں ۔ یہاں تک کہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ قریب ستر ہزار آدمیوں کے مختار نے واصل جہنم کئے اور یہ واقعہ ۶۷ھ عاشورے کے دن حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے چھ سال بعد واقع ہوا۔

ابن زیاد کے ناک میں سانپ کا گھسنا

ترمذی اپنی صحیح میں عمارہ بن عمیر سے نقل کرتے ہیں کہ جب عبیداللہ بن زیاد اور بڑے بڑے سرداروں کے سر کوفہ میں آئے تو جامع مسجد میں رکھے گئے میں بھی اس نالائق کے سر کو دیکھنے گیا وہاں لوگوں کا ایک شور برپا تھا کہ اچانک ایک سانپ آیا اور تمام سروں کے بیچ میں سے ہوتا ہوا ابن زیاد کے نتھنے میں گھس گیا اور تھوڑی دیر ٹھہر کر پھر نکل گیا اور دوبارہ ناک میں گھس کر غائب ہو گیا۔ پھر ٹھہر کر لوگوں نے اسی طرح شور مچایا کہ سانپ آیا۔ سانپ آیا۔ چنانچہ تین مرتبہ وہ سانپ اسی طرح ظاہر ہوا اور غائب ہو گیا۔

قصہ مختصر جب مختار ابن زیاد کے قتل سے فارغ ہوا تو جو لوگ معرکہ کربلا میں حاضر تھے اور یزید و ابن زیاد کی ہمراہی میں تھے ان کو نہایت کوشش اور سعی سے تلاش کر کے جہنم میں بھیجا۔

یزیدی طرح طرح کی سزا سے مارے گئے

چنانچہ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مختار نے لڑائیوں کے علاوہ جن لوگوں کو قتل کیا ان کی تعداد اڑتالیس ہزار پانچ سو چوسٹھ تھی جن میں عمرو بن سعد اور اس کا پسر حفص اور شمر ذی الجوشن، عمرو بن الحجاج، قیس بن اشعث کندی، خولی بن یزید الاصحی ۔ سنان بن الانس النخعی، عبداللہ بن قیس الخولانی، حکیم بن الفضیل ، یزید بن مالک ، اسحاق بن صوات ، زراعہ بن وفاحر بن کاہل جو

یزید پلید کے بڑے بڑے مشہور ارکان دولت اور اعیان ملک و ملت تھے طرح طرح کے عذاب اور قسم قسم کی بلاؤں میں مبتلا ہو کر مارے گئے شمر تو بُری کیفیت سے مارا گیا کہ اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر گھوڑوں کے سامنے ڈالدیا اور ایک طرف سے گھوڑوں کو دوڑایا۔ جس سے ظالم کم بخت کی ہڈیاں چور چور ہو گئیں اور جسم کا گوشت پاش پاش ہو گیا۔ پھر ان ملعونوں کے جسموں کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کرایا گیا۔ کیونکہ ان نا ہنجاروں نے بھی شہداء کی لاشیں عموماً اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی لاش خصوصاً گھوڑوں کے سموں سے پامال کرائی تھیں۔

پس اُس حدیث کی تصدیق (جو حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی کے ذریعے سے معلوم کرایا ہے کہ حضرت یحیٰی بن زکریا علیہ السلام کے خون کے عوض ستر ہزار بنی اسرائیل کو میں نے قتل کر ڈالا۔ تیرے نواسہ کے عوض میں اس سے دو چند قتل کروں گا) ہوئی اس وقت تمام لوگوں نے عموماً کوفیوں نے خصوصاً مختار کا شکر ادا کیا۔

مختار کا دعویٰ نبوت کرنا

فی الواقع مختار سے یہ ایسا کام ہوا ہے جو کسی سے نہ ہوا تھا۔ یعنی حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے دشمنوں اور قاتلوں کا روئے زمین پر نام تک باقی نہ چھوڑا مگر یہ کام اس کے حق میں مبارک نہ ہوا بجائے نیک نامی کے بڑے گناہوں کے بوجھ کی گٹھڑی سر پر رکھ کر آخرت کی راہ لی یعنی اس کی اصلی شقاوت نے جوش مارا حتی کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مختار اس کے تھوڑے دنوں بعد نبوت کا دعویٰ کر بیٹھا اور کہنے لگا میرے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی لاتے ہیں بعض کہتے ہیں اس کے خالی ذہن میں یہ بات سما گئی تھی کہ مجھ میں اللہ نے

طول کیا ہے۔ اور اس وقت مد برآسمان وزمین میں ہی ہوں۔

واضح ہو کہ طبری اور مفتاح النجا کی روایتیں بظاہر باہم مختلف معلوم ہوتی ہیں۔ طبری کی روایت سے واضح ہوتا ہے کہ عمرو بن سعد، شمر ذی الجوشن وغیرہ ابن زیاد کے قتال سے پیشتر مارے گئے جیسا کہ مفصلاً مذکور ہو چکا ہے اور مفتاح النجا کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن زیاد کے قتال کے بعد یہ لوگ مقتول ہوئے مگر دونوں میں تطبیق کی صورت یوں ہوسکتی ہے کہ ابن زیاد کے قتال سے پہلے کئی سو قاتلان حسین مقتول ہوئے او ہزار ہا اس کی لڑائی کے بعد مقتول ہوئے۔ عمرو بن سعد اور شمر ذی الجوشن وغیرہ گو مقتولین سابقین میں سے ہیں مگر صاحب مفتاح نے صرف رؤسا شام کے ناموں کے شمار کرنے کے لیے انہیں آخر میں ذکر کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

تاریخ طبری میں مذکور ہے کہ جب مختار نے کوفہ وغیرہ پر پورا تسلط کرلیا تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی طرح طرح کی دھوکہ بازی اور قسم قسم کی دھوکہ دہی کرنے لگا مگر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جو ایک جہاندیدہ آدمی اور بڑے مدبر دانائے روزگار تھے۔ مختار کے فریب نے ان پر کچھ بھی اثر نہ ڈالا بلکہ وہ خود مختار کو فریب دینا چاہتے تھے۔ مختار جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے فریب میں نہ آیا اور اپنے کو حضرت محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ کا خلیفہ مشہور کیا۔ تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنی سلطنت کے زوال کے خوف سے محمد بن علی کو طلب کر کے نظر بند کرلیا۔ جب مختار کو خبر پہنچی تو اس نے آہستہ آہستہ فوج بھیجنی شروع کی اور اس تدبیر سے بھیجی کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو مطلقاً خبر نہ ہوئی اس لشکر نے حضرت محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ کو قید سے چھڑا لیا اور اہالیان مکہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے عہد و پیمان کرایا اور محمد سے دست زیر اٹھایا ہر چند کہ

اس مقام میں قصہ دراز ہے۔ مگر اس کا خلاصہ یہی تھا جو کاتب الحروف نے ذکر کیا اس کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی مصعب کو مختار کے مقابلہ میں قتال کے لیے بھیجا۔ کیونکہ مختار نے کوفہ وغیرہ ممالک قلمروابن زبیر پر تام تسلط اور عام غلبہ کرلیا تھا۔

مختار کا قتل

چنانچہ صاحب مفتاح تحریر فرماتے ہیں کہ مصعب بن زبیر اپنے بھائی کے حکم سے بصرہ سے مختار کی طرف چل نکلے اور ان کے اور مختار کے درمیان سخت معرکے برپا ہوئے انجام کار خدام مصعب بن زبیر کو فتح نصیب ہوئی اور مختار قتل کی سزا کو پہنچا مصعب نے مختار کے سر کو معہ فتح نامہ کے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا اور یہ واقعہ ٦٧ھ کے اخیر میں واقع ہوا ہے۔ مصعب نے جب کوفہ اور اس کی اطراف واکناف پر پورا پورا قبضہ کرلیا تو شامیوں کے قافیے تنگ کرنے کو متوجہ ہوا۔

مختصر طبری میں مذکور ہے کہ عبدالملک بن مروان والی اہل شام چونکہ اپنے سرداروں اور امیروں پر کامل بھروسہ نہ رکھتا تھا لاجرم شام اور دمشق سے باہر نکل گیا اور ایک قاصد کی معرفت مصعب بن زبیر کو کہلا بھیجا کہ اے مصعب ملک دنیا کے لیے خونریزی کرنا عقل سے دور بات ہے مصلحت اس میں ہے کہ مجھ سے صلح کرلو کیونکہ انجام کسی کو معلوم نہیں کیا ہونا ہے۔ مصعب بن زبیر نے جواب میں لکھ بھیجا کہ مجھ جیسا شخص اس مارے جانے یا قیدی ہونے یا امیر بننے کے پھر نہیں سکتا انجام کار ٧١ھ میں درمیان مصعب بن زبیر اور عبدالملک بن مروان کی لڑائی واقع ہوئی اور سخت محاربہ کے بعد ابراہیم بن مالک اشتر رئیس کوفہ اور مصعب بن زبیر مقتول ہوئے نصرت وظفر کے جھنڈے نے عبدالملک پر

سایہ ڈالا اور مصعب بن زبیر کا سر عبدالملک کے سامنے کوفہ کی دارالامارۃ لا کر رکھا گیا۔

عبرت کا مقام

عبدالملک بن عمرو لیثی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے اسی کوفہ کی دارالامارۃ میں حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر ابن زیاد کے آگے رکھے دیکھا اور اس کے بعد عبیداللہ بن زیاد کا سر مختار اور تمام لوگوں کے آگے اسی جگہ رکھا دیکھا پھر اس کے بعد مختار کا سر مصعب بن زبیر اور لوگوں کے آگے رکھے دیکھا پھر مصعب بن زبیر کا سر عبدالملک کے آگے اسی مجمع میں اسی مکان میں رکھے ہوئے دیکھا چنانچہ میں نے اس واقعہ کو عبدالملک بن مروان سے بیان کیا اور کہا مجھ کو اس مجلس سے نفرت آتی ہے اور میں اس مکان سے پناہ مانگتا ہوں عبدالملک اس واقعہ کو سنتے ہی کانپنے لگا اور دارالامارۃ سے کھڑا ہو کر کہنے لگا پس اب تجھے پانچواں سر اس مجلس میں نہ دکھایا جائے گا یہ سن کر اس قصر کے منہدم کرنے کا حکم دیا۔ پس اب سے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو دن بدن تنزل ہوتا گیا اور بقول شخصے "کل امر مرھون باوقاتھا" پہلا سا وقار اور بزرگی جلاوت و سطوت شجاعت و شہامت سب خاک میں مل گیا لہٰذا عبدالملک بن مروان نے حجاج بن یوسف ظالم کو افواج کثیرہ کے ساتھ مکہ کے قتال کے لیے بھیجا اور اس ظالم نے یزید سے بڑھ کر سینکڑوں صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کو حق و ناحق قتل کر ڈالا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت اور حجاج کا ظلم و ستم

ترجمہ مختصر طبری میں لکھا ہے کہ جب عبدالملک مصعب کے قتل سے فارغ ہوا تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا کام تمام کرنا چاہا اور ان کے قتل میں تدبیر سوچنے لگا مکہ پر فوج کشی کرنے کا ارادہ کیا مگر کعبۃ اللہ پر جا کر لڑنے کو کسی

نے پسند نہ کیا جسے لشکر کا امیر بناتا وہ انکار کر کے کہتا کہ ہم کو خانہ خدا سے لڑنے کی تاب نہیں۔ حرم اللہ سے ہم ہرگز جنگ کر نہیں سکتے۔

ایک حجاج بن یوسف نے عبدالملک سے بیان کیا کہ میں نے رات ایک عجیب وغریب خواب دیکھا وہ یہ کہ ابن زبیر کا سر لئے ہوئے تیرے تخت کے سامنے کھڑا ہوتا۔ عبدالملک نے دو ہزار سوار حجاج کو دے کر مکہ روانہ کیا تاکہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے مقاتلہ کرے حجاج کا اصلی وطن تو طائف تھا مگر کسی خاص وجہ سے عراق چلا آیا تھا چنانچہ طائف پہنچ کر اور بھی بہت سی سپاہ جمع کر لی اور مکہ پہنچ کر جو جو ظالم نے خدا خانہ کے ساتھ گستاخیاں اور بے ادبیاں کی ہیں ان کے ذکر کرنے کو جی نہیں چاہتا مختصر یہ کہ مکہ کو اپنے تصرف میں لایا اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو قتل کر ڈالا پھر وہاں سے مدینہ گیا اور اکثر صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناحق تہ تیغ کر ڈالا اور بہتوں کو جلاوطن کر دیا اور کسی کے گڑے ہوئے مردے اُکھیڑنے لگا یعنی ہر ہر سے کہتا تھا تم نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ خلیفہ سوم کی مدد کیوں نہ کی۔ مخالفوں سے کیوں نہ بچایا اہالیان مدینہ نے یہ حال عبدالملک کو لکھ بھیجا اس نے حجاج کو بلا لیا اور عراق میں بھیج دیا۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

پس اس وقت تمام جہان کی سلطنت مروانیوں کے قبضہ میں ہزار مہینے تک رہی جیسا کہ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ میں فرمایا تھا کہ

لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ۔ (سورۂ آل عمران)

یعنی بنی امیہ کی ہزار مہینہ کی سلطنت سے آل محمد کی ایک رات کی عبادت بہتر ہے۔

تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ۔

اور یہ واقعہ ۷۳ھ ہجری میں واقع ہوا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا ذکر

حضرت عبداللہ بن زبیر بن عوام بن خویلد بن اسد بن اسد بن عبدالعزیز بن بصرالاسدی کی کنیت ابوبکر ہے۔بعض حضرات نے ان کی کنیت حبیب بھی بیان کی ہے آپ صحابی ابن صحابی رضی اللہ عنہ بڑے بزرگ حسب ونسب میں شریف اور جلیل القدر ہیں۔آپ کے والد عشرہ مبشرہ میں سے ایک بڑے درجہ کے صحابی تھے جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہشت کی خوشخبری دی تھی۔

آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ

آپ کی والدہ اسماء حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں اورآپ کی نانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی ہیں۔

ولادت

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ہجرت کے پہلے سال اور بقول بعض دوسرے یا تیسرے سال مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے سب سے پہلے اسلام میں مہاجروں کے گھروں میں جو مبارک بچہ پیدا ہوا وہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ہی ہیں اور مہاجروں کے گروہ کو جس بچہ سے بے حد فرحت و بشاشت ہوئی وہ آپ ہی ہیں اس کی صحیح وجہ روایتوں سے یوں معلوم ہوتی ہے کہ یہودی کہتے تھے ہم نے مہاجرین پر جادو کر دیا ہے جس سے ان کے ہاں اولاد ہونی محال اور ان کی نسل بڑھنی ناممکن ہے جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو اہل مدینہ کو عموماً مہاجرین کو خصوصاً از حد خوشی حاصل ہوئی ان کے پیدا ہوتے ہی ان کی والدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت فیض ورجعت میں لے گئیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے کھجور چبا کر ان کے منہ میں ڈالی اور عبداللہ نام رکھا۔

اوصاف جمیلہ

یہ بھی یاد رہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے جمیلہ اوصاف اور حمیدہ خصال حد حصر سے زیادہ ہیں آپ کا صائم الدہر، قائم اللیل، عظیم الشجاع، کثیر العطا، واصل رحم ہونا حد تواتر تک پہنچ گیا ہے آپ کا معمولی قاعدہ تھا کہ رات کو عبادت میں تین طرح سے مشغول رہتے ایک رات تو نماز میں کھڑے کھڑے گزار دیتے۔ دوسری رات صرف رکوع میں صبح کر دیتے۔ تیسری رات سجدہ میں بسر کرتے۔

یزید پلید کے مرنے کے بعد تمام اہل حجاز و یمن اور خراسان نے آپ سے بیعت کی اس وقت سب سے پہلے آپ نے یہ کام کیا کہ جس طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپکی خالہ نے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان فرمایا اسی طرح خانہ کعبہ کی تعمیر کرائی دور دراز قواعد ابراہیم کے بموجب رکھتے اور حجر اسود سے صرف چھ گز زمین اندر کی جانب داخل کر لی اس وقت سوائے شام و مصر کے کل اطراف ممالک آپ کے قبضہ میں تھے کیونکہ مصری اور شامی یزید ہی کی بیعت پر اڑے ہوئے تھے جب یزید مر گیا تو شامیوں اور مصریوں نے بھی آپ سے بیعت کر لی۔ پس مروان نے چند دن بعد خروج کیا اور شام واپس لے لیا۔

ذہبی کی تاریخ میں مذکور ہے کہ مروان کو امرائے مومنین میں سے خیال کرنا بالکل لغو اور بے دلیل بات ہے درحقیقت وہ باغی اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی اطاعت سے خارج تھا اسی طرح تاریخ الخلفاء میں بھی ہے۔

مروان کے مظالم

واضح ہو کہ مروان اہل بیت اطہار کا سخت دشمن اور صحابہ کبار رسول اللہ ﷺ کا اشد مخالف تھا اسی ظالم نے امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان خلیفہ ثالث رسول اللہ ﷺ کو شہید کرایا اسی بے رحم نے حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس دفن کرنے سے حضرت عائشہ زوجہ رسول اللہ ﷺ کو باز رکھا اسی بے رحم نے ولید بن عقبہ حاکم مدینہ کو شہید کر ڈالا یہی مروان تھا جو یزید عنید کو مدینہ منورہ پر فوج کشی اور اس کی تخریب پر ابھارتا تھا یہاں تک کہ ایک جرار فوج بھجوا کر مسجد نبوی شریف کو منہدم کرادیا ہزاروں صحابہ رسول اللہ ﷺ کو مروا ڈالا بہت سے لوگوں کی نسل بگاڑ دی ان باتوں سے اس کی مسلمانی اور بے دینی کا ہر ذی عقل موازنہ کر سکتا ہے کہ اس قسم کے عقائد ہی نہیں بلکہ صدور افعال مومنوں کا طریق ہے یا نہیں قطع نظر اس کے اس کی مذمت میں بکثرت احادیث وارد ہیں۔

ملعون ابن ملعون

چنانچہ حاکم، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ زمانہ رسول اللہ ﷺ میں جس کے فرزند پیدا ہوتا تھا اسے آپ کی خدمت بابرکت میں لے جایا کرتے تھے رسول اللہ ﷺ اس بچہ کے حق میں دعا فرما کر اس کی پرورش میں والدین کو بے حد تاکید فرمایا کرتے تھے جس وقت مروان پیدا ہوا تو اسے جناب رسالتمآب ﷺ کی خدمت میں لے گئے آپ نے فرمایا کہ یہ حرب بن حرب ملعون بن ملعون ہے۔

محمد بن زیاد سے روایت ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند یزید کیلیے بیعت چاہی تو اس زمانہ میں مدینہ کا عامل مروان تھا اس نے تمام اہل مدینہ کو جمع کر کے کہا اے لوگو! امیر المومنین معاویہ اپنے فرزند کے لئے حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے طریق پر بیعت لینی چاہتا ہے یعنی جس طرح حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما میں طریقہ جاری تھا وہی یہاں بھی ہونا چاہیے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ بول اٹھے یہ طریقہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا نہیں قیصر و کسریٰ کا قانون ہے۔ مروان نے کہا اے عبدالرحمٰن کیا تو وہ نہیں ہے جس کے حق میں حق سبحانہ وتعالیٰ نے یہ آیت بھیجی "والذی قال لوالدیہ اف لکما" جب یہ خبر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو پہنچی فرمایا۔ مروان کاذب ہے واللہ عبدالرحمٰن کے بارے میں یہ آیت نہیں اتری بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مروان کے باپ کو ملعون فرمایا ہے اور مروان اس وقت اس کی پیٹھ میں تھا۔

ابن عساکر، حمزہ بن حبیب سے روایت کرتے ہیں کہ جس وقت مروان پیدا ہوا اس کی تحنیک اور برکت کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے آپ نے فرمایا اس شخص سے اور اس کے بیٹے سے مجھے بے وفائی کی بو آتی ہے اسی وجہ سے مجھے اس سے عذر ہے۔

طبرانی، کبیر، میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مروان کے باپ کے حق میں فرمایا ہے کہ یہ شخص عنقریب کتاب اللہ میں مخالفت پیدا کرے گا۔ اور پیغمبر خدا کے طریقہ میں مفسدہ برپا کرے گا اس کی پشت سے ایک فتان یعنی فتنہ انگیز شخص پیدا ہوگا جس کی کلفت آسمان تک پہنچے گی تم میں سے بعض اشخاص اس کے گروہ اور جماعت میں سے ہوں گے۔

ابن عساکر، نافع بن جبیر بن مطعم سے اور جبیر اپنے باپ مطعم سے روایت کرتے ہیں حضرت مطعم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی جماعت کے ساتھ تھے اتنے میں مروان کا باپ حکم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے سے گزرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس کی پشت میں ہے اس سے میری امت کو سخت خرابی اور تکلیف پہنچے گی۔

واقدی، عمرو بن مرہ کی خدمت میں آنے کی اجازت چاہی، آپ نے لوگوں سے فرمایا اسے یہاں نہ آنے دو خدا اس پر اور جو اس کی پشت سے پیدا ہو سب پر لعنت کرے مگر جو لوگ اس کی اولاد میں مخلص مومن ہوں وہ اس سے مستثنیٰ ہیں اور اس کی اولاد میں مومن تو کم ہی ہونگے۔ ہکذا ذکرہ صاحب الکتاب فی بعض مواقعہ۔

☆=☆=☆=☆

یزید پر لعنت کے احکام

اہل بیت پر ظلم کرنا کفر ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا۔ (سورۃ الاحزاب)

ترجمہ: ”بے شک جو ایذاء دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا و آخرت میں اور اللہ نے ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے“۔ (کنز الایمان)

صاحب کشاف اس آیہ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ آیت ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے کیونکہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سخت ایذا دیتے تھے۔

پس آیہ مبارکہ سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ نبی کی اہلبیت کو ستانا کفر ہے اور اہل بیت کو ایذا دینا گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینا ہے۔

جنت حرام

کشاف میں ایک مرفوع حدیث یوں بھی آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میرے اہل بیت پر ظلم کرے یا ان کی ایذا کا در پے ہو اس پر جنت حرام ہے۔

اہل بیت کی اہانت کفر ہے

مصابیح میں منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''حضرت فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جو اسے غصہ میں لاتا ہے مجھے غصہ میں لاتا ہے اور جس نے اسے ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی''۔

اس حدیث سے صراحتہً معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اہلبیت کو ستانا خاص کر حسنین کو تکلیف دینا رسول اللہ ﷺ کو ایذا اور تکلیف دینا ہے اور کفر ولعنت کا موجب۔

پس اہل سنت و جماعت کے نزدیک بالاتفاق حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم کرنے والا کافر ہے کذا فی التشریح علمائے اہل سنت و جماعت کا مفتی بہ مسئلہ ہے کہ اولاد رسول اللہ ﷺ کی اہانت و ایذا یا ان پر کسی قسم کی ظلم و جفا کفر و کافر ہی ہے۔

یزید کافر ہے

نیز مولانا ضیاء الدین برنی فرماتے ہیں کہ اولاد رسول مقبول ﷺ کی اہانت و ذلت اور ایذا صریح کفر ہے کیونکہ قاعدہ کی بات ہے کہ ولد کی ایذا والد میں سرایت کرتی ہے۔

پس معلوم ہوا کہ یزید کافر ہے اور اس پر لعنت کرنا درست اور ٹھیک بات ہے وجہ یہ کہ اس نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو دانستہ قتل کر ڈالا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ۝ (سورۃ نساء)

ترجمہ: ''اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے کہ مدتوں اس میں رہے اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور

اس پر لعنت کی اور اس کے لیے تیار رکھا بڑا عذاب ہے''۔

(کنز الایمان)

اس آیت کے مضمون سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جو شخص مومن کو قصداً قتل کرے اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ابدالآباد تک رہے گا۔ پس جب یزید نے مومن (مومن بھی کیسا جگر پارۂ رسول) کو عمداً قتل کر ڈالا تو وہ یقیناً کافر و دوزخی ہوا۔

سوال:

یزید کو قاتل حسین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حالانکہ وہ اس نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا نہ اس لڑائی میں شریک تھا؟

جواب:

''آثار التعزیل'' میں وارد ہے کہ یزید گو معرکہ قتال میں حاضر نہ تھا مگر وہ متغلب اور قتل امام پر دل سے راضی تھا۔ دیکھئے جب حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یزید کو لکھ بھیجا کہ اے یزید مجھے امید ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ تجھے یہ ملک وسلطنت نیک اور مبارک نہ کرے اس کے بعد کہ تو نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کر ڈالا مجھے یہ بھی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے عوض میں ایسے عذاب میں گرفتار کرے جس کا ذائقہ قیامت تک نہ بھولے اور دنیا سے گناہوں کی بھرپور گٹھڑی کر کے لے جائے۔

اس خط کے مضمون سے ظاہر ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فقیہ امت جیسے شخص نے قتل کی نسبت یزید کی طرف کی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ آمر اور راضی تھا اگر یہ بات نہ ہوتی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما قتل کی نسبت اس کی طرف کیوں جائز رکھتے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ یوں فرماتے ہیں کہ قاتل امام حسین رضی اللہ عنہ ایک آگ کے تابوت میں ہے اس پر آدھا عذاب ہوتا ہے اور آدھے عذاب میں تمام شریک مبتلا ہیں۔ (یہ روایت علامہ ابن حجر کے نزدیک ضعیف ہے)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے، محاضرات، ادا، محاورات، میں لکھتے ہیں کہ کوفہ میں ایک سال چیچک ہوئی دیڑھ ہزار بچے ان لوگوں کے جو امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک تھے اس بیماری میں اندھے ہو گئے۔

اخبار متواترہ سے ثابت ہے کہ بارہا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نسل معاویہ سے ایک شخص یزید نام پیدا ہوگا جس سے میرے فرزند حسین کو سخت تکلیف پہنچے گی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ درد آمیز کلام سنکر جماع سے قسم کھائی اور کہا کہ میں آج سے بعد کبھی بیوی سے قربت نہ کروں گا مگر حکیموں کے کہنے سے ایک دن اس نے ایک بیوی سے صحبت کی جس سے یزید پیدا ہوا۔

پس یزید کا قاتل حسین ہونا بے شبہ وشک ثابت ہوا۔ یہ قول بلا شبہ مسلم ہے کہ یزید نے اپنے ہاتھ سے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل نہیں کیا نہ اس لڑائی میں وہ شریک تھا مگر یہ بات بھی ضرور تسلیم کے قابل ہوگی کہ اس کے لشکر نے جو کچھ کیا وہ اس کے حکم اور رضا سے کیا کیونکہ مشہور بات ہے کہ لشکر کے لوگ جو کچھ کرتے ہیں وہ اپنے امرا اور رؤسا کی مرضی سے کرتے ہیں کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوتا کہ لشکری اپنے امیر کی مرضی کے کچھ کام کریں جیسا کہ مشہور ہے کہ اگر کوئی لشکری قلعہ فتح کرتا ہے تو اس فتح کی نسبت لشکر کے امیروں ہی کی طرف ہوا کرتی ہے چنانچہ بولا کرتے ہیں سکندر نے دارا کو مار ڈالا۔

فرعون نے عرب وعجم کو لے لیا حالانکہ لڑائی میں سکندر نے دارا کو قتل نہیں کیا فرعون نے عرب وعجم کو آپ سوار ہو کر اپنے ہاتھوں سے نہیں لیا۔

پس تقاریر مسطورہ بالا سے معلوم ہوا کہ یزید پلید آمر اور راضی تھا۔

ولامر کالما مودوالنائب کالمنوب۔

کتب معتبرہ میں مرقوم ہے کہ یزید، حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل اور اہل بیت کی اہانت پر راضی تھا اس ملعون نے آپ کے سر مبارک کو نیزہ اور برچھے پر رکھ کر اتنی مدت تک کوچہ گردی کرائی کہ کاسہ سر مبارک میں چڑیا نے انڈے دے دیئے۔

نصیحت پر صحابہ کا قتل

قصص بخاری میں مذکور ہے کہ جس وقت یزید کے آگے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا مبارک سر لوگ لائے تو وہ مردود نہایت خوش ہوا شراب پی اور سر مبارک کے ساتھ انواع انواع کی اہانت کرتا رہا جب یہ خبر بعض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کو ہوئی تو وہ روتے ہوئے آئے اور کہا اے ملعون تو فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس قسم کی اہانت جائز رکھتا ہے۔ یزید نے ان بے چاروں کو ناحق شہید کر ڈالا۔ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ وہ سات جلیل القدر صحابہ تھے۔ جن کو یزید لعین نے اس نصیحت پر شہید کیا۔

سر انور کی اہانت

"عزر السیر" میں ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد یزید ملعون نے آپ کی منکوحہ بیبیوں اور بچوں اور بہنوں کو دمشق کے گلی کوچوں میں پھرایا۔

"کتاب مناہج" میں وارد ہے کہ یزید نے قرآن مجید کو ہدف بنایا تھا۔

"تھذیب الکاملہ" میں مرقوم ہے کہ یزید لعین نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے مبارک منہ میں میخ ماری اور طرح طرح کی اہانت قسم قسم کی ذلت سے پیش آیا۔

یزید کے مظالم

"قصص سلوبیہ" میں مذکور ہے کہ یزید مردود نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کی طرح طرح سے اہانت کی اور مدینہ طیبہ میں خط بھیجا کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر قاصدوں اور نامہ بروں کے ساتھ رکھو اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد تخریب مدینہ کے لیے لشکر بھیجا اور اہالیان مدینہ کو غارت کر دیا کامل پانچ سو صحابہ کبار شہید کیے عام مدینہ کو عموماً خانہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصاً تین روز تک غارت کیا۔ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا تمام اسباب لوٹ لیا بقیہ حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اس وقت تک زندہ تھے لونڈی اور غلاموں کی طرح گرفتار کر لیا۔

مشکوٰۃ میں مرقوم ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو نیل اور وسمہ سے رنگین کر کے لوگ لائے تھے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں روایت ہے کہ یزیدی جس رات حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک لائے ہیں تو اسے رنگ کر طشت میں رکھا وہ مردود نیزہ کی نوک سے آپ کی مبارک ناک اور دانت کریدتا اور بے حرمتی اور استہزاء کے طور پر باتیں کرتا اور نیزہ کی نوک مارتا تھا۔

القصہ یزید کا سر مبارک حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ اہانت اور استہزا کرنا بہت سی روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ چونکہ ہمیں ہر جگہ اختصار ہی منظور ہے لہٰذا ترک کرتے ہیں۔

من شاء التفضیل فلیر جمع الی مناقب السادات۔

حاصل یہ کہ جب یزید نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا۔ مدینہ منورہ کو خراب اور برباد کرڈالا اہلبیت اطہار اور حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے حرمتی کا مرتکب ہوا خانہ خدا کے ساتھ قسم قسم کی بے ادبیاں اور گستاخیاں کیں صحابہ کبار سید احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کو ناحق شہید کر ڈالا۔ زنا، لواطت، شرب خمر اور معاصی کو مباح کر دیا بھائی بہنوں ماں بیٹیوں میں تزویج جائز کر دی تو قطعی کافر ہوگیا کیونکہ اصول کا مسئلہ ہے کہ جو شخص اللہ کے حرام کو حلال کر دے یا خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو استخفافا ترک کرے یا ان پر کسی قسم کا طعن و تمسخر کرے وہ جملہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک کافر ہو چکا۔ پس جب یزید کا کافر ہونا تو ثابت ہوگیا اس پر لعن و طعن بھی کرنا جائز ہوگیا۔ ہکذا مذہب اہل السنۃ اور جن فضلا امت اور علماء عصر نے یزید پر لعنت کرنے کو منع کیا ہے اس کی اس پر نظر ہے کہ لعن طعن کرنے سے کیا حاصل ہوتا ہے اس سے تو کلمات خیر جیسے قرآن مجید، وظیفہ اور درود شریف وغیرہ ورد زبان کیا کریں۔ جس سے روح ائمہ اطہار خوش ہو۔ مگر اہل سنت و جماعت کے محقق گروہ کے نزدیک یزید پلید صرف قتل امام حسین رضی اللہ عنہ کے حکم کرنے کی وجہ سے قطعی کافر ہے قطع نظر ان معاصی کے جو اپنے زمانہ میں اس نے مباح اور جائز کر دیئے تھے فی الجملہ یزید علماء اہل سنت و جماعت کے نزدیک مبغوض ترین شخص اور مقبوح ترین خلائق ہے کیونکہ جو ناشائستہ کام اس ملعون نے شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کیے ہیں ویسے اس امت میں سے کسی اور نے نہیں کیے ہیں خدا اور فرشتوں اور تمام مومن مردوں اور مومن عورتوں کی ہر لحظہ ہر لمحہ ہر زبان اس ملعون پر اور اس کے تابعداروں اس کے یار و مددگار اس کے لشکر اس کے خادموں پر بے حد لعنت ہو۔

ہمارے علماء سلف اور مشائخ خلف نے اس ملعون و مطعون پر جو لعن و طعن کا ذکر اپنی کتب میں لکھا ہے اگر ان کا ذکر کروں تو یہ مختصر ایک بڑی مطول کتاب ہو جائے۔

مختصر یہ کہ صاحب کتاب ''مناقب السادات'' تحریر فرماتے ہیں کہ مذاہب اربعہ اہل سنن سے لعن یزید کی ممانعت کہیں بھی دیکھی نہ گئی یعنی ہماری نظر سے کوئی ایسی روایت نہیں گزری جس میں اس کے طعن سے کسی نے منع کیا ہو۔

وصلی اللّٰہ تعالٰی علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ ھداۃ طریق الحق و حی علوم الدین ط۔ آمین

محمد عبدالاحد قادری
گوگڑاں۔ تحصیل وضلع لودھراں
حال مقیم خطیب مرکزی جامع مسجد
میاں محمد دین باغبانپورہ لاہور
0300-4288176

☆☆☆☆☆☆

ضمیمہ

از: عبدالاحد قادری

کربلا جانے والے اہل بیت اور جانثار

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ شریف سے عراق کی جانب سفر کرنے والوں میں آپ کے تین صاحبزادے آپ کے ہمراہ تھے۔ حضرت علی اوسط جن کو امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں' یہ حضرت شہربانو کے بطن سے تھے۔ اس وقت آپ کی عمر ۲۲ سال تھی اور بیمار تھے۔ آپ کے دوسرے صاحبزادے علی اکبر رضی اللہ عنہ تھے جو یعلی بنت ابی مرہ کے شکم سے تھے۔ ان کی عمر اٹھارہ برس کی تھی۔ یہ کربلا میں شہید ہوئے۔ آپ کے تیسرے صاحبزادے حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کی والدہ رباب بنت امری القیس قبیلہ بنی قضاعہ سے تھیں۔ آپ شیر خوار بچے تھے۔ آپ کی ایک بہن حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا بھی کربلا میں حضرت امام عالی مقام کے ہمراہ تھیں۔ اس وقت ان کی عمر سات سال تھی۔ کربلا میں حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کا نکاح ہونے کی جو روایت مشہور ہے' وہ غلط ہے۔ ان کا نکاح حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا۔

سیّدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی دو بیویاں آپ کے ساتھ تھیں۔ ایک شہربانو اور دوسری حضرت علی اصغر کی والدہ رباب بنت امری القیس۔

سیّدنا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے

سیّدنا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے چار نوجوان فرزند حضرت قاسم، حضرت عبداللہ، حضرت عمر اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہم۔ حضرت امام عالی مقام کے ہمراہ تھے اور کربلا میں شہید ہوئے تھے۔

حضرت عثمان ابن علی، حضرت عبداللہ ابن علی، حضرت محمد ابن علی اور حضرت جعفر بن علی رضی اللہ عنہم حضرت امام کے ہمراہ تھے اور سب کے سب نے کربلا میں شہادت پائی۔

حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کے فرزندوں میں حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے کربلا پہنچنے سے پہلے ہی کوفہ میں شہید ہو چکے تھے اور تین فرزند حضرت عبداللہ، حضرت عبدالرحمٰن اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ حضرت امام کے ہمراہ تھے اور کربلا میں شہید ہوئے۔

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے دو پوتے حضرت محمد اور حضرت عون حضرت امام رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حاضر ہو کر شہید ہوئے۔ ان کے والد کا نام حضرت عبداللہ ابن جعفر رضی اللہ عنہ ہے۔ یہ دونوں حضرت امام کے حقیقی بھانجے ہیں۔ ان کی والدہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضرت امام رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن ہیں۔ صاحبزادگان اہل بیت میں سے کل سترہ حضرات حضرت امام علی مقام رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حاضر ہو کر مرتبہ شہادت کو پہنچے اور حضرت امام زین العابدین، حضرت عمر بن حسن، محمد بن عمر بن علی اور دوسرے کم عمر صاحبزادے قیدی بنائے گئے۔

اہل بیت و دیگر بہتر جاں نثاروں کا یہ قافلہ ۹۱، افراد پر مشتمل ہے۔ جس میں ۱۹، اہل بیت کرام اور ۷۲ جان نثار تھے، جن کے اسماء یہ ہیں۔

اسماء گرامی جان نثاران:

(۱) زبیر بن حسان محمدی	(۵) ہاشم بن عتبہ مکی
(۲) سعد بن حنظلہ تمیمی	(۶) بشیر بن عمرو حضرمی
(۳) بریر بن حفیر ہمدانی	(۷) نعیم بن عجلان انصاری
(۴) وہب بن عبداللہ کلبی	(۸) زہیر بن قیس بجلی

(۹) عمرو بن خالد صیداوی
(۱۰) خالد بن عمرو مکی
(۱۱) عبداللہ بن عمرو مکی
(۱۲) عمرو بن عبداللہ صائدی
(۱۳) حماد بن انس محمدی
(۱۴) وقاص بن مالک احمدی
(۱۵) شریح بن عبید مکی
(۱۶) مسلم بن عواسجہ اسدی
(۱۷) بلال بن نافع بجلی
(۱۸) مرہ بن ابی مرہ غفاری
(۱۹) قیس بن مبتہ مدنی
(۲۰) جویر بن مالک انصاری
(۲۱) عمر بن صنیعہ قیسی
(۲۲) یزید بن مثبت قیسی
(۲۳) عبداللہ بن مثبت قیسی
(۲۴) عامر بن مسلم انصاری
(۲۵) عبیداللہ بن مثبت قیسی
(۲۶) قعنب بن عمرو نمری
(۲۷) سالم غلام آزاد عامر بن مسلم
(۲۸) سیف بن مالک انصاری
(۲۹) زہیر بن بشیر جعفی
(۳۰) انس بن کاہد اسدی
(۳۱) حبیب بن مظاہر اسدی
(۳۲) قیس بن ربیعی انصاری
(۳۳) عبداللہ بن عروہ بن خراق غفاری
(۳۴) عبدالرحمٰن بن عروہ بن خراق غفاری
(۳۵) حرہ باصریر غلام آزاد ابوذر غفاری
(۳۶) شیت بن عبداللہ بہشتی
(۳۷) فاسط بن زہیر ثعلبی
(۳۸) کردوس بن زہیر ثعلبی
(۳۹) کنانہ بن عتیق انصاری
(۴۰) ضرعامہ بن مالک انصاری
(۴۱) عمار بن حسان مدنی
(۴۲) حسان بن حارث سلیمانی اسدی
(۴۳) جندب بن حجر خولانی
(۴۴) یزید بن زیاد مظاہر کندی
(۴۵) طاہر غلام آزاد دین الحق خزاعی
(۴۶) جبلہ بن علی شیبانی
(۴۷) اسلم بن کثیر اعرج ازدی
(۴۸) زہیر بن سلیم ازدی
(۴۹) قاسم بن حبیب ازدی
(۵۰) عمرو بن جندب حضرمی

(۵۱) بدر بن معقل جعفی
(۵۲) حجاج بن مسروق موذن لشکر شام
(۵۳) مسعود بن حجاج انصاری
(۵۴) مجمع بن عبداللہ غائذی
(۵۵) حر بن یزید ریاحی
(۵۶) علی بن حر بن یزید بن ریاحی
(۵۷) عمار بن ابی سلامہ انصاری
(۵۸) شوذب غلام آزاد شاکر انصاری
(۵۹) سعد بن عبداللہ الطبقی
(۶۰) شیب بن حارث انصاری
(۶۱) مالک بن سریع انصاری
(۶۲) ابو تمامہ انصاری
(۶۳) سلمان غلام آزاد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ
(۶۴) قارب غلام آزاد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ
(۶۵) عروہ غلام آزاد حضرت حر بن یزید
(۶۶) محمد بن انس انصاری
(۶۷) مقداد انصاری
(۶۸) مجاہد بن مروق
(۶۹) حنظلہ بن اسد شیبانی
(۷۰) عبداللہ بن عبداللہ بن کعن ارجنی
(۷۱) مصعب برادر حر بن ریاحی
(۷۲) عابس بن حبیب شاکری

رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

☆☆☆☆☆